حالات المصنفین

و

تذکرۃ الفنون

تالیف

مولانا محمد عثمان معروفی اعظمی

حالات المصنفین

و

تذکرۃ الفنون

تالیف

مولانا محمد عثمان معروفی کرتھی جعفر پور اعظم گڈھ یوپی

نام کتاب .... حالات المصنفین وتذکرۃ الفنون

مؤلف وناشر ...... مولانا محمد عثمان معروفی

تعداد اشاعت .... گیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ طباعت .... رمضان ۱۴۰۶ھ، مئی ۱۹۸۶ء

کاتب .... مولوی مطیع الرحمٰن معروفی

مطبع .... حسن پریس مئو ناتھ بھنجن یوپی

قیمت ......

ملنے کے پتے کتاب کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

فہرست حالات المصنفین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تصنیف وتالیف فرائض وسنن، نوافل وتلاوت کی ادائیگی اور قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس کے بعد بقدر طاقت واقتضائے وقت علوم سنیہ کی تحریر اور تصنیف وتالیف سے افضل کوئی شغل نہیں۔ علم بے تصنیف مرد بے اولاد کے مثل ہے اور تالیف اباطیل فرزند بے نہاد کے مانند۔ حدیث میں ہے کہ جس نے نفع مسلم کیلئے ایک حرف لکھا گویا اس نے ایک دینار صدقہ کیا اور ایک غلام آزاد کیا، اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی اس کے لئے لکھیں گے اور ایک گناہ معاف کر دینگے۔

وجوہ تالیف درج ذیل آٹھ وجہوں میں سے کسی نہ کسی وجہ سے کتابیں تصنیف یا تالیف کی جاتی ہیں اور اگر ان کے علاوہ اور کسی وجہ سے ہو تو ہذیان وخبط ہے۔ اول کسی نئے مضمون کا اختراع جس کا وجود پہلے نہ رہا ہو۔ دوم کسی ناقص کام کا مکمل کرنا۔ سوم کسی مغلق بات کی تشریح کرنا۔ چہارم کسی لمبے مضمون کا اختصار کرنا۔ پنجم متفرق اشیاء کو جمع کرنا۔ ششم کسی مخلوط وغیر مربوط مضمون کو مرتب ومہذب کرنا۔ ہفتم کسی ابہام کی تعیین کرنا۔ ہشتم مضمون کی غلطی کو بیان کرنا۔ (ظفر)

رؤس ثمانیہ قدما اپنی تصنیفات کے شروع میں مندرجہ ذیل آٹھ باتیں ذکر

کرتے تھے جنکو رؤس ثمانیہ کہتے ہیں اور یہ ضبط استقرائی ہے نہ عقلی اس لئے ان کے علاوہ اور کوئی بات تحصیلِ علم میں معین ہو تو اس کا اضافہ کیا جا سکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی بات حسب موقع زیادہ مفید نہ معلوم ہو تو اس کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے۔

اول:۔ غرض علم تاکہ متعلم کی محنت علم کی طلب میں ضائع نہ ہو۔ دوم: منفعت علم تاکہ متعلم کو طلب علم میں خوشی ہو اور اس کی مشقت کو اپنے اوپر گوارا کرے (کسی فعل کے صدور کے بعد جو نتیجہ ظہور میں آئے وہ منفعت وغایت ہے) سوم: عنوانِ علم تاکہ متعلم مقاصدِ علم سے اجمالی طور پر آگاہ ہو جائے۔ چہارم: مؤلف کا نام تاکہ اس کی عظمتِ شان کا لحاظ کر کے متعلم کا دل مطمئن ہو۔ پنجم:۔ جنس علم یعنی علوم عقلیہ و نقلیہ یا اصول و فروع میں سے کس جنس کا علم ہے تاکہ متعلم اسی جنس کے مسائل اس میں طلب کرے۔ ششم: کس مرتبہ کا علم ہے (یعنی کن علموں کے بعد اور کن علموں سے پہلے اس کو پڑھنا چاہئے) تاکہ متعلم پہلے وہ علوم حاصل کرے جن کے بعد اس کا مرتبہ ہے اور اس کی تحصیل کے بعد ان علوم کو حاصل کرے جن کے قبل اس کا مرتبہ ہے۔ ہفتم: تبویب یعنی علم یا کتاب کی فہرست قائم کرنا اور اس کو بابوں پر تقسیم کرنا تاکہ متعلم ہر باب میں وہ باتیں طلب کرے جو اس باب میں مذکور ہیں۔ ہشتم: تعلیم کے طریقے اور یہ چار ہیں تقسیم، تحلیل، تحدید، برہان، تقسیم (یعنی ترکیب القیاس) مطلوب تصدیقی کی تحصیل کیلئے قیاس کے پیدا کرنے کا طریقہ یعنی مطلوب تصدیقی کیطرف سے مقدمات کا پیدا کرنا تاکہ اس کے ذریعے سے اس قیاس کا پتہ لگا کر جو مطلوب تصدیقی کا

نتیجہ مطلوب تصدیقی حاصل کرایا جائے۔ تحلیل، ایسے قیاسات جو بے قاعدہ طور پر علوم میں مذکور ہوتے ہیں انکو منطقی قیاسات کے پیرائے میں لانے کے طریقے کو تحلیل کہتے ہیں۔ تحدید، اشیاء کے حدود یعنی انکے ذاتیات کے دریافت کرنیکا طریقہ۔ برہان، مطلوب یقینی کے جاننے اور اس پر عمل کرنیکا طریقہ۔ (توضیح التہذیب)

حالات المصنفین بعض احباب کی تحریض و تاکید پر راقم الحروف نے "حالات المصنفین" کی ترتیب و تالیف کی حالانکہ اس موضوع حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی فاضل دیوبند کی "ظفر المحصلین" اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مظاہری خیرآبادی کی "تذکرۃ المصنفین" نہایت جامع اور مستند کتابیں موجود ہیں اور یہی دونوں کتابیں ہماری اس کتاب کا اصل مآخذ و مرجع ہیں مگر چونکہ یہ دونوں بہت مفصل اور ضخیم ہیں خاصکر ظفر المحصلین، اسلئے اختصار پسند طبائع کیلئے ان کا جامع خلاصہ مرتب کیا جو اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن مذکورہ دونوں کتابوں کی اکثر و بیشتر باتیں اس میں آگئی ہیں اور "ظفر المحصلین باحوال المصنفین" کا حوالہ لفظ "ظفر" سے اور "تذکرۃ المصنفین" کا حوالہ لفظ "تذکرہ" سے دیا گیا اور کتاب کا نام "حالات المصنفین" رکھا جس میں درس نظامیہ، عالیہ، ندوۃ العلماء، الہ آباد اور شمس الہدیٰ بورڈ کے تقریباً دو سو (۲۰۰) مصنفین کتب کا مستند تذکرہ شامل ہے۔ اس کی تالیف کا آغاز اوائل شعبان میں کیا اور مدرسہ کے ضروری مشاغل کے ساتھ بفضل خدا تین ماہ کے اندر ۲۵ شوال ۱۴۰۵ھ ۱۴ جولائی ۱۹۸۵ء کو اس کا اختتام ہوا۔ اس کا تاریخی نام "نادر العصر حالات المصنفین" اور "پاکیزہ نظر حالات المصنفین" ہے جس سے بالترتیب ۱۴۰۶ھ اور

۱۹۸۶ء برآمد ہوتا ہے جو کتاب کا سال طبع ہے۔ مزید افادیت کے پیش نظر کتاب کا دوسرا حصہ "تذکرۃ الفنون" بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ "تذکرۃ الفنون" کی تالیف سنہ ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء میں مکمل ہو چکی تھی اور وہ الگ سے طبع بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ کتاب کی مقبولیت و منفعت کو عام اور راقم الحروف کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔

محمد عثمان معروفی غفرلہ

قرآن کریم

قرآن کریم کلامِ الٰہی ہے اور ازل سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے، دو مرتبہ اس کا نزول ہوا، ایک مرتبہ پورا کا پورا قرآن سماءِ دنیا کے بیت عزت پر نازل ہوا جسے بیت المعمور بھی کہا جاتا ہے جو کعبۃ اللہ کی محاذات میں آسمان پر فرشتوں کی عبادتگاہ ہے۔ دوسرا تدریجی نزول حسب ضرورت تیئیس (۲۳) سال میں آنحضورؐ پر ہوا جس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب آنحضرتؐ کی عمر چالیس سال کی ہوئی۔ صحیح قول کے مطابق لیلۃ القدر سے نزول شروع ہوا لیکن مشہور یہ ہے کہ نبوت ربیع الاول میں ملی۔ علامہ سیوطیؒ نے اسکی اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپؐ کو ربیع الاول میں سچے خواب نظر آنے شروع ہوئے جس کا سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا پھر رمضان میں قرآن نازل ہوا اور سب سے پہلی آیت اِقرأ باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی پھر تین سال تک وحی منقطع رہی جسے فترتِ وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے، تین برس بعد سورۂ مدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ ہجرت سے پہلے قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا وہ مدنی کہلاتا ہے، مشہور قول یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جو حصہ مکہ میں نازل ہوا وہ مکی ہے، خواہ ہجرت کے بعد نازل ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا وہ مدنی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جس میں اہل مدینہ سے وہ مدنی ہے۔ قرآن کریم کی حفاظت کاغذ و قلم سے زیادہ حفاظ کے سینوں سے کرائی گئی، مسلم شریف کی روایت ہے و منزل علیک کتابا لا یغسلہ

الماء یعنی آپ پر ایسی کتاب نازل کرنیوالا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔ اسے سینوں میں محفوظ کر دیا جائیگا، دوسری کتابوں کی طرح ضائع نہ ہو سکے گی۔ اہل عرب اپنی حیرت انگیز قوت حافظہ کے سبب دنیا بھر میں ممتاز تھے۔ آنحضورؐ کے دور اقدس میں ہی صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کریم ازبر یاد کر لیا تھا، کثرت حفاظ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ غزوۂ بیر معونہ میں ستر قراء شہید ہوئے، جنگ یمامہ میں ایک روایت کے مطابق ستر اور دوسری روایت کے مطابق سات سو حفاظ شہید ہوئے۔ حفظ قرآن کے ساتھ آنحضورؐ کے وقت کتابت قرآن کا بھی اہتمام تھا، جتنا قرآن نازل ہوتا فوراً کسی کاتب وحی کو بلا کر آپؐ اپنی جگہ لکھوا دیتے اس طرح آپکی نگرانی میں قرآن کریم کا ایک مکمل نسخہ تیار ہوا جو اگرچہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ متفرق پتھر کی سلوں، چمڑے کے ٹکڑوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں، جانوروں کی ہڈیوں اور کچھ کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھا ہوا تھا۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس[۱۰] تک شمار کی گئی ہے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن ابی سرحؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ، حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ، حضرت حنظلہ بن الربیعؓ، حضرت معیقیب بن ابی فاطمہؓ، حضرت عبداللہ بن ارقم الزہریؓ، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور حضرت

زید بن ثابتؓ کے اسماء گرامی ہیں۔ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ صدیق کے پاس جاکر کہا کہ آئندہ معرکوں میں اگر اس طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو اندیشہ ہے کہ قرآن کا بڑا حصہ ناپید نہ ہوجائے اس لئے آپ جمع قرآن کا کام شروع کردیں، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جو کام آنحضورؐ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کردوں؟ حضرت عمرؓ نے باربار کہا کہ واللہ یہ کام بہتر ہی بہتر ہے یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کو شرح صدر ہوگیا اسی وقت زید بن ثابتؓ کو بلاکر فرمایا کہ تم سمجھدار نوجوان کاتب وحی ہو لہٰذا قرآن کو تفتیش وتحقیق کرکے جمع کرو، انھوں نے بھی پہلے وہی عذر کیا بعد میں وہ بھی متفق ہوگئے اب صحابہ کرامؓ کے درمیان اعلان کرادیا گیا کہ قرآن کریم کی آیات جن کے پاس لکھی ہوئی ہوں وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئیں، اس طرح کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے انھوں نے قرآن کریم کو جمع کیا۔ حضرت زیدؓ خود حافظ قرآن اور کاتب وحی تھے وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے یا متفرق تختیوں سے نقل کرسکتے تھے لیکن انھوں نے ان سب ذرائع کے ساتھ انتہائی احتیاط سے کام لیکر کسی آیت کو اپنے صحیفہ میں اس وقت تک درج نہیں کیا جب تک اس کے متواتر ہونیکی تحریری اور زبانی شہادتیں نہ مل گئیں، اس زبردست احتیاط کے ساتھ سنہ ۱۲ھ میں تمام امت کی اجماعی تصدیق سے قرآن کا یہ نسخہ تیار ہوا جو بہت سے صحیفوں پر مشتمل تھا کیوں کہ اس کی ہر ہر سورتیں علیٰحدہ علیٰحدہ صحیفہ پر لکھی گئیں۔ یہ صحیفے حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہے پھر حضرت عمرؓ کے پاس اور انکی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمر کے پاس محفوظ رہے۔

حضرت حفصہ رضؓ کے انتقال کے بعد مروان بن حکم نے ان صحیفوں کو منگوا کر ضائع کر دیا کہ اب حضرت عثمان رضؓ کے تیار کرائے ہوئے مصاحف کی اتباع لازم ہے کیوں کہ اس کے رسم الخط اور ترتیب سُوَر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے لہٰذا جو نسخہ اس ترتیب و رسم الخط کے خلاف ہو اسے باقی نہ رہنا چاہئے۔ حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں اسلام روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا اور قرآن مختلف قراءتوں میں پڑھا جاتا تھا، لوگوں میں اختلاف قراءت کیوجہ سے جھگڑے شروع ہوئے کچھ لوگ ناواقفیت کیوجہ سے اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے حالانکہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا اور مختلف صحابہ رضؓ نے آنحضورؐ سے مختلف قراءتوں کو سیکھا اور اپنی اپنی قراءتوں کو اپنے تلامذہ میں رائج کیا۔ ان قراءتوں کا شدید اختلاف اہل عراق و اہل شام کے اندر آرمینیہ اور آذربائیجان کے محاذ جہاد پر حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ نے دیکھا کہ ایک دوسرے کو کافر تک کہہ رہے ہیں چنانچہ وہ مدینہ لوٹتے ہی حضرت عثمان رضؓ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ کتاب اللہ کے بارے میں اس امت کو یہود و نصاریٰ کیطرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی بچا لیجئے۔ حضرت عثمان رضؓ نے جلیل القدر صحابہ رضؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے تاکہ کوئی اختلاف پیش نہ آئے۔ صحابہ کرام رضؓ نے اس رائے کی تائید فرمائی۔ حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ میں رہ اختلاف اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہو تو جو لوگ یہاں سے دور ہیں وہ اور زیادہ اختلاف و تکذیب کرتے ہوں گے لہٰذا سب مل کر قرآن کریم کا

ایک ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کیلئے واجب الاقتدار ہو، اس کے لئے حضرت
زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن
بن حارث بن ہشامؓ کی ایک جماعت بنا کر مامور کیا اور انکی مدد کیلئے دوسرے
صحابہؓ کو بھی لگایا یہاں تک کہ انکی تعداد بارہ ہوگئی جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ
حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت کثیر بن افلحؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت
مالک بن ابی عامرؓ شامل تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے
وہ صحیفے منگوائے جو حضرت ابوبکرؓ نے لکھوائے تھے اور فرمایا کہ اسے سورتوں
کی ترتیب کے ساتھ نقل کرو اور جہاں تلفظ میں اختلاف ہو وہاں خاص قریش
کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ان حضرات
نے پوری امت کی اجماعی تصدیق سے مکمل معیاری نسخہ سورتوں کی ترتیب کے
ساتھ مرتب کیا اور اس کا رسم الخط ایسا رکھا جس میں تمام متواتر قرائتیں سما
سکیں اسی لئے نقطے اور اعراب بھی نہیں لگائے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک قول
کے مطابق سات نسخے تیار کرائے ایک مدینہ منورہ میں محفوظ رکھا اور ایک ایک نسخہ
مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ بھیجدیا، اور مختلف صحابہ کے
پاس جتنے انفرادی نسخے تھے ان سبکو ضائع کردیا تاکہ کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔
حضرت عثمانؓ کے اس کارنامہ کی تمام صحابہؓ نے تائید وحمایت فرمائی اور پوری
امت نے اسے بنظرِ استحسان دیکھا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عثمانؓ کے بارے
میں سوائے بھلائی کے کچھ نہ کہو کیوں کہ واللہ انھوں نے مصاحف کے معاملہ
میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں ہمارے مشورہ سے کیا، یہ واقعہ

۵۰ھ لکھا ہے۔ اب امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقہ سے لکھنا جائز نہیں، چنانچہ صحابہؓ و تابعینؒ نے مصاحف عثمانی کی وسیع پیمانہ پر نقول کرا کے اشاعت کی۔

اہل عرب کو بے نقطے اور بے اعراب کے قرآن پڑھنے میں کوئی دشواری نہ تھی لیکن جب ممالک عجم میں اسلام زیادہ پھیلا تو اہل عجم کو دشواری ہونے لگی اس لئے ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے ابوالاسود دُئلی نے نقطے اور اعراب لگائے، دوسری روایت یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے حسن بصریؒ، یحییٰ بن یعمرؒ، اور نصر بن عاصم لیثیؒ سے ۸۶ھ میں نقطے اور اعراب لگوائے بعد میں خلیل بن احمدؒ نے ہمزہ اور تشدید کی علامتیں وضع کیں۔

صحابہؓ و تابعینؒ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ میں ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے اور روزانہ تلاوت کی ایک مقدار مقرر کرلی تھی جس کو منزل یا حزب کہا جاتا ہے اس طرح پورا قرآن سات منزل (احزاب) پر تقسیم ہوا، پہلی منزل تین سورتوں کی، دوسری پانچ سورتوں کی، تیسری سات سورتوں کی، چوتھی نو سورتوں کی، پانچویں گیارہ سورتوں کی، چھٹی تیرہ سورتوں کی اور ساتویں سورۂ ق سے آخر قرآن تک۔ ہر منزل کی پہلی سورہ کا پہلا حرف لیکر "فمی بشوق" مجموعہ ہوتا ہے جو ابتداء منزل کو بتاتا ہے۔

بچوں کی سہولت کیلئے قرآن کو تیس (۳۰) اجزاء یعنی تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا، اس تقسیم میں معنیٰ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے بلکہ کہیں کہیں ادھوری بات ہی پر پارہ ختم ہو جاتا ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اسی طرح

حضرت عثمانؓ نے تیس صحیفوں پر قرآن لکھوایا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ ۲۵ھ میں یہ تقسیم ہوئی۔ البتہ رکوع کی تعیین معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے یعنی جہاں ایک سلسلۂ کلام ختم ہوا وہاں رکوع کی علامت بنا دی گئی تاکہ اتنی مقدار ایک رکعت میں پڑھی جائے اسی لئے اس کو رکوع کہتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے قرآن کو پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوعات پر تقسیم کیا اور اس کی علامتیں بنا دیں تاکہ تراویح میں ستائیسویں شب میں قرآن ختم ہو سکے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ رکوعات کی تعیین حضرت عثمانؓ ہی کے دور میں ہوئی۔

اس بات پر بھی اجماع منعقد ہے کہ قرآن کی کل سورتیں ۱۱۴ ہیں اور ایک قول میں ۱۱۳ ہیں جبکہ "انفال" اور "برارۃ" ایک سورہ مانی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قرآن کی کل آیتیں ۶۶۱۶ ہیں اور ۳۲۳۶۷۱ حروف ہیں۔ آیات کی تعداد میں علماء کا اختلاف بھی ہے۔ کلماتِ قرآن کی تعداد ۷۷۹۳۳ بہت سے علماء نے بتائی ہے، بعض مفسرین نے ۷۷۴۳۷ اور کچھ علماء نے ۷۷۲۷۷ بتائی انکے علاوہ بھی اقوال ہیں، یہ اختلاف کلمہ کی حقیقت، مجاز، تلفظ اور رسم الخط کی وجہ سے ہوا، کسی نے کسی کی رعایت کی اور کسی نے کسی کی۔

پریس کی ایجاد سے پہلے قرآن کریم قلمی ہوتے تھے اور ہر دور میں کاتبوں کی ایک بڑی جماعت رہا کرتی تھی جس کا مشغلہ صرف کتابت قرآن ہوتا تھا، حروف قرآن کو بہتر سے بہتر بنانے میں مسلمانوں نے جو عظیم محنتیں کی ہیں اس کی تاریخ بڑی دلچسپ اور بہت طویل ہے۔ جب پریس ایجاد ہوا تو سب سے پہلے ہیمبرگ میں ۱۱۱۳ھ میں قرآن کریم طبع ہوا جس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں موجود

ہے اس کے بعد متعدد مستشرقین نے طبع کرائے لیکن اسلامی دنیا میں وہ مقبول نہ ہوئے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے مولائے عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں طبع کرایا اس کے بعد قازان میں چھاپا گیا پھر ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں پتھر پر چھاپا گیا جس کے نسخے دنیا بھر میں عام ہوئے۔

(علوم القرآن، ظفر، ایک عالمی تاریخ)

تفسیر

صاحب تفسیر بیضاوی

کنیت ابوالخیر، لقب ناصرالدین، نام عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی۔ شیراز میں بیضاء نام کی بستی آپ کا مولد و مسکن ہے اسی نسبت سے شیرازی و بیضاوی کہے جاتے ہیں، اپنے اقلیم شیراز کے قاضی رہے اس لئے قاضی بیضاوی سے مشہور ہوئے، مسلکاً شافعی تھے۔ بہت سے علوم و فنون میں کامل دستگاہ اور مہارت رکھتے تھے۔ ساتھ ہی بہت بڑے عابد و زاہد اور صالح شخص تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار آپ تبریز گئے وہاں ایک درس کی مجلس میں پیچھے بیٹھ گئے، استاذ نے ایک معمہ بیان کیا اور کہا کہ اس کو حل کردو یا اس کے الفاظ ہی کا اعادہ کردو۔ آپ نے اس نکتہ کو حل کر دیا اور الفاظ کا بھی اعادہ کر دیا اور اس کی ترتیب میں جو نقص تھا اسے بھی واضح کر دیا پھر اسی جیسا ایک نکتہ بیان کر کے استاذ سے کہا کہ آپ اسے حل فرمائیے، استاذ بالکل لاجواب ہو گئے۔ مجلس میں وزیر بھی تھا اس نے آپ کی ذہانت و

ذکاوت دیکھ کر پوچھا آپ کون ہیں؟ بولے میں بیضاوی ہوں اور شیراز میں عہدۂ قضا کیلئے آیا ہوں، وزیر نے آپکا بڑا اعزاز و اکرام کیا، شاہی لباس انعام میں دیا اور آپکی خواہش پر شیراز کا قاضی بنا دیا۔

آپ کی تصنیفات میں تفسیر بیضاوی بہت مشہور و معروف ہے اور مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے، اس میں تفسیر کے ساتھ حقائق کلام و حکمت، دقائق حدیث، اسرار معانی و بیان، رموز فلسفہ، وجوہ قرارت، تاویلات نقلیہ و عقلیہ، غوامض صرف و نحو وغیرہ بہت سے علوم سے کافی بحث کی ہے، اس کے علاوہ فقہ شافعی میں الغایۃ القصویٰ۔ اصول فقہ میں شرح منہاج، منہاج الوصول الی علم الاصول، شرح منتخب۔ اصول دین میں مصباح الارواح۔ علم کلام میں طوالع الانوار۔ حدیث میں شرح مصابیح۔ نحو میں لب الالباب، شرح کافیہ۔ منطق میں شرح مطالع وغیرہ مختلف علوم و فنون میں بہت سی علمی کتابیں تصنیف کیں جو آپ کے تبحر علمی کی روشن دلیل ہیں۔ تبریز میں ۶۸۱ھ یا ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء میں وفات پائی، دوسرا قول راجح ہے، فرید العصر سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ (تذکرہ و ظفر)

صاحب تفسیر ابن کثیر

کنیت ابو الفداء، لقب عماد الدین، نام اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضو بن کثیر۔ ۷۰۱ھ میں بصرہ میں ولادت ہوئی۔ ابھی تین برس کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ سات برس کے ہوئے تو اپنے بھائی شیخ عبد الوہاب

کے ساتھ دمشق آئے، وہیں ان سے تعلیم و تربیت پائی۔ برہان فزاری
کمال بن قاضی شہبہ، اصبہانی، اسحٰق آمدی، ابن عساکر، ابن رضی حجاز
ابن تیمیہ اور دوسرے بہت سے اساتذہ سے پڑھا اور اپنے خسر شیخ ابوالحجاج مزی
شافعی سے تکمیل کی، علامہ دبوسی دانی اور ختنی وغیرہ سے بھی اجازت حاصل
تھی۔ آپ بہت ذکی و ذہین قوی الحافظہ اور زبردست محقق، مشہور مؤرخ و مفسر
ٹھوس فقیہ، امام و مفتی اور حافظ حدیث تھے۔ تاریخ و حدیث و تفسیر میں علم کی
ریاست آپ پر ختم تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی جیسا محدث اور علم کا پہاڑ لکھتے
کہ آپکی خدمت میں جب گیا تو ضرور آپسے استفادہ کیا اور چھ برس آپکی خدمت
میں رہا۔ محققانہ شان کے ساتھ زہد و ورع اور تسبیح و تہلیل کی صفت سے بھی
آراستہ تھے۔ آپکی تصنیفات انتہائی محقق، مستند اور معتبر ہیں۔ تفسیر کی کتاب
محدثانہ طرز پر بہت مفید اور بے نظیر لکھی جو مصر سے چار جلدوں میں طبع ہوئی،
روایت میں کافی احتیاط برتتے ہیں۔ تاریخ میں البدایہ والنہایہ جو چودہ
جلدوں میں طبع ہوئی اسی طرح حدیث و احکام وغیرہ میں آپ کی تصنیفات
ہیں۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی۔ ۱۵ / شعبان ۷۷۴ھ کو دمشق میں وفات
ہوئی۔ ابن تیمیہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (تذکرہ و ظفر)

صاحب کشاف جار اللہ زمخشری

کنیت ابوالقاسم، لقب جار اللہ اور فخر خوارزم، نام محمود بن عمر۔
چہار شنبہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو خوارزم کے قصبہ زمخشر میں پیدا ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں ایک مدت تک سکونت پذیر رہے اس لئے جار اللہ (اللہ کے پڑوسی) کہلانے لگے۔ آپ تفسیر، حدیث، لغت، ادب، نحو، علم بیان وغیرہ کے زبردست امام تھے۔ ابوالحسن علی بن المظفر نیشاپوری، ابونعیم اصبہانی، ابومنصور نصر اور دیگر بڑے بڑے علمار سے علم ادب پڑھا۔ رزین بقالی محمد بن ابوالقاسم وغیرہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔ متعلمی کے زمانہ میں بخارا جارہے تھے کہ سواری سے گر پڑے اور ایک ٹانگ میں سخت چوٹ آگئی۔ علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا مجبوراً وہ ٹانگ کٹوادی اور لکڑی کا پاؤں لگوا کر چلتے پھرتے رہے۔ علمی دنیا میں آپکو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اپنے زمانہ کے بالاتفاق ایسے امام تھے کہ علوم وفنون حاصل کرنے کیلئے آپکی طرف لوگ سفر کرتے تھے۔

آپ کثیر التصانیف ہیں، فصاحت وبلاغت کے امام ہونے کی وجہ سے آپ کی تصنیفات بہت عمدہ اور مقبول ہیں۔ آپنے تیس (۳۰) کتابیں لکھیں جن میں مفصل اور تفسیر کشاف زیادہ مقبول اور داخل درس ہیں، ان کی شرحیں بھی زیادہ لکھی گئیں۔ کشاف کے بارے میں ابن خلکان کا قول ہے کہ ایسی کتاب تفسیر میں اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ علامہ زمخشری کبار احناف میں سے تھے لیکن اعتقاداً معتزلی تھے اس لئے اپنے اعتقاد کے مطابق بہت سی آیات کی تاویل میں سوء تعبیر وتغیر سے کام لیا ہے جسے کم علم نہیں سمجھ پاتے اس لئے بعض فقہار نے اس کتاب کا مطالعہ حرام بتایا ہے۔ مکہ مکرمہ سے جب آپ جرجانیہ خوارزم آئے جو نہر جیحون کے کنارے واقع ہے تو وہیں شب عرفہ ۵۳۸ھ میں وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازیؒ

کنیت ابو عبداللہ، لقب فخر الدینؒ، نام محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی
۲۵ رمضان ۵۴۴ھ کو رے میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے رازی کہے جاتے
ہیں۔ علم اصول اپنے والد عمر سے پڑھا انھوں نے سلیمان بن ناصر سے انھوں نے
امام الحرمین ابو المعالی سے انھوں نے اسحٰق اسفرائنی سے انھوں نے ابو الحسن
باہلی سے انھوں نے ابو الحسن اشعری سے۔ اسی طرح علم فقہ اپنے والد سے
انھوں نے محمد بن حسین بغوی سے انھوں نے قاضی حسین مروزی سے انھوں نے
انھوں نے قفال مروزی سے انھوں نے ابو اسحٰق مروزی سے انھوں نے
ابن سریج سے انھوں نے ابو القاسم انماطی سے انھوں نے ابراہیم مزنی
سے انھوں نے حضرت امام شافعیؒ سے پڑھا۔ اپنے دور کے بے نظیر عالم اور علم کلام
و معقولات میں بڑی فوقیت رکھنے والے تھے۔ علمی حلقوں میں صاحب تفسیر کبیر
سے یاد کئے جاتے تھے، آپکی یہ تفسیر بہت ضخیم اور ہر قسم کے علوم و فنون، نوادرات
علم کلام و معقولات سے بھری ہوئی اپنے طرز کی بے نظیر تصنیف ہے، اس کے
علاوہ بہت سی کتابیں مختلف علوم و فنون میں تصنیف کیں ان میں شرح
اشارات لابن سینا (حکمت) نہایۃ الایجاز (اعجاز) اپنے فن میں نہایت
عمدہ اور داخل درس ہیں۔ شرح مفصل للزمخشری (نحو) شرح الوجیز للغزالی
(فقہ) شرح سقط الزند للمعری۔ شرح الکلیات للقانون (طب) وغیرہ
بہت سی کتابیں آپکی تصنیفات میں مذکور ہیں جن میں آپ نے ایک ایسی

نیا رنگ پیدا کیا ہے جس سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں۔ اسی لئے لوگ متقدمین کی کتابیں چھوڑ کر آپکی تصنیفات کیطرف جھک پڑے، علمی فضل وکمال کے ساتھ وعظ وتبلیغ میں یکتائے روزگار تھے، عربی وعجمی دونوں زبانوں میں وعظ فرماتے اور وعظ کے درمیان کثرت سے روتے تھے۔ آپ کے وعظ سے لوگوں کو بہت نفع ہوا، کتنے کرامیہ اپنے عقائد سے تائب ہوکر اہلسنت کے موافق صحیح المسلک ہوگئے۔ آپکو شیخ الاسلام کا لقب شہر ہرات میں دیا گیا تھا، وہیں دوشنبہ یکم شوال سنہ ۶۰۶ھ کو وفات پائی اور ہرات کے قریب قریہ مزداخاں میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب مدارک التنزیل

کنیت ابوالبرکات، لقب حافظ الدین، نام عبداللہ بن احمد بن محمود۔ ماوراء النہر کے شہر نسف کیطرف نسبت کیوجہ سے نسفی کہے جاتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں فقہ، اصول فقہ، حدیث وتفسیر میں بلند پایہ امام مانے جاتے تھے، زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ شمس الائمہ الکردری، حمید الدین الضریر اور بدرالدین خواہرزادہ سے فقہ پڑھی۔ فقہاء کے چھٹے طبقہ میں آپکا شمار تھا جو قوی وضعیف روایات کی تمیز کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ نہایت معتبر اور مستند تصانیف آپ کی کثیر ہیں۔ تفسیر میں مدارک التنزیل نہایت عمدہ اور داخل درس ہے، اسی طرح فقہ میں کنز الدقائق ہے جس کی شرح ابن نجیم مصری کی البحر الرائق کتب فتاویٰ میں بہت مقبول ہے اس کی

دوسری شرح علامہ بدرالدین عینی کی رمز الحقائق ہے۔ اصول فقہ میں المنار ہے جس کی شرح ملا جیون کی نور الانوار ہے۔ خود آپ نے اس کی شرح کشف الاسرار لکھی۔ عقائد میں بھی المنار نام کی ایک کتاب لکھی۔ ہدایہ جیسی کتاب الوافی اور اس کی شرح الکافی لکھی، ان کے علاوہ بہت سی آپکی تصانیف ہیں۔ بغداد میں سنہ ۷۰۱ھ میں یا شب جمعہ ربیع الاول سنہ ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔ آخری قول راجح ہے۔ مخزن جود ۷۱۰ اور تقی نسفی ۷۱۰ سے تاریخ وفات برآمد کی گئی ہے (تذکرہ، ظفر)

صاحب جلالین نصف ثانی

کنیت ابو عبد اللہ، لقب جلال الدین، نام محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد محلی۔ محلہ کبریٰ کیطرف نسبت ہے جو مغربی مصر کا ایک شہر ہے۔ شوال سنہ ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے حفظ قرآن کیا پھر بدر المحمود اقصرائی، بیجوری، شمس بساطی، علاء بخاری، علامہ بلقینی، شیخ عراقی، عز بن جماعہ، حافظ ابن حجر وغیرہ جلیل القدر اساتذہ سے تحصیل علم کیا اور فقہ، اصول، کلام، نحو، منطق وغیرہ میں کمال پیدا کیا۔ آپ بہت ذکی و ذہین تھے، بعض لوگ کہتے تھے کہ آپکا ذہن اتنا تیز ہے کہ ہیرا میں سوراخ کرتا ہے پہلے کپڑے کی تجارت کرتے تھے پھر ایک شخص کو اپنا قائم مقام بنا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا، مؤیدہ اور برقوقیہ میں فقہ شافعی پڑھاتے تھے، عہدۂ قضا آپ پر پیش کیا گیا تو اس سے انکار کر دیا، علوم نقلیہ و عقلیہ میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ تقویٰ و دیانتداری میں بے نظیر تھے۔ حق بات کسی سے بھی سنتے تو فوراً اس کی طرف رجوع

کر لیتے۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ آپ کے اوصاف حمیدہ لکھے جائیں تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں تفسیر جلالین بہت مشہور اور داخل درس ہے۔ سورۂ اسراء سے ختم قرآن تک مع سورۂ فاتحہ آپ نے لکھی، نصف اول لکھنے کا ارادہ تھا مگر عمر نے وفا نہ کی تو آپ کے مشہور شاگرد علامہ سیوطی نے استاذ ہی کے طرز پر لکھ کر اس کی تکمیل کی، اس تفسیر کے الفاظ قریب قریب قرآن کے الفاظ کے ہم عدد ہیں۔ عام طور سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ نصف اول کس کا لکھا ہے اور نصف ثانی کس کا؟ اس کے شناخت کی آسان صورت یہ ہے کہ حروف تہجی کے اعتبار سے سین پہلے ہے اور میم بعد میں اس طرح سیوطی کے شروع میں سین ہے ان کا نصف اول ہے اور محلی کے شروع میم ہے جو بعد والا حرف ہے تو ان کا بعد والا نصف ثانی ہے۔ محلی کی وفات مرض اسہال میں ۱۵ رمضان ۸۶۴ھ کو ہوئی۔ زندگی میں متعدد بار بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب جلالین نصف اول

کنیت ابو الفضل، لقب جلال الدین، نام عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن سابق الدین الاسیوطی۔ مصر کے نواح میں دریائے نیل کے جانب مغرب شہر سیوط جسے اسیوط بھی کہا جاتا ہے وہیں محلہ خضریہ میں جو سوق خضریہ سے مشہور ہے یکم رجب ۸۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر کے عمدہ، منہاج، اصول، الفیہ ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں۔ ۸۶۴ھ سے باقاعدہ مختلف

علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے اس کے لئے شام، حجاز، یمن، ہندوستان، مغرب بلاد تکرور اور مصر کے شہروں میں دمیاط و فیوم وغیرہ کا سفر کر کے ۱۵۱ اساتذہ سے پڑھا۔ اپنی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کی وجہ سے مختلف علوم و فنون میں اپنے اقران پر بلکہ اپنے شیوخ پر بھی سبقت لے گئے اور اپنی علمی جلالت شان پر بہت سے علماء سے خراج تحسین حاصل کیا۔ عربیت اور حدیث میں آپ جیسا اس وقت کوئی عالم نہ تھا خود فرماتے تھے کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے بھی زیادہ ملتیں تو انھیں بھی یاد کرتا۔ ۸۶۶ھ میں آپکو تدریس عربی کی اجازت مل گئی۔ ۸۷۱ھ سے افتاء کا کام شروع کیا۔ ۸۷۲ھ سے املاءِ حدیث میں مشغول ہوئے۔ چالیس برس کی عمر ہوئی تو تدریس و افتاء و قضا اور تمام دنیوی تعلقات ختم کر کے گوشہ نشینی، ریاضت و عبادت اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ طبیعت میں بے نیازی تھی، امراء و سلاطین کے تحائف و ہدایا قبول نہ کرتے تھے۔ آنحضور کی خواب میں زیارت ستر سے زائد مرتبہ ہوئی۔ آپکی ایک کرامت یہ ہے کہ اپنے خادم خاص محمد بن علی حباک سے قیلولہ کے وقت کہا کہ اگر میری زندگی میں یہ راز فاش نہ کرو تو عصر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھوا دوں اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲ قدم آنکھ بند کرا کے چلا کر فرمایا کہ آنکھیں کھول دو، دیکھا تو باب معلاۃ پر تھے وہاں طواف کیا، زمزم پیا، واپسی میں آنکھ بند کرا کے سات قدم دوڑایا آنکھ کھلی تو مصر میں موجود تھے۔ مختلف علوم و فنون میں پانچ سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ اپنے استاذ جلال الدین محلی کی وفات کے چھ سال بعد اکیس برس کی عمر میں صرف چالیس یوم میں جلالین نصف اول محلی کے طرز پر لکھی۔ علوم قرآن پر "الاتقان فی علوم القرآن" سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد نہایت اہم کتاب تصنیف کی۔ الاشباہ والنظائر بھی آپکی مشہور

تصنیف ہے، یہ تینوں کتابیں داخلِ درس ہیں۔ ۶۱ برس دس ماہ ۱۸ دن کی عمر میں بائیں ہاتھ کے شدید ورم میں شبِ جمعہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ اور قاہرہ میں باب القرافہ سے متصل قیسون میں مدفون ہوئے (تذکرہ وظفر)

اصول تفسیر

صاحب اتقان

آپ کے حالات تفسیر جلالین نصف اول کے ضمن میں صہ ۲۵ پر گذر چکے۔

صاحب الفوز الکبیر

کنیت ابو الفیاض، تاریخی نام عظیم الدین، نام ولی اللہ احمد بن شاہ عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور دہلوی۔ سلسلۂ نسب تیس (۳۰) واسطوں سے سیدنا عمر فاروقؓ تک پہونچتا ہے۔ چہار شنبہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ (۱۷۰۲ء) کو اپنے ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ پانچویں برس والد ماجد سے پڑھنا شروع کیا، سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور ضروری ارکان و فرائض معلوم کر لئے، اسی سال سے فارسی وعربی بھی پڑھنے لگے، دس برس کی عمر میں شرح جامی تک پہونچ گئے اور ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی اور اسی عمر میں کافیہ کی شرح لکھنی شروع کردی، پندرہ برس کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کرلی اسی سال ۱۱۲۸ھ میں آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے شادی ہوئی، عقد نکاح

کے ایک سال بعد والد محترم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے خاص کر اذکار نقشبندیہ از اول تا آخر پورا کیا اور فن تصوف میں آننا درک حاصل کیا کہ اس کے غوامض آپ کے لئے پانی ہو گئے، اسی دوران علماء و فقہاء، مشائخ و قضاۃ اور دیگر عوام کے مجمع میں آپکی دستار بندی ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں آپکے والد محترم نے اجازت بیعت دی اور مدرسہ رحیمیہ و خانقاہ رحیمیہ کا انتظام آپکے سپرد کر کے ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء کو وفات پا گئے۔ تجوید و قرارت کی اجازت دہلی کے شیخ القراء مولانا محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں حاصل کی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تقریباً بارہ سال تک کتب دینیہ و معقولات کا درس دیتے رہے اور جو طریقہ تعلیم پہلے سے رائج تھا اس کے برخلاف دوسرا طریقہ رائج کیا جو استعداد علمی کے لئے مفید ترین تھا۔ تدریس کے دوران ہر علم و فن کا نیز مذاہب اربعہ کی فقہ اور اصول فقہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ علم حدیث کیلئے ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء میں حجاز مقدس کا سفر کیا وہاں چودہ ماہ قیام کر کے ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو دہلی واپس ہوئے اس دوران وہاں کے اساتذہ کرام اور حرمین سے جو فیوض و برکات اخذ کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا، دو حج بھی نصیب ہوئے، شیخ ابو طاہر اور دیگر علمائے حرمین سے روایت حدیث کی سعادت حاصل کی، علمی صحبتوں اور عمیق مطالعہ سے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا اور پھر مرکز علمی مدرسہ رحیمیہ میں سلسلہ درس شروع کر دیا، جوق در جوق طلباء اطراف و اکناف اور بیرون ہند سے آ آ کر مستفیض ہونے لگے۔

ہندوستان میں جو کتابیں نایاب تھیں انھیں حجاز سے لائے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے جن میں آپکے ہر چہار صاحبزادگان اور شیخ محمد عاشق پھلتی،

شاہ نور اللہ بڑھانوی، خواجہ امین کشمیری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ مرتضیٰ حسینی، شیخ محمد سعید افغانی وغیرہ علم کے آفتاب ماہتاب ہوئے۔

آپ اپنے دور کے سب سے بڑے محدث ومفسر زبردست مجتہد اور علمائے متاخرین میں سب پر فوقیت رکھتے تھے، آپکے تجدیدی کارناموں پر عقل دنگ رہ جاتی ہے جن کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ آپکے کاموں کی تفصیلی حقیقت آپ کی تصنیفات سے نمایاں ہوتی ہیں بلاشبہ آپکے مقام اور کام بلکہ اسلامی روح، منشاء الٰہی اور انفرادی واجتماعی اسلامی دستور العمل معلوم کرنے کے لئے آپ کی تصنیفات ہی بہترین ذریعہ ہیں جو انتہائی مفید اور بے نظیر ہیں ان میں مایۂ ناز تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" بعض مدارس میں داخل درس ہے اس جیسی کتاب مذہبی نظام کی فلسفیانہ تشریح، حکیمانہ توجیہ، معاشی وسیاسی نظام اور مختلف نکات پر مشتمل کسی زمانہ میں نہیں لکھی گئی۔ "فتح الرحمٰن" نام سے فارسی زبان میں قرآن کریم کا نہایت جامع ترجمہ سب سے پہلے ہندوستان میں آپ ہی نے کیا۔ "الفوز الکبیر" اصول تفسیر میں فارسی میں ایک جامع رسالہ لکھا جو قرآن کے علوم خمسہ، تاویلِ حروفِ مقطعات، رموز قصص، اصول ناسخ ومنسوخ پر نہایت مفید اور بصیرت افروز ہے اس کا عربی ترجمہ علامہ منیر الدین دمشقی نے کیا ہے جو مدارس میں پڑھایا جاتا ہے، اردو ترجمہ بھی اسکا شائع ہو چکا ہے۔ شاہ صاحب کی تصانیف دو سو سے زائد بتائی جاتی ہیں جن میں زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اپنی وسعتِ علم، دقتِ نظر، قوت استدلال، ملکۂ استنباط، سلامتِ فہم، صفائیٔ قلب، اتباع سنت وغیرہ کمالات کی وجہ سے اپنے

لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے مگر مذاہب اربعہ کی حدود کے پابند تھے - خود "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ طبعی میلان کے خلاف آنحضورؐ کی وصیت برہان حق بن گئی کہ میں مذاہب اربعہ کا پابند رہوں اور تا امکان تطبیق و توفیق کر دوں اور یہ چیز میری طبیعت کے خلاف بطور تعبد طلب کی گئی۔

۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ء) کو دہلی میں وفات پائی اور مقبرہ مہندیان میں اپنے والد محترم کے مزار سے متصل مدفون ہوئے۔ "اد بود امام اعظم دیں" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔

تجوید و قرات

صاحب تیسیر

کنیت ابو عمرو، نام عثمان بن سعید دانی ۳۷۱ھ میں پیدا ہوئے، مقام دانیہ کے باشندہ تھے اس لئے دانی کہلاتے ہیں۔ آپ فن قرارت کے زبردست امام، شیخ المشائخ اور استاذ الاساتذہ تھے۔ ۳۸۶ھ میں پڑھنا شروع کیا اور ۳۹۷ھ میں مشرق کیطرف گئے اسی سال شوال میں مصر گئے وہاں ایک سال رہے پھر حج کیا، ذوالقعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس گئے، ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف گئے اور سرقسطہ میں سات برس مقیم رہے پھر قرطبہ پہونچے وہاں سے ۴۱۷ھ میں اپنے وطن دانیہ آ گئے۔ بہت سے قرار سے قرارت حاصل کی اور آپ سے بھی ایک بڑی جماعت نے قرارت سیکھی اس کے علاوہ آپ تفسیر، حدیث، طرق حدیث، اسماء الرجال، خطاطی وغیرہ میں

ید طولیٰ رکھتے تھے، جید الحفظ، ذکی و ذہین، متقی و مستجاب الدعوات تھے، آپ جو کچھ لکھتے اس کو حفظ کر لیتے اور اسے کبھی نہ بھولتے۔۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں، قرارت سبعہ میں آپکی کتاب "التیسیر" مشہور اور داخل درس ہے، اسی فن میں "جامع البیان" بھی ہے۔ طبقات القرار، الفتن والملاحم وغیرہ آپ ہی کی ہیں۔ دانیہ میں ۱۵ر شوال ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ)

صاحب شاطبیہؒ

کنیت ابوالقاسم وابو محمد، لقب ولی اللہ، نام محمد قاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد۔ مشرقی اُندلس کے مردم خیز شہر شاطبہ میں ۵۳۸ھ پیدا ہوئے اسی نسبت سے شاطبی کہے جاتے ہیں۔ مادرزاد نابینا تھے۔ فن قرارت، تفسیر وحدیث، نحو ولغت اور علم تعبیر کے زبردست امام تھے۔ قرارت ابوعبداللہ محمد بن ابی العاص منفری اور ابن ہذیل اندلسی سے اور علم حدیث ابوعبداللہ محمد بن یوسف، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحیم اور حافظ ابوالحسن وغیرہ سے، حاصل کیا اور دیگر فضلار سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی۔ کتاب سیبویہ، الکامل للمبرد، ادب الکاتب لابن قتیبہ وغیرہ پڑھی۔ مکمل بخاری ومسلم زبانی یاد تھیں۔ آپ شافعی المسلک، بہت بڑے عابد وزاہد، متقی ومتواضع اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سنت نبوی کے سخت پابند، ضرورت سے زائد نہ خود بولتے نہ دوسروں کو بولنے دیتے۔ علم قرارت پر تکلف لباس میں باوضو نہایت انکسار وخشوع کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ۵۷۲ھ میں مصر گئے،

سلطان صلاح الدین کے وزیر قاضی فاضل نے آپ کے اعزاز میں ایک
مدرسہ تعمیر کرایا جس میں آپ قرآن کریم، قرارت، نحو ولغت وغیرہ پڑھاتے رہے
آپ سے ایک عالم کو فیض پہونچا، مصر میں بہت سے شاگرد پیدا ہوئے۔ آپ ولایت
اور کشف وکرامت میں مشہور تھے، بیحد آپکا اعزاز واکرام کیا جاتا تھا۔ آپ کی
تصانیف میں شاطبیہ اور رائیہ داخل درس ہیں، شاطبیہ میں ۱۱۷۳ اشعار
ہیں جن میں علامہ دانی کی تیسیر کو مع اضافہ نرالے طرز پر نظم کیا ہے۔ قصید رائیہ
میں ۲۹۸ اشعار ہیں، دونوں قصیدے حد درجہ مقبول ہوئے۔ قصیدہ لامیہ ایسا
لاجواب ہے کہ اس کے سامنے سارے فصحاء و بلغاء نے گھٹنے ٹیک دیئے،
اس کی تالیف کے بعد اس کو ساتھ لیکر بیت اللہ کا بارہ ہزار طواف کیا اور مقامات
دعا پر اللّٰھمّ فاطر السّمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب ھٰذا البیت
العظیم انفع بھا کل من قرءھا پڑھتے رہے، علامہ شاطبی نے خواب میں آنحضورؐ کو
دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ اس قصیدہ پر نظر فرمائیے، حضورؐ نے دست مبارک
میں لیکر فرمایا "ھی مبارکۃ من حفظھا دخل الجنۃ"۔ باون برس کی عمر میں
یکشنبہ ۲۸ جمادی الاخری ۵۹۰ھ کو قاہرہ میں وفات پائی اور مصر وقاہرہ
کے درمیان قرافہ میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب مقدمہ جزریہ

کنیت ابوالخیر، لقب قاضی القضاۃ، نام محمد بن علی جزری، ۲۵ رمضان
۷۵۱ھ کو دمشق میں ولادت ہوئی۔ جزیرہ (الجزائر) کے باشندہ ہونیکی وجہ سے

جزری کہے جاتے ہیں، بعد میں شیراز میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ۷۶۴ھ میں
حفظ قرآن سے فارغ ہوئے پھر علم حدیث اور فن قرارت کی تحصیل کی ۷۶۸ھ
میں قرارت سبعہ کو جمع کیا اور حج بیت اللہ کیا، ۷۶۹ھ میں مصر جاکر قرارت
عشرہ اثنا عشرہ اور ثلثہ عشر پڑھی پھر دمشق آکر دمیاطی وابرقوہی سے حدیث
اور امام اسنوی سے فقہ حاصل کی اس کے بعد مصر جاکر اصول، معانی، بیان
وغیرہ کی تحصیل کی پھر اسکندریہ جاکر ابن عبدالسلام کے اصحاب و دیگر حضرات
سے سماعت کی۔ ۷۷۴ھ میں علامہ ابن کثیر نے اور ۷۸۵ھ میں علامہ بلقینی
نے نیز شیخ ضیاء الدین، بن جماعہ، ابن اسماعیل بخاری نے اجازت دی۔ قاہرہ،
اسکندریہ اور بلاد مغرب میں جاکر قرارت کی تکمیل کی اس کے بعد مصر میں مدرسہ
دارالقرآن قائم کرکے تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۷۹۳ھ میں شام کے قاضی
ہوئے۔ ۷۹۸ھ میں بلاد روم میں گئے اور شہر بردسا میں قیام کرکے علم
قرارت وحدیث کی اشاعت کی اور مخلوق کو نفع عظیم پہونچایا۔ تمام ممالک
اسلامیہ میں آپکو قرارت کا امام اور ملک روم میں امام اعظم کا لقب دیا گیا۔
۸۰۵ھ میں فتنۂ تیموری میں آپ ماوراءالنہر اور شہر کش پھر سمرقند لائے گئے۔
شعبان ۸۰۷ھ میں شاہ تیمور کی موت کے بعد آپ خراسان آئے، ہرات
پھر یزد پہونچے اس کے بعد اصبہان گئے آخر میں شیراز آئے، وہاں سے بصرہ
پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ ۸۲۳ھ میں پہونچے اور ہر جگہ کثیر تعداد میں لوگوں نے
آپ سے قرارت پڑھی، مدینہ میں شیخ الحرم نے بھی پڑھی۔ تدریس حدیث
وقرارت کی شدید مشغولیتوں کے ساتھ سفر وحضر میں عبادت و ریاضت

اوراد و ظائف، قیام لیل اور ہفتہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ کے علاوہ مہینہ کے تین روزے کبھی فوت نہ ہوتے تھے۔ تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف ہیں ان میں مقدمۃ الجزری اور النشر فی قراءۃ العشر بہت مقبول اور داخل درس ہیں، ان کے علاوہ طیبۃ النشر، تقریب النشر، تحبیر التیسیر، طبقات القراء، تاریخ القراء، توضیح المصابیح، حصن حصین وغیرہ نہایت مفید کتابیں ہیں جوامت پر بہت بڑا احسان ہیں کہ قرارت سبعہ اور کہیں کہیں عشرہ تک تعلیم ہوتی ہے، آپ نے خاص کر فن قرارت کی بہت زیادہ خدمت کی۔ جمعہ ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو شیراز میں وفات اور دار القرآن میں تدفین ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب فوائد مکیہ

قاری عبدالرحمٰن مکی ولد محمد بشیر خاں، آپ کا اصل وطن قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد ہے، آپ کے والد ہجرت کر کے مکہ معظمہ گئے ساتھ میں آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب بھی گئے وہاں عرصہ تک رہے اور بڑے بھائی سے تجوید و قرارت پڑھتے رہے اور روایت حفص و قرارت سبعہ کی تکمیل کی پھر ہندوستان آئے اور گولڑہ شریف (پنجاب) میں قاری محمد غازی سے پڑھ کر عشرہ کی سند حاصل کی۔ قرارت کی تکمیل کے بعد کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں درس نظامیہ سے فراغت حاصل کر کے وہیں خدمت تدریس انجام دینے لگے پھر شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد کی دعوت پر مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں عرصہ دراز تک مدرسی کی جس کی وجہ سے یہ مدرسہ عرصہ دراز تک علم

قرارت کا مرکز بنا رہا پھر مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں دو سال تک درس دیا۔ آپ سے کثیر تعداد نے استفادہ کیا جو ہند و پاک کے بہت سے مدارس میں قرارت و تجوید کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تجوید میں "فوائد مکیہ" آپ کی مشہور و مقبول تصنیف ہے جو داخل درس ہے دوسری کتاب افضل الدرر ہے جو علامہ شاطبیؒ کے قصیدہ رائیہ کی محققانہ شرح ہے۔ فرقانیہ لکھنؤ کے قیام میں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب جمال القرآن

لقب حکیم الاسلام، نام اشرف علی بن عبدالحق، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے باشندہ ہونے کی وجہ سے تھانوی کہے جاتے ہیں۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ میں حافظ حسین علی صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا پھر فارسی اپنے ماموں سے پڑھی اور مولانا فتح محمد سے وطن میں ابتدائی عربی کتب پڑھیں۔ ذوقعدہ ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۰۱ھ تک دارالعلوم دیوبند میں رہ کر فراغت اور حضرت گنگوہیؒ کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت پائی۔ پڑھنے میں نہایت ذکی، ذہین اور سب ساتھیوں میں ممتاز تھے۔ متعلمی کے دور میں دیوبند میں اگر کوئی غیر مذہب والا مناظرہ کیلئے آجاتا، آپ فوراً جاکر اسے مغلوب کر دیتے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند، مولانا سید احمد دہلوی، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں پچیس روپئے مشاہرہ پر مدرس ہوئے پھر جامع العلوم

پٹکاپور جامع مسجد میں صدر المدرسین ہوئے اور وہاں بڑی مقبولیت کے ساتھ چودہ برس تدریسی خدمت انجام دی۔ آپ نے شاہ رفیع الدین صاحبؒ، شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، شاہ ابو حامد بھوپالیؒ، صوفی شاہ سلیمان لاجپوریؒ، مولانا فتح محمد تھانویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ کی زیارت اور ان حضرات کی دعا و توجہ سے خوب استفادہ کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے اجازت و خلافت پائی۔ ۱۳۱۵ھ سے مستقل طور پر تھانہ بھون میں مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور اپنے نورِ معرفت کی ایسی ضیا پاشیاں کیں کہ ہندوستان کے کونہ کونہ سے لوگ پروانہ وار پہونچنے لگے اور رشد و ہدایت اور اصلاح و تبلیغ کا کام بہت ہی اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر ہوا۔ تشنگان علوم معرفت کی آمد کا یہ عالم تھا کہ تھانہ بھون میں مستقل ایک ریلوے اسٹیشن بنانا پڑا، دن رات ہجوم رہتا، مجلس میں بڑے بڑے علماء آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے، مقبولیت کا یہ عالم کہ مجلس میں علم و معرفت کی آپ کی تمام باتیں نوٹ کر لی جاتیں جو مطبوعہ شکل میں آج بھی مفید خلائق ہیں۔ آپ کے خلفاء مجازین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے جنھوں نے آپ کے طرز پر رشد و اصلاح کا کام اچھے پیمانہ پر کیا۔ آٹھ سو کے قریب آپ کی تصانیف ہیں، ہر فن اور ہر موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے اپنے موضوع پر جامع رسالے بھی ہیں، مشہور تصانیف میں بہشتی زیور، تفسیر بیان القرآن، امداد الفتاویٰ، اعلاء السنن وغیرہ ہیں۔ فن قرات و تجوید میں جمال القرآن کثیر النفع ایک مختصر سی کتاب ہے۔

۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو تھانہ بھون میں وفات پائی (تذکرہ)

صاحب ہدیۃ الوحید

قاری عبدالوحید صاحب الہ آبادی کی ولادت ۷ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ یکم مارچ ۱۸۷۹ء کو ہوئی، اپنے وطن محلہ چک الہ آباد میں قرآن کریم حفظ کیا۔ جب ۱۳۱۴ھ میں کلاں اسٹیشن الہ آباد کے متصل مدرسہ احیاء العلوم قائم ہوا اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب مکی اس میں شیخ التجوید ہوئے تو آپ نے چھ سال ان سے روایت حفصؒ اور سبعہ متواترہ پڑھکر سند و اجازت حاصل کی۔ قرات سے فراغت کے بعد ۱۴ رجمادی الاولی ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تجوید کے مدرسؒ مقرر ہوئے، شعبۂ تجوید میں معلمی کے ساتھ درس نظامی کی کتابیں دو گھنٹہ پڑھنے لگے اس طرح ۱۳۲۸ھ میں سند فراغ و دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۳۲۹ھ میں حج کیا اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں شیخ القراء قاری عبداللہ مکی سے شرف تلمذ حاصل کیا اور سبعہ کی سند حاصل کی پھر قاری عبدالرحمن صاحب جالندھری کے توسط سے عشرہ کی بھی سند و اجازت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ و حضرت تھانویؒ آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ طریقت و سلوک میں حضرت گنگوہیؒ سے ان کے بعد حضرت تھانوتویؒ سے بیعت کی۔ آپکے تلامذہ میں قاری محمد طیب صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی عتیق الرحمن، قاری محمد شفیع بڑھانوی، قاری عتیق احمد مدرس دارالعلوم دیوبند جیسے بلند پایہ حضرات ہیں، فن قرات کے آپ زبردست استاذ تھے۔ آپ کی تصنیف "ہدیۃ الوحید" فن تجوید میں بہت مقبول ہوئی اس کے علاوہ فوائد التجوید، ادب القرآن،

مسائل تجوید وغیرہ تصنیف کیں۔ دیوبند میں ۱۳۶۶ھ میں وفات پائی اور مفتی عزیز الرحمن صاحب کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحبِ ضیاء القراءت و خلاصۃ البیان

ضیاء الدین احمد بن عبد الرزاق الہ آبادی قصبہ نارا ضلع الہ آباد میں ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ دائرہ شاہ محب اللہ الہ آباد میں حافظ اجرالدین کے یہاں حفظ قرآن کی تکمیل کی، مولوی مہدی صاحب سے وطن میں فارسی پڑھی پھر کانپور جاکر مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں قاری عبد الرحمن صاحب مکی سے قرارت و تجوید کی تحصیل کی۔ آپ ان کے پہلے قابل فخر شاگرد تھے۔ مولانا فاروق صاحب چریاکوٹی اور اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے ابتدائی عربی اور مولانا احمد حسین صاحب سے کانپور میں متوسطات پڑھیں پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں تجوید و قرارت کے مدرس مقرر ہوئے ساتھ ہی مولانا احمد حسن صاحب امروہوی سے درس نظامی کی تکمیل کی، چند سال کے بعد سہارنپور مدرسہ تجوید القرآن چلے گئے پھر چند برس کے بعد مولانا ابوبکر صاحب کی طلب پر مدرسہ فاروقیہ جونپور گئے۔ آپ کی شہرت کیوجہ سے مولانا عین القضاۃ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں بلا لیا، آپ نے یہاں آٹھ نو برس تک ایسی توجہ سے کام کیا کہ فرقانیہ تجوید و قرارت کا مرکز بن گیا پھر دوبارہ دو سال کیلئے جونپور گئے، وہاں سے دو برس کیلئے مدرسہ قراءۃ القرآن کانپور گئے اور یہاں سے مولانا عبد الکافی صاحب کی طلب پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد آئے، قرب وطن کیوجہ سے یہاں عرصہ دراز تک رہے، کثیر تعداد نے

آپ سے علم قرارت کی تحصیل کی، الٰہ آباد سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپکو بلایا گیا، یہاں آپکے آخری شاگرد مولوی قاری غلام مصطفٰے پروفیسر سندھ یونیورسٹی (پاکستان) ہیں۔ فن قرارت میں آپکی خدمات بے نظیر ہیں، جس مدرسہ میں گئے چار چاند لگا دیئے، ہندو پاک میں قرارت و تجوید کا چرچہ بڑی حد تک آپ ہی کی ذات سے ہے، ایک جید قاری ہونے کے ساتھ ساتھ آپ متبحر عالم بھی تھے، درس نظامی کی کتابیں بھی بلا تکلف پڑھاتے تھے، باایں ہمہ پاکیزہ نفس منکسر المزاج، وسیع الاخلاق اور مہمان نواز واقع ہوئے تھے، اکل حلال اور صدق مقال پر شدت سے عامل تھے، تصوف کے مسائل بلا تکلف حل کرتے تھے، شاہ عبدالرزاق صاحب گورکھپوری کے مرید تھے۔ فن تجوید میں آپکی تصنیف ضیاء القراۃ نہایت مفید و مقبول اور مدارس میں داخل درس ہے۔ دوسری کتاب خلاصۃ البیان بزبان عربی علم تجوید میں نہایت عمدہ اور دار العلوم دیوبند و دیگر مدارس میں داخل درس ہے۔ اس کی شرح بھی عربی زبان میں لکھی، اسی طرح علامہ شاطبی کی کتاب رائیہ کی بھی بہترین شرح لکھی مگر افسوس کہ یہ دونوں شرحیں نامکمل رہ گئیں، اس آفتاب تجوید و قرارت کی وفات ۷، ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ ۵ جنوری ۱۹۵۲ء کو ہوئی (تذکرہ)

صاحب معرفۃ التجوید

کنیت ابن ضیا، نام محب الدین احمد بن شیخ القراء مولانا قاری ضیاء الدین احمد، اپنے وطن قصبہ نارا ضلع الٰہ آباد میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے قرارت کی مکمل تعلیم روایت حفص، قرارت سبعہ، ثلثہ، عشرہ کاملہ والد محترم سے حاصل کی، والد کی

جگہ ۱۳۴۸ھ میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں مدرس ہوئے، مدرسی کے ساتھ بانی مدرسہ سبحانیہ مولانا عبدالکافی صاحب سے درس نظامی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ مولانا کے انتقال کے بعد جامع مسجد الٰہ آباد کے خطیب ہوئے۔ زندگی کا زیادہ حصہ مدرسہ سبحانیہ میں تجوید وقرارت کی تدریس میں گذرا۔ ۱۹۶۱ء سے مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ میں شیخ التجوید ہوئے۔ آپ سادہ پڑھنے والے خوش الحان، ماہر فن خاندانی قاری ہیں، آپ کی قرارت سادگی کے باوجود ایسی پرکشش ہے کہ سامعین کو مسحور کر لیتی ہے۔ آپنے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں معرفۃ التجوید اور جامع الوقف بہت مقبول اور داخل درس ہیں۔ رسم قرآن پر ایک کتاب معرفۃ الرسوم لکھی۔ ضیاء القرارۃ کی شرح تنویر المرأۃ تالیف کی۔ علاوہ ازیں حاشیہ فوائد مکیہ، فوائد مرضیہ۔ حاشیہ جمال القرآن، حاشیہ نزہۃ القاری، حاشیہ ضیاء القرارۃ، حاشیہ تجوید القرآن منظوم، کاشف الابہام، ضیاء البرہان، قاعدہ تعلیم القرآن آپکی علمی یادگار ہیں۔ والد محترم کیطرح تجوید وقرارت کی خدمت کیلئے آپ کو بھی اللہ نے قبول فرمالیا ہے۔ (تذکرہ)

صاحب خلاصۃ التجوید

شیخ القراء مولانا قاری ریاست علی صاحب کا آبائی وطن بحری آباد ضلع غازیپور رہے، آپنے ترک وطن کر کے مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں سکونت اختیار کرلی۔ ولادت ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بحری آباد میں حاصل کر کے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں کتب عربیہ کی تحصیل اور قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے روایت حفص کی تکمیل کی پھر مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد جاکر قاری ضیاء الدین الٰہ آبادی

سے قراءت سبعہ مکمل کی اور کتب عربیہ مولانا عبدالرحمٰن الٰہ آبادی سے پڑھیں۔
تکمیل قراءت کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں مدرس ہوئے پھر صفر ۱۳۴۰ھ
میں دارالعلوم مئو میں تدریسی خدمات پر فائز ہوئے۔ چار گھنٹے پڑھاتے اور دو گھنٹے
وہاں کے اساتذہ سے پڑھتے تھے اس طرح ۱۳۵۲ھ میں درس نظامیہ کی تکمیل کرلی،
مدرسہ نے آپکو خصوصی اعلیٰ سند عطا کیا، اس کے بعد مکمل طور پر تدریسی خدمت میں مشغول
ہوگئے، ہر فن کی ایک ایک کتاب حفظ کر رکھی تھی، اپنی علمی صلاحیت اور حسن کارکردگی
کیوجہ سے آپ شیخ القراء، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے،
آخر عمر میں درس بخاری کے ساتھ روایت حفصؒ و قراءت سبعہ و عشرہ بھی پڑھاتے تھے
تجوید و قراءت کی چالیس سال تک امام فن کی حیثیت سے خدمت کی۔ آپ
بیک وقت بہت سی خوبیوں کے مالک حافظ قرآن، قاری خوش الحان، واعظ
شیریں بیاں، عالم باعمل، حاجی حرمین، منکسر المزاج، وسیع الاخلاق،
ظریف الطبع، نکتہ سنج، پیکر صبر و توکل اور صوفی منش تھے۔ تصوف و سلوک
میں مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ کے مرید تھے۔ اخیر شب میں بیدار ہونے
اور نوافل و تہجد کے عادی تھے، فن تجوید میں خلاصۃ التجوید نہایت عمدہ
کتاب لکھی جو داخل درس ہے۔ آپ شاعر بھی تھے، کلام کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

مفکر، فلسفی، زاہد، مورخ، رہنما عالم ہماری درسگاہیں قوم کے معمار جنتی ہیں
مگر محروم ہوجاتی ہیں جب دین و دیانت سے تو پھر یہ قوم وملت کیلئے اک عار جنتی ہیں

پچپن برس تدریسی خدمت کر کے پچھتر سال کی عمر میں کینسر کے موذی مرض میں
یوم جمعہ ۴؍ ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ ۲۱؍ جنوری ۱۹۷۲ء کو مئو میں وفات پائی۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ راقم نے مادہائے ذیل سے تاریخ رحلت برآمد کی۔

الحافظ الحاج مولانا ریاست علی ۰ یغفر اللہ لہٗ
۱۹۷۲ء ۱۳۹۱ھ

آہ، علامہ قاری ریاست علی — چل بسے دار فانی سے ملک عدم
سایۂ فضل و رحمت ہو رحمان کا — قبر میں بارش عیش ہو دم بہ دم
۱۹۷۲ء ۱۳۹۱ھ

(تذکرہ علماء اعظم گڈھ)

صاحب احیاء المعانی

مولانا قاری ظہیر الدین بن حافظ رحیم بخش ۱۴ر محرم ۱۳۳۱ھ ۲۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے، چودہ برس کی عمر میں حافظ عبد القادر معروفی سے شعبان ۱۳۴۵ھ میں حفظ قرآن ختم کر کے شوال ۱۳۴۵ھ سے شعبان ۱۳۵۱ھ تک مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں فارسی کی تعلیم مولانا محمد شبلی خیر آبادی سے اور عربی کی تعلیم کافیہ قدوری تک مولانا عبد الحی صاحب مئوی متوفی ۱۳۶۳ھ سے حاصل کی۔ شوال ۱۳۵۱ھ سے شعبان ۱۳۵۴ھ تک دار العلوم مئو میں ہدایہ تک ساتھ ہی قاری ریاست علی صاحب سے خلاصۃ التجوید، تحفۃ الاطفال، مقدمہ جزریہ اور قراءت بروایت حفص تک تعلیم حاصل کی۔ شوال ۱۳۵۴ھ سے شعبان ۱۳۵۶ھ تک مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں قاری محب الدین صاحب سے قصیدہ شاطبیہ، التیسیر، عقیلہ،

الوجوہ المسفرہ، الدرۃ المضیئۃ، معرفۃ الوقوف، معرفۃ الرسوم اور قرارت سبعہ وقرارت ثلٰثہ متمم عشرہ مشہورہ کی تحصیل وتکمیل کی اس کے ساتھ الٰہ آباد میں ۱۹۳۷ء میں مولوی کا امتحان دیا۔ قرارت سے فراغت کے بعد کچھ دنوں مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ کی خدمت میں رہ کر درس حدیث لیا، پھر قاری محب الدین صاحب کے حکم سے بنارس میں کچھ دنوں تعلیم دی اس کے بعد ۱۳۵۶ھ سے مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور میں ڈھائی برس فارسی، قرارت اور قرآن کریم کی تعلیم دی پھر کچھ دنوں مکان پر رہ کر گورکھپور شہر کے ایک مدرسہ میں ڈیڑھ برس مدرسی کی پھر کچھ دنوں گھر پر رہ کر یکم ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ سے شوال ۱۳۸۲ھ تک بیس برس جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں جم کر تدریسی خدمات انجام دیں، فارسی وعربی کتابوں کے درس کے ساتھ فن تجوید وقرارت کی خاص طور سے ایسی خدمت کی کہ مبارکپور میں گھر گھر قاری پیدا کر دیا۔ ۱۳۸۲ھ سے ۱۳۸۴ھ تک اشاعت العلوم پورہ معروف میں مدرس رہے پھر ضعف وعلالت کی وجہ سے مدرسی ترک کر دی تاہم اپنے مکان پر کچھ نہ کچھ پڑھانے کا سلسلہ باقی رکھا، فن قرارت میں امام کی حیثیت رکھتے تھے، ملک کے بیشتر علاقوں میں آپ کے تلامذہ تجوید وقرارت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ علوم عربیہ میں بھی اچھی صلاحیت کے مالک تھے اور فن قرارت میں اس دیار میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ احیاء العلوم کی معلمی کے دور میں قرارت سبعہ سے متعلق نہایت جامع کتاب "احیاء المعانی" تالیف کی جو دو حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں اصولی اور حصہ دوم میں فرعی اختلاف مذکور ہے اسی کے ساتھ اجراء سبعہ کا ایک مستقل رسالہ ہے،

یہ کتاب بھی بعض مدارس میں داخل درس ہے اور بہت مفید ہے۔ آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج، وسیع الاخلاق، ظریف الطبع، نکتہ آفریں، اساتذہ و تلامذہ کے خدمت گذار تھے، تصوف و سلوک میں مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ کے مرید تھے، ساتھ ہی ایک کامیاب ہومیو پیتھ ڈاکٹر بھی تھے۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ، ۲۷ جنوری ۱۹۸۳ء کو پورہ معروف میں وفات پائی۔ یادوصال قاری ظہیر الدین رحمۃ اللہ ۱۹۸۳ء۔ محمد ظہیر الدین ۱۴۰۳ھ نامی سے سال رحلت برآمد ہوتا ہے۔ (مشاہیر ف)

حدیث

مؤطا امام مالک

کنیت ابو عبداللہ، لقب امام دار الہجرۃ، نام مالک بن انس اصبحی مدنی، اصل خاندان یمن کا تھا، جس کا تعلق وہاں کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تھا اس لئے آپ اصبحی کہے جاتے ہیں، آپ کے پردادا ابو عامر مدینہ میں آکر آباد ہوئے اور خاندان میں سب سے پہلے وہی مشرف بہ اسلام اور صحابی رسولؐ ہوئے۔ امام مالک ۹۰ھ یا ۹۳ھ یا ۹۵ھ میں پیدا ہوئے، راجح ۹۳ھ ہے۔ قد لمبا، جسم فربہ، رنگ سفید، کشادہ چشم، ناک لمبی، چوڑی پیشانی، لمبی اور گھنی داڑھی، نفیس اور بیش قیمت پوشاک، زیادہ تر عطر کا استعمال۔ مدینہ کے امام القراء نافع بن

عبدالرحمن سے قرآن کریم کی قرارت وسند حاصل کی۔ ابتدائً سرمایہ کی کمی تھی اس لئے چھت کی کڑیاں فروخت کر کے تعلیم جاری رکھی۔ نو سو سے زیادہ شیوخ سے اخذ علم کیا جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے ان کے بعد امام مالک جانشین ہوئے، سترہ سال کی عمر سے تقریبًا باسٹھ برس تک فقہ وفتاویٰ، درس وتدریس میں مشغول رہے حدیث کا اس درجہ احترام تھا کہ اس کے بیان سے پہلے وضو یا غسل کرتے، عمدہ لباس زیب تن کرتے، داڑھی میں کنگھی کرتے، خوشبو لگا کر نہایت وقار سے بستر پر بیٹھتے پھر حدیث بیان کرتے، راستہ میں یا کھڑے ہو کر کبھی بیان نہ کرتے۔

ایکبار درس حدیث کے درمیان تقریبًا دس مرتبہ بچھو نے آپکو ڈنک مارا جس سے بار بار چہرہ کا رنگ متغیر ہوتا رہا مگر ایک ہی پہلو پر درس جاری رکھا، درس کے بعد فرمایا کہ یہ صبر اپنی شجاعت کیلئے نہیں بلکہ احترام حدیث میں کیا۔ وقارِ مجلس کے سامنے شاہی دربار ہیچ تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا ازدحام، امرار کا ورود، علمار کی تشریف آوری، سیاحوں کا گذر، حاضرین کی مؤدب نشست درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا۔

باوجود ضعف وکبر سنی کے مدینہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلے کہ جس ارض پاک میں آنحضور مدفون ہیں وہاں سوار ہونا خلاف ادب ہے۔ آپ کو امامِ سنت امام حدیث، ثقہ، مامون، ثبت، عالم، فقیہ، حجت، ورع وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

آپکی تصنیفات میں مؤطا سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہوئی، امام شافعیؒ

کا قول ہے کہ "کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر سب سے صحیح کتاب موطا امام مالکؒ ہے"۔ بخاری و مسلم کی تصنیف کے بعد اس کا درجہ مؤخر ہو گیا، دراصل موطا نقش اول اور بخاری نقش ثانی ہے۔ "موطا" توطئہ کا اسم مفعول ہے جس کا معنے ہے روندا ہوا، تیار کیا ہوا، سہل بنایا ہوا، یہاں پر ہر ایک معنیٰ بطور استعارہ مراد ہو سکتا ہے۔ بقول ابو حاتم اس کتاب کو مرتب کر کے لوگوں کیلئے امام مالکؒ نے سہل و آسان بنا دیا اس لئے اس کو موطا کہتے ہیں۔ خود امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو ستر فقہاء مدینہ پر پیش کیا، سب نے مجھ سے اتفاق کیا اس لئے میں نے اس کا نام موطا رکھا، یہی معنیٰ راجح ہو گا کیوں کہ صاحب کتاب سے منقول ہے۔ چھیاسی (۸۶) برس کی عمر میں ربیع الاول ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ نجم سے ولادت اور فاز مالک سے وفات کا سال برآمد ہوتا ہے۔ (تذکرہ و ظفر)

امام محمدؒ

کنیت ابو عبداللہ، نام محمد بن حسن بن فرقد۔ قبیلہ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کی نسبت سے شیبانی کہے جاتے ہیں۔ اصل وطن جزیرہ (شام) تھا آپکی ولادت ۱۳۲ھ ۷۴۹ء میں عراق کے مقام واسط میں ہوئی، آپ کے والدین مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے، یہیں آپکی تعلیم و تربیت ہوئی۔ چودہ برس کی عمر میں امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں آ کر چار برس تک تحصیل علم کیا، انکی وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ سے تکمیل کی، علماء کوفہ کے علاوہ

مکہ، مدینہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان، یمامہ وغیرہ کے سیکڑوں مشائخ
سے علوم کا استفادہ کیا۔ بیس برس کی عمر میں درس دینا شروع کیا۔ اسد بن
الفرات متوفی ۲۱۳ھ اور امام شافعیؒ آپکے تلامذہ میں ہیں امام شافعیؒ کا
قول ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بختی اونٹ کے بوجھ کتابوں کے برابر علم حاصل
کیا۔ امام محمدؒ کے پاس مال و دولت کی بہت فراوانی تھی وہ سب مال محتاج
طلبہ پر لٹا دیا۔ آپ نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے، ایک حصہ سونے ایک
نماز پڑھنے اور ایک درس دینے کیلئے۔ امام ابو یوسفؒ کے بعد عراق میں
فقہ کی امامت آپ پر ختم ہوئی۔ لغت میں بھی آپ کا قول حجت تھا لغت میں
سیبویہ کے ہم پلہ تھے۔ محاسن باطنی کے ساتھ انتہائی حسین اور شکیل و جمیل
تھے، غایت حسن ہی کیوجہ سے امام ابو حنیفہؒ مجلس درس میں آپکو پیچھے بٹھاتے
تھے۔ موٹے ہونے کے باوجود نہایت ذہین و ذکی اور فصیح و بلیغ تھے۔ ایک
ادارہ کے برابر یعنی ایک ہزار کے قریب آپکی تصانیف ہیں۔ کتابوں کے ڈھیر
میں بیٹھے رات دن لکھتے رہتے تھے، نقل کتب پر دس رومی عورتیں مامور تھیں
قرآن و حدیث سے جتنے مسائل آپنے استنباط کئے ان کی تعداد ۱۰۷۰۱۰۰ ہے
عرصہ دراز تک آپکی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے درمیان متداول
رہیں اور انھیں کتابوں کی روشنی میں دیگر مذاہب کے ائمہ نے حجت اور
ام وغیرہ کتابیں تالیف کیں۔ آپکی پہلی تصنیف مبسوط ہے اسی لئے اسکو
اصل کہتے ہیں۔ پھر جامع صغیر ہے جس میں (۱۵۳۲) مسائل ہیں پھر جامع
کبیر، اس کے بعد زیادات پھر سیر صغیر اور سیر کبیر ہے، ان چھ کتابوں کو

اصطلاح فقہار میں ظاہر الروایۃ اور اصول کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ کتاب الحج، نوادر، نوازل، رقیات، ہارونیات، کیسانیات، جرجانیات، کتاب الآثار وغیرہ ہیں جو ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ مؤطا امام محمد حدیث کی مشہور اور داخل درس کتاب ہے اس میں کل (۱۱۸۵) روایات ہیں۔

آپکی وفات رے میں ۱۸۹ھ میں ہوئی اسی روز امام کسائی کی بھی وفات ہے اس پر ہارون رشید نے کہا کہ آج ہم نے فقہ اور نحو دونوں کو رے میں دفن کر دیا۔ (تذکرہ وظفر)

امام بخاریؒ

کنیت ابو عبداللہ، لقب امیر المؤمنین فی الحدیث، نام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبہ جعفی بخاری۔ بَرْدِزبہ فارسی کلمہ ہے کاشتکار یا کارندہ یا ماہر کے معنیٰ میں۔ آپ کے والد کے پردادا بردزبہ مجوسی تھے، ان کے لڑکے مغیرہ حاکم بخارا یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے اسی نسبت سے آپ جعفی کہے جاتے ہیں اس کے علاوہ آپکا جعف خاندان سے اور کوئی تعلق نہیں۔ امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے مگر والدہ محترمہ کی دعاؤں سے اللہ نے آنکھیں روشن کر دیں۔ کم عمری میں والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ کی تربیت میں ابتدائی تعلیم بخارا میں حاصل کی۔ بخارا مجمع العلمار، معدن الفضلار، منشار الفقہار اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر تھا۔ یہاں سے

بلخ، مرو، نیساپور، ری، بغداد، بصرہ، کوفہ، مکہ، مدینہ، واسط، مصر، شام دمشق، قیساریہ، عسقلان، حمص، جزیرہ، خراسان وغیرہ کا سفر کیا اور ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) اساتذہ سے تحصیل علوم کیا، سولہ برس کی عمر میں عبداللہ بن المبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ کرلی تھیں۔ اسی سال ۲۱۰ھ میں والدہ اور بھائی احمد کے ہمراہ حج کیلئے گئے۔ حج کے بعد والدہ اور بھائی وطن چلے آئے اور آپ وہیں طلب حدیث کیلئے رک گئے۔ تحصیل حدیث و زیارت علماء کیلئے دور دراز کا سفر کیا اور سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ حجاز، بغداد، کوفہ اور بصرہ میں زیادہ قیام کیا۔ کہیں کسی محدث کا پتہ چلا وہاں پہونچکر خوشہ چینی کی —

قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ درس میں حدیثیں سنکر یاد کر لیتے اور دوسرے طلبہ لکھتے رہتے اور اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کو آپکی یادداشت سے درست کرتے۔ جب آپ بغداد گئے تو وہاں کے محدثین نے سو حدیثوں کے متن وسند کو تبدیل کرکے دس دس آدمیوں سے دس دس حدیثیں دریافت کرائیں آپ ہر ایک کے جواب میں لا اعرف کہتے گئے، آخر میں آپ نے بالترتیب دسوں کو بلا کر ٹھیک اسی ترتیب سے جس ترتیب سے ان لوگوں نے حدیثیں پوچھی تھیں صحیح صحیح متن وسند کے ساتھ ان حدیثوں کو بیان کردیا۔ اس حیرت انگیز قوت حافظہ سے لوگ آپ کے فضل وکمال کے معترف ہوگئے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ چار اشخاص پر حفظ حدیث ختم ہے۔ ابوزرعہ، محمد بن اسمٰعیل بخاری، دارمی اور حسن بن شجاع۔ بقول ابوعمرو احمد بن نصر امام بخاری فن حدیث میں امام احمد اور امام اسحٰق سے بیس گنا مہارت رکھتے تھے۔ جوانی کے ایام

ہی سے تدریسی سلسلہ شروع کر دیا، آپ کے سامنے دوسرے محدثین کی مجلسوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ آپ جس طرح علم و فن میں یکتا تھے اسی طرح زہد و تقویٰ کے بھی پیکر تھے۔ نماز میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے، نماز میں ایک مرتبہ سترہ بار بھڑ نے ڈنک مارا مگر آپکی حالت میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ دن میں روزانہ ایک ختم قرآن اور اخیر شب میں ایک تہائی قرآن پڑھنے کا معمول تھا۔ تراویح کی ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھاتے اس طرح پورا قرآن ختم کر دیتے۔ ایک خوبی یہ تھی کہ آپ نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی تالیف کا سبب خود بیان کیا ہے کہ مجھ سے اسحٰق بن راہویہ نے کہا، کاش تم احادیث کی ایسی کتاب لکھتے جس میں صرف صحیح صحیح حدیثیں ہوں۔ میں نے ارادہ کر لیا ایک رات خواب دیکھا کہ آنحضورؐ کو پنکھا جھل رہا ہوں اور مکھیاں اڑا رہا ہوں، اس کی تعبیر لوگوں نے یہ بتائی کہ تم آنحضورؐ کے کلام سے کذب و افترا کی مکھیاں اڑاؤ گے پھر کمر ہمت باندھ کر چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے چھ ہزار کا مجموعہ سولہ برس کی مدت میں اس طرح تیار کیا کہ ہر حدیث درج کرنے سے پہلے غسل کرتے دو رکعت نفل پڑھتے، تراجم و ابواب قائم کرتے وقت بھی یہی عمل کرتے، پوری کتاب اسی شرط کے ساتھ لکھی، بقول عبد القدوس بن ہمام تراجم و ابواب "ریاض الجنۃ" میں بیٹھ کر لکھے۔ چونکہ انتہائی خلوص سے یہ کتاب لکھی اس لئے بہت مقبول ہوئی خود امام بخاری سے نوے ہزار اشخاص نے صحیح بخاری کو سنا اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا لقب حاصل کیا اور دنیا کے تمام مدارس اسلامیہ میں اس کا

درس بڑے اہتمام سے ہوتا ہے، صحیح بخاری کے علاوہ بھی آپنے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔

امام بخاری کے مسلک میں علماء کا اختلاف ہے۔ کسی نے شافعی المذہب کسی نے حنبلی المسلک اور کسی نے مجتہد مطلق کہا ہے۔ اخیر میں مخالفین نے آپکو اتنا تنگ کیا کہ آپنے دعا کی کہ الٰہی باوجود وسعت کے زمین مجھ پر تنگ ہوگئی اس لئے مجھ کو اٹھالے، بالآخر عید کی شب میں ۱۲ دن کم ۶۲ برس کی عمر میں ۲۵۶ھ میں وفات پائی، بعد ظہر خرتنگ میں مدفون ہوئے جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ صدق سے ولادت نور سے وفات حمید سے عمر کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ دفن کے بعد قبر سے مشک کی خوشبو پھوٹ پڑی لوگ قبر کی مٹی اٹھا کر لیجانے لگے یہاں تک کہ پوری قبر خالی کردی اس کو روکنے کے لئے قبر کے اوپر لکڑیوں کا ڈھیر کر دیا گیا اس کے بعد قبر کے مقابل آسمان پر سفید نور کے ستون نظر آئے جسے کثرت سے لوگ دیکھنے آتے رہے، مخالفین کو معلوم ہوا تو وہ بھی آئے اور توبہ کی۔

(ظفر و تذکرہ)

امام مسلم رح

کنیت ابوالحسین، لقب عساکر الدین، نام مسلم بن الحجاج۔ عرب کے مشہور قبیلہ قشیر کی نسبت سے قشیری اور خراسان کے شہر نیشاپور میں پیدا ہونیکی وجہ سے نیشاپوری کہے جاتے ہیں۔ راجح قول کے مطابق ۲۰۶ھ میں پیدا

ہوئے۔ آپ کا مولد نیشا پور بغداد کے بعد عظیم الشان شہروں میں شمار کیا جاتا اور امہات البلاد لکھا جاتا تھا اور بقول یاقوت حموی معدن الفضلاء و منبع العلماء تھا۔ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بیہقیہ یہیں تعمیر ہوا جو بغداد کے مدرسہ نظامیہ سے بھی پہلے کا ہے۔ امام مسلم نے طلب حدیث کیلئے خراسان و نیشا پور کے علاوہ عراق بغداد، شام، مصر وغیرہ کا متعدد بار سفر کیا، بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ھ میں ہوا جس کے دو سال بعد رحلت ہوئی۔ بغداد میں آپ نے درس بھی دیا۔ امام ترمذی آپ کے تلامذہ میں ہیں اور امام بخاری استاذ ہیں۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ امام مسلم کا شمار حفاظ حدیث اور زبردست محدثین میں ہے۔ حافظ ابو قریش کہتے ہیں کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں جن میں ایک امام مسلم ہیں۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا نہ برا بھلا کہا، نہایت پاکیزہ خُو اور انصاف پسند تھے، اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ امام مسلم کے مسلک میں بھی اختلاف ہے، زیادہ لوگوں کا خیال ہے شافعی المسلک تھے، بعض کی تحقیق ہے کہ حنبلی تھے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مجتہد تھے مگر امام شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کیطرف مائل تھے۔ امام مسلمؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں صحیح مسلم بہت مشہور و مقبول ہے جسے پندرہ سال میں ایسی تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے جن کو براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ اس میں مکررات کے ساتھ بارہ ہزار اور حذف مکررات کے بعد چار ہزار حدیثیں ہیں۔ یہ کتاب فن حدیث کے ایسے عجائبات پر مشتمل ہے کہ ان کی وجہ سے اس کا درجہ صحیح بخاری سے بھی بڑھ گیا ہے مثلاً سرد اسانید، متون کا حسن سیاق، طرق کی

تلخیص اور ضبط انتشار، یہ سب چیزیں بخاری میں مفقود ہیں ساتھ ہی صحت کے لحاظ سے بھی بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ بقول حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ۵۵ برس کی عمر میں ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں اتوار کی شام کو نیشاپور میں وفات پائی، دوشنبہ کو نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔ آپکی وفات بھی انہماک حدیث کا عبرت انگیز واقعہ ہے۔ آپ ایک حدیث کی تلاش میں منہمک تھے، سامنے کھجوروں کا ایک ٹوکرہ تھا ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث تلاش کرتے رہے۔ ادھر ٹوکرہ صاف ہوا ادھر حدیث مل گئی لیکن کھجور کی زیادتی موت کا سبب بن گئی۔ (ظفر و تذکرہ)

امام ابوداؤد

کنیت ابوداؤد، نام سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔ ۲۰۲ھ میں سیستان (سجستان) میں پیدا ہوئے جو سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار سے متصل ایک ملک ہے، سجستان کا دوسرا نام سنجر ہے اس لئے آپ سجستانی اور سنجری کہے جاتے ہیں۔ اور قبیلہ ازد کے تعلق سے ازدی بولے جاتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اسی سرزمین سنجر کے تھے۔ امام ابوداؤد نے طلب حدیث کیلئے بصرہ، بغداد، مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ کا سفر کیا اور وقت کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، تین سو سے زائد آپ کے شیوخ بیان کئے جاتے ہیں۔ حدیث کے ساتھ فقہ میں بھی آپ

دسترس رکھتے تھے اور جس طرح حدیث وفقہ کے زبردست امام تھے اسی طرح ز
وورع، عبادت وتقویٰ اور صلاح واحتیاط میں بھی آپ کا مقام نہایت بلند تھا۔
آپ کا حلقہ درس بھی بہت وسیع تھا، درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا مجمع ہوتا تھ
آپ کے تلامذہ میں امام ترمذی اور امام نسائی داخل ہیں اور امام احمد بن حنبل ر
آپ کے استاذ ہیں۔ فن حدیث کے کمال کو ابراہیم حربی نے یوں بیان کیا ہے ک
اللہ نے امام ابوداؤد کیلئے حدیث کو اس طرح نرم کردیا جس طرح حضرت داؤدؑ کے
لئے لوہا۔ آپ کے مسلک میں اختلاف ہے بعض نے شافعی اور بعض نے حنفی بتایا
مگر راجح یہ ہے کہ آپ حنبلی تھے۔ آپکی تصنیفات میں سنن ابی داؤد نہایت مشہور
اور بے نظیر کتاب ہے جس کو پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کرکے چار ہزار آٹھ سو حدیثو
کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا، مزید براں چھ سو مراسیل بھی ہیں۔ بقول علامہ خطابی
ایسی عمدہ کتاب علم دین میں کوئی تصنیف نہیں ہوئی۔ علماء کے تمام فرقوں او
فقہاء کے تمام طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے یہ کتاب حکم مانی جاتی ہے
صحاح ستہ میں صحت کے لحاظ سے تیسرے درجہ میں ہے اور تقریباً تمام مدا
عربیہ میں داخل درس ہے۔ امام ابوداؤد نے ۱۶ شوال ۲۷۵ھ بروز جمعہ بصرہ
میں بعمر ۷۲ سال وفات پائی اور وہیں امام سفیان ثوریؒ کے پہلو میں مدفون
ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

امام ابن ماجہؒ

کنیت ابوعبداللہ، عرف ابن ماجہ، نام محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماج

الربعی القزوینی - عراق کے مشہور شہر قزوین میں ۲۰۹ھ ۸۲۴ء میں پیدا ہوئے اس لئے قزوینی اور قبیلہ ربیعہ کی نسبت سے ربعی کہلاتے ہیں اور ابن ماجہ سے مشہور ہوئے ماجہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے، کسی نے اس کو دادا کا نام سمجھا جو صحیح نہیں، اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ آپکی والدہ ماجدہ کا نام ہے اور بعض نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ آپ کے والد یزید کا لقب ہے اور یہ فارسی نام ماہ یا ماہچہ کا معرب ہے۔ اس وقت قزوین میں بڑے بڑے علماء مسند درس وافتاء پر فائز تھے امام ابن ماجہ نے بائیس برس کی عمر تک قزوین میں تحصیل علم کر کے طلب حدیث کیلئے مختلف ممالک وبلاد خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق وغیرہ کی خاک چھانی۔ بقول ابن خلکان آپ امام حدیث اور علوم حدیث کے تمام متعلقات سے پورے طور پر باخبر تھے۔ تفسیر وتاریخ میں بھی آپکو بڑا ملکہ تھا، ان دونوں فنون میں مستقل ایک ایک کتاب بھی لکھی۔ ابو یعلی خلیلی لکھتے ہیں کہ آپ ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج، حدیث اور حفظ حدیث کی پوری معرفت والے تھے۔

آپ کی تصانیف میں سنن ابن ماجہ بہت مشہور اور صحاح ستہ میں داخل ہے جس کو لاکھوں حدیثوں سے منتخب کر کے چار ہزار احادیث پر مرتب کیا۔ درحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب واختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔ امام ابو زرعہ نے اس کتاب کو دیکھکر فرمایا کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جب یہ کتاب آئیگی تو حدیث کی موجودہ تصانیف یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی، یہ بھی فرمایا کہ اس میں تیس سے زیادہ ضعیف حدیثیں نہیں ہیں۔ آپکی وفات بعمر ۶۴ سال دوشنبہ ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ کو ہوئی اور سہ شنبہ کو دفن کئے گئے۔ (تذکرہ وظفر)

امام ترمذیؒ

کنیت ابوعیسیٰ، نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی ۲۰۹ھ میں شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ترمذ نہر جیحون کے ساحل پر واقع ہے وہاں سے چند فرسخ پر بوغ نام کا ایک گاؤں ہے، وہیں کے باشندہ تھے اور قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے اس لئے سلمی ترمذی بوغی کہے جاتے ہیں۔ آپ کو شروع ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق تھا جس کے لئے بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان، حجاز وغیرہ کا سفر کیا۔ امام بخاری و مسلم آپ کے استاذ ہیں۔ قوتِ حافظہ اور علم و فہم غیر معمولی تھے، حدیث ایکبار سنتے یاد ہو جاتی۔ زہد و ورع اس قدر تھا کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا، خوف خدا سے روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ امام ترمذی کی تصانیف بھی کثیر ہیں، فقہ و تفسیر پر بھی آپکو کافی دستگاہ تھی۔ الشمائل چار سو حدیثوں پر مشتمل نہایت مشہور کتاب ہے جس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ الجامع والعلل یعنی جامع ترمذی آپکی بڑی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو کتب احادیث میں مجموعی فوائد کے لحاظ سے تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ ہر باب میں جتنے صحابہ کی حدیثیں زیر نظر ہوتی ہیں ان کے نام کے ساتھ اشارات کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح جرح و تعدیل مشہور اسماء کی کنیتیں اور ان کنیتوں کے نام، اسلاف کا تعامل، ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کے مذاہب پر بھی بحث کرتے ہیں۔ نیز اس میں دو حدیثوں کے علاوہ تمام حدیثیں معمول بہا ہیں۔ آپ کی وفات بعمر ستر سال ۱۳ رجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ میں مقام ترمذ میں ہوئی اور بقول علاّ

سمعانی قریہ بوغ میں ۲۷۵ھ میں رحلت ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو عبد الرحمن، نام احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر۔ آپ ۲۱۵ھ میں نسا میں پیدا ہوئے جو سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ اس لئے آپ نسائی اور کبھی نسوی کہے جاتے ہیں۔ ابتداءً اپنے شہر کے شیوخ سے تحصیل علم کیا، ۲۳۰ھ میں قتیبہ بن سعیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر دو سال استفادہ کیا پھر مختلف مقامات خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام ومصر وغیرہ کا سفر کیا۔ اسکے بعد مصر کو اپنے علوم کی اشاعت ونشر کا مرکز بنایا اور وہیں سکونت اختیار کی انھیں اطراف میں آپکی تصانیف بھی زیادہ پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ آخر میں ذوالقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔ زہد وتقوی میں بھی یکتائے روزگار تھے، صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہے، دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذرتا، کثرت سے حج بیت اللہ کیا کرتے۔ سنت کی اشاعت اور بدعت سے نفرت آپکی عادت تھی، بادشاہوں کی مجلسوں سے ہمیشہ گریز کرتے۔ باطنی خوبیوں کے ساتھ ظاہری حسن وجمال سے بھی آراستہ تھے، نفیس اور قیمتی لباس زیب تن فرماتے اور بہترین غذائیں تناول فرماتے، نکاح میں چار بیویاں رہتیں، مزید براں باندیاں بھی ہوتیں۔ بڑھاپے میں بھی حسن اور تازگی میں فرق نہیں آیا۔ دیگر محدثین کیطرح آپ کے مسلک میں بھی اختلاف ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ شافعی تھے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ

حنبلی تھے۔ آپ نے بھی مختلف موضوع پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ اپنی مشہور کتاب سنن کبریٰ لکھ کر امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا، انھوں نے دریافت کیا کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ صحیح اور حسن دونوں ہیں، امیر نے کہا کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کا ایک مجموعہ مرتب کر دیجئے تو آپ نے سنن صغریٰ تصنیف کی جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔ جب امام نسائی دمشق پہونچے اور ملک شام میں خارجیت اور حضرت علیؓ کی مخالفت کا زور دیکھا تو ایسے لوگوں کی اصلاح کیلئے حضرت علی اور اہل بیت کے فضائل ومناقب میں ایک کتاب خصائص علیؓ لکھی جس کی وجہ سے آپ پر تشیع کا غلط الزام لگایا گیا، جب اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں سنانا شروع کیا تو معمولی سوال وجواب کے بعد لوگ شیعہ شیعہ کہکر آپ پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ نیم جان کر دیا لوگ اٹھا کر آپکو گھر لے گئے آپ نے فرمایا کہ مجھے مکہ معظمہ لے چلو تاکہ وہیں میری جان نکلے چنانچہ مکہ میں ۱۳ر صفر ۳۰۳ھ کو بعمر ۸۸ سال وفات ہوئی اور صفا ومروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

امام طحاویؒ

کنیت ابو جعفر، نام احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی مصری ازدی حجری، ربیع الاول ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی ایک شاخ حجر سے آپ کا تعلق تھا اس لئے ازدی حجری بولے جاتے ہیں۔ فتح اسلام کے بعد آپ کے آباء واجداد مصر چلے آئے، صعید مصر کے دیہات میں طحا نامی گاؤں آپ کا وطن

عزیز ہے اس لئے طحاوی کہے جاتے ہیں۔ طلب علم کیلئے اپنے وطن سے مصر آئے اور اپنے ماموں اسمٰعیل مزنی سے پڑھنے لگے جو امام شافعیؒ کے اجل تلامذہ میں تھے اس لئے آپ ابتداءً شافعی المسلک تھے مگر اختلافی مسائل میں تشفی نہ ہوتی اور دیکھتے کہ ماموں صاحب کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت سے مسائل میں امام اعظمؒ کے قول سے ملتا جلتا فیصلہ کردیتے ہیں اب طحاوی نے بھی عراقی اسلوب فقہ کا مطالعہ شروع کیا جو دل کو بھا گیا، اس کے بعد عراق سے آئے ہوئے احمد بن ابی عمران حنفی سے فقہ پڑھنے لگے اور مسلک شافعی ترک کر کے حنفی مسلک اختیار کرلیا۔ مصر کے دیگر محدثین وشیوخ سے بھی حدیث وفقہ حاصل کیا پھر ۲۶۸ھ میں شام، بیت المقدس، غزہ، عسقلان، دمشق وغیرہ کا سفر کر کے فقہ حاصل کیا اور ۲۶۹ھ میں مصر لوٹے۔ مختلف اشخاص کے پاس جو علوم پراگندہ تھے ان سب کو سمیٹ لیا اور اپنے زمانہ کے بے مثل فقیہ ہوئے۔ آپ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ہر دور کے محدثین ومورخین نے کیا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ، علم حدیث اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے آپ کے بعد آپ کا مقام کوئی پر نہ کرسکا، سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم وفقیہ تھے۔ ان کے فضل، صدق، زہد وورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ علامہ سیوطی کے الفاظ ہیں، الامام، العلامہ، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہ ہوا۔ ان سب باتوں کے باوجود حافظ بیہقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے امام طحاوی پر جو اعتراضات کیے ہیں وہ متقدمین کے اعتراف وتوثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ فن رجال اور جرح

وتعدیل میں بھی امام طحاوی کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ آپکی تالیفات فوائد، جامعیت اور تحقیق کے اعتبار سے نہایت مقبول وممتاز اور علماء وفقہاء کی نظر میں ہمیشہ قابل قدر رہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ آپکی تصنیفات سے مالکیہ نے جس قدر فائدہ اٹھایا اتنا احناف نے استفادہ نہیں کیا۔ آپکی سب سے پہلی تصنیف معانی الآثار ہے جسے شرح معانی الآثار اور طحاوی بھی کہا جاتا ہے۔ صحاح ستہ میں ابوداؤد کے بعد اس کا درجہ ہے اس کے بعد ترمذی پھر ابن ماجہ کا۔ اس کتاب سے اختلاف مذاہب پر آپکی وسعت نظر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ امیر اتقانی فرماتے ہیں کہ شرح معانی الآثار پر غور کرو، کیا مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پا سکتے ہو۔ دوسری کتاب مختصر الطحاوی فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف ہے۔ عقائد میں آپ کی مشہور کتاب عقیدۃ الطحاوی ہے۔ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں آخری تصنیف مشکل الآثار ہے۔ اس کتاب میں احادیث کا تضاد دور کر کے احکام کا استخراج کیا ہے ۔ آپکی وفات بعمر ۹۲ سال یکم ذوالقعدہ ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ اور مقام قرافہ میں مدفون ہوئے ۔ مصطفٰے سے ولادت، محمد سے مدت عمر اور محمد مصطفٰے کے مادے سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ (تذکرہ ظفر)

صاحبِ مصابیح

کنیت ابو محمد، لقب محی السنہ، نام حسین بن مسعود، فراء البغوی سے مشہور ہوئے، ابن الفراء بھی کہے جاتے ہیں۔ ۴۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ فرو کا معنے

پوستین، آپ کے آباء و اجداد میں کوئی پوستین سیتے اور بیچتے تھے۔ بغو آپکا وطن ہے جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے اس لئے فراء بغوی بولے جاتے ہیں۔ بغو کی اصل بغشور ہے جو باغ شور کا معرب ہے شور حذف کر کے بغ کیطرف نسبت کی یہ لفظ دو حرفی ہے واو کی زیادتی سے تین حرفی ہو گیا۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد کے اور حدیث میں ابو الحسن عبد الرحمٰن بن محمد داؤدی کے شاگرد ہیں انکے علاوہ دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے، ہمیشہ باوضو درس دیتے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے، زہد و قناعت میں زندگی گذار دی، بیوی نے ترکہ میں کافی مال چھوڑا مگر اس میراث سے کچھ نہ لیا۔ خشک روٹی پانی میں تر کر کے روزہ افطار کرتے، جب اصرار کیا گیا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی پیدا ہو گی تو بطور سالن روغن زیتون کھانے لگے۔ اپنے زمانہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ کے زبردست امام تھے اور مسلکاً شافعی تھے۔ جب آپ نے شرح السنہ تصنیف کی تو آنحضورؐ کو خواب میں دیکھا ارشاد فرما رہے ہیں کہ تو نے احادیث کی شرح کر کے میری سنت کو زندہ کر دیا اس کے بعد سے آپ کا لقب محی السنۃ ہو گیا۔ آپکی تصانیف میں مصابیح السنہ حدیث کی مشہور کتاب ہے جو ۴۴۸۴ صحاح و حسان روایات کا منتخب مجموعہ ہے، بخاری و مسلم سے ۲۴۳۴۔ ترمذی ابو داؤد وغیرہ سے ۲۰۵۰۔ بعمر ۸۰ سال ۵۱۶ھ میں بمقام مرو روز آپکی وفات ہوئی اور مقبرہ طالقانی اپنے استاذ قاضی حسین کے جوار میں مدفون ہوئے۔

(تذکرہ ظفر)

صاحب مشکوٰۃ

کنیت ابو عبداللہ، لقب ولی الدین، نام محمد بن عبداللہ۔ نسباً عمری ہیں اور خطیب تبریزی سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے محدث علام، فصاحت وبلاغت کے امام اور حدیث میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ مبارک شاہ ساوی وغیرہ آپ کے شاگرد تھے۔ آپکی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور مشکوٰۃ المصابیح ہے جس میں صحاح کے علاوہ دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی جمع ہیں۔ یہ در اصل علامہ فرا بغوی کی مصابیح السنہ کی تکمیل ہے، مصابیح میں صرف حدیثیں مذکور تھیں، راوی کا نام، مخرج حدیث، صحت وضعف وحسن وغیرہ کا تذکرہ نہ تھا یہ سب صاحب مشکوٰۃ نے کیا اور ہر باب میں فصل ثالث کا بھی اضافہ کیا۔ مصابیح کی فصل اول میں صحیحین کی حدیثیں لائے ہیں جنکو صحاح سے تعبیر کیا، فصل ثانی میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی احادیث لائے جنکو حسان کے نام سے یاد کیا۔ فصل ثالث میں صاحب مشکوٰۃ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب کی احادیث بھی لائے ہیں نیز باب کے مناسب صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال بھی جمع کر دیئے ہیں۔ مصابیح کی کل حدیثیں ۴۴۸۴ تھیں آپ نے ۱۵۱۱ حدیثوں کا اضافہ کیا اس طرح مشکوٰۃ کی کل احادیث ۵۹۹۵ ہوگئیں۔ مشکوٰۃ المصابیح اس قدر مقبول ہوئی کہ تمام مدارس میں داخل درس ہے اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ تاریخ حدیث میں ہے کہ ۷۴۲ھ میں آپکی وفات ہوئی۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب مشارق الانوار

کنیت ابوالفضل، لقب رضی الدین، نام حسن بن محمد بن حسن بن حیدر، سلسلۂ نسب عمر فاروق ؓ تک پہونچتا ہے۔ صاغان کے رہنے والے تھے جس کا اصل نام چاغان ہے جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے اس لئے صغانی اور صاغانی کہے جاتے ہیں۔ ۵۷۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے اور غزنہ میں نشو و نما پائی۔ اپنے زمانہ کے زبردست فقیہ، محدث اور لغت کے عالم تھے۔ ۶۱۵ھ میں بغداد جاکر تقریباً دو سال تدریسی و تصنیفی مشغلہ میں رہے۔ ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کے سفیر ہوکر ہندوستان آئے اور یہاں کئی برس رہے پھر حج بیت اللہ کیا وہاں سے یمن گئے پھر بغداد پہونچے اس کے بعد دوبارہ ہندوستان آئے، تیسری بار بغداد گئے اور وہیں رہ گئے۔ آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ آپکی سب سے مشہور کتاب مشارق الانوار حدیث کے انتخاب میں بہترین مجموعہ ہے اور مقبول و متداول ہے، بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ آپ بغداد میں بزمانۂ مستعصم باللہ ۶۵۰ھ میں فوت ہوئے اور اپنی وصیت کے مطابق مکہ مکرمہ لیجاکر دفن کئے گئے۔

(تذکرہ)

صاحب ریاض الصالحین

کنیت ابوزکریا، لقب محی الدین، نام یحیی بن شرف بن حسن بن حسین ۶۳۱ھ میں نواۃ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے نوادی یا نووی کہے جاتے ہیں۔

پہلے اپنے شہر میں قرآن حفظ کیا پھر ۱۹ برس کی عمر میں والد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق پہونچکر تحصیل علم کیا۔ ۶۵۱ھ میں والد کے ہمراہ حج کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، مختلف علوم وفنون میں غیر معمولی قابلیت پیدا کی، حافظ حدیث اوراس کی انواع سے باخبر اور اپنے وقت کے امام تھے۔ وقت کے بڑے پابند تھے ہمہ وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے۔ کھانا صرف ایکبار عشاء بعد کھاتے، زندگی بھر شادی نہیں کی۔ کثرت سے کتابیں تصنیف کیں اور قلم توڑ دیا۔ آپکی تصانیف نہایت عمدہ اور علماء وفضلاء کے یہاں مقبول ومتداول ہیں جن میں شرح مسلم اور ریاض الصالحین کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مسلم شریف پڑھنے پڑھانے والے عام طور سے شرح نووی سے فائدہ اٹھاتے اور مغلقات کو حل کرتے ہیں۔ ریاض الصالحین اصلاحی احادیث کا بہترین مجموعہ ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ علامہ نووی زیارت بیت المقدس سے واپس ہوئے تو والدین کی موجودگی میں بچہار شنبہ ۱۴ رجب ۶۷۶ھ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ (تذکرہ)

صاحب زاد الطالبین

مولانا عاشق الٰہی بن صوفی محمد صدیق بلند شہری ضلع بلند شہر کے بستی نامی ایک گاؤں میں تقریباً ۱۳۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے گاؤں میں مولانا صادق سنبھلی (مولوی ریل) سے قرآن کریم حفظ کر کے انھیں سے کافیہ وغیرہ تک کتابیں پڑھیں اس کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد آکر مولانا حیات صاحب

یزہ سے دو سال تحصیل علم کیا پھر جامع مسجد علی گڈھ میں جاکر دو برس پڑھا، یہاں
ے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور آکر تین سال میں تکمیل تعلیم کے ساتھ ہی تجوید وقرات
وایت حفصؒ اور سبعہ متواترہ سے فراغ حاصل کیا۔ ذہانت وذکاوت اور
فظہ میں وافر حصہ ملا تھا، اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے۔ فراغت کے بعد
نے استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدسی کے دست حق پرست
بیعت کی اور اساتذہ کے حکم سے بٹالہ صوبہ پنجاب میں ولی محمد صاحب کے مدرسہ
ں ایک برس مدرسی کی اس کے بعد میوات کے علاقہ میں فیروزپور جھرکا میں بھی
ل سال تدریسی خدمت انجام دی پھر بستی نظام الدین دہلی میں آکر حضرت
نا محمد الیاس صاحب کی جماعت تبلیغ میں دس گیارہ سال تک زبان وقلم سے
بلیغ کرتے رہے پھر دہلی سے کلکتہ گئے اور وہاں آٹھ برس رہے، کلکتہ میں دو
سے قائم کئے، ایک کاشف العلوم مچھوا بازار میں، دوسرا جامع العلوم پارک
ں میں، دونوں مدرسوں کے نگراں ناظم بھی آپ ہی تھے اور کتب فروشی کیلئے
ے ذاتی کتب خانہ قائم کیا آٹھ سال کے بعد حج بیت اللہ کیلئے گئے، واپسی
ں اساتذہ سے ملنے سہارنپور اور مرادآباد آئے تو مولانا حیات صاحب نے
ور اپنے مدرسہ حیات العلوم میں نائب ناظم بنالیا اس کے بعد پاکستان جاکر
لعلوم کراچی میں کار تدریس انجام دینے لگے۔ آپ بہت کثیر التصانیف ہیں
یس برس کی عمر میں چالیس سے زائد مقبول ومتداول کتابیں لکھ ڈالیں
مزید سلسلہ جاری ہے۔ ان میں سے اکثر تبلیغی سلسلہ کی ہیں جو نظام الدین
کے قیام میں لکھیں اور ہر جگہ پڑھی جاتی ہیں۔ حدیث میں مشہور کتاب

زاد الطالبین لکھی جو بعض مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے۔ اس کا حا
بھی مزاد الراغبین کے نام سے خود ہی لکھا۔ (تذکرہ)

اُصُولِ حدیث

صاحب مقدمہ ابن الصلاح

کنیت ابو عمرو، لقب تقی الدین، نام عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن
موسیٰ بن ابی نصر، شہر زور سے قریب اربل (شمالی عراق) میں ایک گاؤ
شرخان میں ۵۷۷ھ ۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے اس لئے شرخانی اور پردادا ابو نصر کی نس
سے نصری کہے جاتے ہیں، والد کا لقب صلاح الدین تھا اس لئے ابن الصلا
سے مشہور ہوئے۔ پہلے اپنے والد سے علم حاصل کیا پھر تحصیل علوم کیلئے بلاد اس
بغداد، خراسان، شام وغیرہ کا سفر کیا اور مختلف علوم فقہ، اصول، تفسیر، حدیث
اور لغت وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ملک الناصر صلا
یوسف بن ایوب کے مدرسہ "ناصریہ" شام میں درس دینا شروع کیا وہا
مدت دراز تک رہے، خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا پھر شام سے منتقل ہو کر دمش
کے مدرسہ "رواحیہ" میں تیرہ برس شیخ الحدیث رہے جب ملک اشرف
ملک عادل بن ایوب نے دمشق میں دار الحدیث کی تعمیر کی تو اس نے تدری
خدمت کیلئے آپ کو منتخب کیا اس کے بعد مدرسہ "العادلیۃ الصغریٰ"
مدرسۃ الشام میں، غرض مختلف مدارس میں درس حدیث کی عظیم الش

خدمات انجام دیں۔ آپ بڑے مشہور محدث، تمام علوم حدیث پر گہری نگاہ اسماء رجال میں کافی مہارت، تفسیر وفقہ اور نقل لغات میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے۔ مشہور مورخ ابن خلکان کے استاد تھے۔ زہد وورع اور پرہیزگاری میں بھی اپنی نظیر آپ تھے اور مسلکاً شافعی تھے۔ قوم کے نفع واصلاح اور دیگر اشغال خیر میں ہمیشہ سرگرداں رہے۔ دمشق کی اقامت میں مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں جن میں تحقیقات جدیدہ وفوائد بدیعہ کا ذخیرہ جمع کردیا آپکی کتابوں میں "علوم الحدیث" عظیم الشان کتاب ہے اس کے شروع میں ایک نہایت اہم "مقدمہ" ہے جس میں علوم حدیث کا مرتبہ وعظمت بیان کیا ہے یہ کتاب تدوین علوم حدیث کی تمام سابقہ کتب پر فائق ہے۔ بعض مدارس میں نخبۃ الفکر کی جگہ پڑھائی جاتی ہے۔ آپکی وفات چہارشنبہ کی صبح ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ ۱۲۴۵ء کو ہوئی، بعد ظہر نماز جنازہ ہوئی اور باب النصر سے باہر مقابر صوفیہ میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب نخبۃ الفکر

کنیت ابوالفضل، لقب شہاب الدین، نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد۔ ابن حجر عسقلانی سے مشہور ہیں۔ مصر کے نامی قریہ عتیقہ میں ۲۲ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تذکرۃ المصنفین میں ہے کہ مصر کے شہر عسقلان میں پیدا ہوئے۔ ظفر المحصلین میں ہے کہ عسقلان فلسطین کا ایک خوبصورت شہر ہے جسے عروس شام کہا جاتا تھا، آپ اسی عسقلان کیطرف

منسوب ہیں لیکن مصر آپ کا مولد ومنشا اور جائے وفات ہے اس لئے مصری کہے جاتے ہیں۔ ابن حجر کا لقب اس لئے پسند کیا کہ آپ کے جد امجد کا لقب بھی ابن حجر تھا یا آل حجر کی نسبت سے ابن حجر مشہور ہوئے۔ چار سال کی عمر میں والد محترم کا انتقال ہوگیا۔ نو برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور العمدہ، الفیۃ الحدیث، الحاوی الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کرلیں۔ ۷۸۴ھ میں مکہ مکرمہ گئے، حج سے فارغ ہوکر وہاں کے مشاہیر علماء و فضلاء کے درس میں شریک ہوگئے۔ سن رشد کو پہنچے تو طلب حدیث کیلئے حرمین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص شام اور حلب وغیرہ کا سفر کیا، آپکے اساتذہ وشیوخ اتنے کثیر ہیں کہ انکا شمار ناممکن ہے۔ ۷۹۶ھ میں قاہرہ آکر حافظ زین الدین عراقی سے علم حدیث میں کمال پیدا کیا۔ شیخ عراقی نے مرنے کیوقت کہا کہ میرے جانشین ابن حجر ہوں گے۔ حدیث کے علاوہ فقہ، ادب، لغت، قرارت سبعہ وغیرہ مختلف علوم وقت کے ماہر فن اساتذہ سے حاصل کیا۔ صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادی اور صاحب عمدۃ القاری علامہ بدر الدین عینی آپکے استاذ ہیں۔ حفظ واتقان اور ذہانت وذکاوت میں آپکا کوئی جانشین نہ ہوسکا، علامہ ذہبی پر فوقیت رکھتے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں ایک دن میں سورہ مریم حفظ کرلیا۔ "الحاوی الصغیر" کو دو مرتبہ پڑھکر تیسری بار زبانی سنادیا چنانچہ حافظ آپ کا اجماعی خطاب بن گیا بلکہ تاریخ اسلام کے نامور عالم، حافظ العصر، خاتمۃ الحفاظ، امام الائمہ، محی السنہ، علم الائمۃ الاعلام، فرید الوقت، عمدۃ المحققین وغیرہ کے خطابات سے نوازے گئے۔ مطالعہ کتب، تصنیف وتالیف یا عبادت میں ہمیشہ

آپکے اوقات معمور رہتے ۔ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر دور دراز ملکوں کے
تشنا لقین علم کثیر تعداد میں آپ کے درس میں شریک ہوتے، آپ کے شاگردوں
کا شمار حد سے باہر ہے۔ تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔
جامع ازہر اور جامع عمرو کے خطیب بھی تھے ۔ چند بار آپ قاضی القضاۃ
کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے، بااین ہمہ فروتنی و تواضع کے پیکر تھے اور اپنی طرف
کسی بڑائی کی نسبت نہ کرتے تھے ۔ بہت بڑے فیاض بھی تھے ۔ فتح الباری
شرح بخاری کی تالیف سے جب فارغ ہوئے تو پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے
شہر کے باہر مقام تاج میں ۸ شعبان ۸۴۲ھ میں ایک شاندار دعوت
کی جس میں تمام اعیانِ شہر، علماء و قضاۃ، امراء و فضلاء کا عظیم اجتماع ہوا
اور مقدمہ فتح الباری بھی پڑھا گیا ۔ شعر و سخن میں بھی آپکو مہارت حاصل تھی۔
دیوان ابن حجر" کے نام سے آپکا مجموعۂ کلام بھی موجود ہے جو ہر صنف کے
اشعار پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ فطری شاعر، کسبی محدث اور بہ تکلف
فقیہ تھے ۔ بلا شبہ امت محمدیہ کو آپکے علم سے بے حد نفع پہنچا ۔ شیخ الحدیث
حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی فرماتے تھے کہ اگر حافظ ابن حجر پیدا
نہ ہوتے تو ہم لوگ حدیث پڑھانے کے لائق نہ ہوتے ۔ محدث کبیر حضرت
مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا قول ہے کہ علم رجال اور علل احادیث میں آپکا
تحقیقی پایہ اتنا بلند ہے کہ جس حدیث کو وہ صحیح لکھدیں اسے آنکھ بند کر کے
صحیح مان لینا چاہئے ۔ بااین ہمہ آپ شافعی المسلک تھے اور شافعی حنفی
تعصب حد درجہ تھا، اپنی تصانیف میں حنفیہ کے ساتھ جادۂ حق و اعتدال

ملحوظ نہ رکھ سکے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر سے جہاں
امت کو فائدہ اتنا پہونچا وہیں رجال حنفیہ محدثین وفقہاء کو نقصان بھی بہت
پہنچا۔ علامہ سخاویؒ شافعی المسلک اور حافظ ابن حجرؒ کے اصحاب میں سے ہیں
وہ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کسی حنفی عالم کا ذکر بغیر اس کی حق تلفی اور شان
گرائے نہیں کرتے۔ محب بن شحنہ نے لکھا ہے کہ رجال احناف میں سے کسی
حنفی کے حق میں ان کے کلام پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کا تعصب ان
کے حق میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ کی تصنیفات بقول امام سخاوی ۱۵۰ سے
زائد ہیں جو نہایت مفید، جامع اور علمی و تحقیقی لحاظ سے بہت بلند پایہ ہیں، ان
میں "بلوغ المرام" حدیث کی کتاب ہے جو احکام شرعیہ کے دلائل حدیث پر مشتمل
ہے۔ اصول حدیث میں شرح "نخبۃ الفکر" نہایت جامع اور کثیر النفع ہے اور سیکڑوں
سال سے داخل درس ہے، پہلے آپنے نخبۃ الفکر متن لکھا پھر اس کی شرح نزہۃ النظر
فی شرح نخبۃ الفکر لکھا اور متن و شرح اس طرح سے ملا دیا کہ دونوں علاحدہ نہیں
معلوم ہوتے بلکہ مسلسل ایک کتاب معلوم ہوتی ہے۔ آپکی وفات ۲۸ ذوالحجہ
۸۵۲ھ کو ہوئی، عمر ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن تھی۔ مصر کے مشہور مقبرہ قرافۃ الصغریٰ
میں امام شافعیؒ کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب مقدمہ مشکوٰۃ

کنیت ابو المجد، نام شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک۔ آپ کے
آباء و اجداد بخارا کے باشندہ تھے جو دہلی میں آکر سکونت پذیر ہو گئے وہیں آپ

م ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدار شعور سے ہی تحصیل علم میں لگ گئے، کھیل
و سے ہمیشہ اجتناب رہا۔ سات آٹھ برس تک فقہار ماوراالنہر کے درس میں
ہے، لکھنے پڑھنے میں اس قدر انہماک ہوتا کہ چراغ سے کئی بار عمامہ اور سر کے
وں میں آگ لگ گئی اور خبر اس وقت ہوتی جب عمامہ وغیرہ جل کر دماغ
ک گرمی پہونچتی۔ بائیس سال کی عمر میں تمام علوم وفنون وحفظ قرآن سے فارغ
وکر مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے پھر عنفوان شباب ہی میں حرمین شریفین
ر مدت تک قیام کیا وہاں شیخ عبدالوہاب متقی اور دیگر حضرات سے فن حدیث
ی تکمیل کی پھر دہلی تشریف لائے اور باون سال کی عمر میں تمام ظاہری وباطنی
الات سے آراستہ ہوکر نشر علوم، تصنیف وتالیف اور ارشاد وہدایت میں مصروف
و گئے، بچپن ہی سے عبادات، اوراد واذکار، شب خیزی ومناجات کے عادی
تھے۔ سید موسیٰ کے مرید تھے جو حضرت غوث اعظم کی اولاد میں تھے، طریقہ
ادریہ رکھتے تھے۔ غرض اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ، محدث، مؤرخ
محقق تھے۔ سب سے پہلے عرب سے علم حدیث لاکر ہندوستان میں پھیلایا۔ آپ کی
صنیفات کل چھوٹی بڑی سو جلدوں میں ہیں اور ایسی مستند ومعتبر کہ عجم میں تمام
متقدمین ومتاخرین میں آپکو ممتاز کردیتی ہیں اور ہر خاص وعام میں مقبول
یں، ان میں "مقدمہ مشکوۃ" داخل درس ہے جو حدیث کے اصول اور اس
ی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ آپکی وفات دہلی میں ۱۰۵۲ھ میں ہوئی اور
قطب صاحب کے پاس حوض شمسی کے کنارے مدفون ہوئے۔

(تذکرہ)

فقہ

امام قدوری

کنیت ابوالحسین، نام احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن ہمدان القدور
البغدادی۔ بغداد میں ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قدور قدر کی جمع ہے۔ بمعنی
آپکے یہاں ہانڈیاں بنتی تھیں یا فروخت کی جاتی تھیں۔ یا بغداد کے ایک گاؤں
کے باشندہ تھے اس لئے قدوری کہے جاتے ہیں۔ فقہ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ جرجا
سے پڑھی انھوں نے احمد جصاص سے انھوں نے امام کرخی سے انھوں نے برو
سے انھوں نے موسیٰ رازی سے انھوں نے امام محمد سے یعنی قدوری کے پانچ وا
سے امام محمد استاد ہوتے ہیں۔ حدیث محمد بن علی بن سوید اور عبیداللہ بن محم
جوشنی سے روایت کی۔ آپ نہایت ثقہ اور علماء احناف میں سرخیل سمجھے جا
تھے، تقریر و تحریر میں بڑی دل کشی تھی، تلاوت قرآن کے بہت عادی تھے۔ علا
سمعانی لکھتے ہیں کہ "آپ زبردست فقیہ اور ثقہ تھے، اصحاب ابوحنیفہ کی
ریاست عراق میں آپ ہی پر ختم تھی آپ اہل عراق کے یہاں بڑی عزت ا
جاہ و مرتبہ والے تھے۔" آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں مختصر القدور
بہت زیادہ مقبول و متداول اور تقریباً ایک ہزار سال سے داخل درس ہے
اس میں بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے۔ جب
اس کتاب کو لکھ چکے تو سفر حج میں ساتھ لے گئے، طواف کے بعد دعا کی ک
اے خدا اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی ہو گئی ہو تو اس پر مطلع فرما پھر کتاب کھو

ایک ایک ورق دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا، یہ آپکی بہت بڑی کرامت ہے۔ آپ کی وفات بعمر ۶۶ سال یکشنبہ ۵ رجب سنہ ۴۲۸ھ کو بغداد میں ہوئی اسی روز درب ابی خلف میں مدفون ہوئے بعد میں وہاں سے نکال کر شارع منصور میں ابوبکر خوارزمی کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ لامع النور سے سال وفات نکلتا ہے۔

(تذکرہ ظفر)

صاحب ہدایہ

کنیت ابوالحسن، لقب برہان الدین، نام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل۔ سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ملتا ہے۔ دوشنبہ ۸ رجب سنہ ۵۱۱ھ کو بعد عصر پیدا ہوئے، مرغینان کے باشندہ تھے جو نہر جیحون وسیحون سے آگے شاش سے قریب ایک شہر ہے اور کاشغر وسمرقند کے درمیان واقع ہے۔ آپ نے اپنے دور کے ان علماء سے تحصیل علوم کیا جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے۔ صاحب جواہر مضیئہ لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآں، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بیں، عابد وزاہد، پرہیز گار، فائق الاقران، فاضل الاعیان، ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے، علم وادب میں آپکا ثانی نہیں دیکھا گیا، قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ آپ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت بلکہ اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے۔ نیز نقد دلائل واستخراج مسائل میں آپکا ملکہ محتاج بیان نہیں انصاف یہ

ہے کہ مجتہدین فی المذہب میں آپکو شمار کیا جائے جس میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ تھے۔ آپ کا حلقۂ تدریس بھی بہت وسیع تھا، آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے اہل علم و فضل پیدا ہوئے، آپکی تصانیف بھی نہایت گرانقدر و نافع ہیں بالخصوص ہدایہ وہ بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ علماء احناف کے فتاوی کا مدار اسی پر ہے، مدارس عربیہ میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ فقہ میں آپ نے سوچا کہ کوئی مختصر اور جامع کتاب مرتب ہو جائے قدوری کو دیکھ کے بہت پسند کیا لیکن لوگوں کی زیادہ رغبت امام محمدؒ کی جامع صغیر کیطرف دیکھی تو ان دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر جامع صغیر کی ترتیب پر ایک متن بدایۃ المبتدی کے نام سے لکھا پھر اس کی شرح کفایۃ المنتہی اسی جلدوں میں لکھی لیکن سوچا کہ اتنی طویل کتاب سے لوگ اکتا جائیں گے تو دوسری مختصر اور نہایت جامع شرح ھدایہ، چار جلدوں میں لکھی، اس کی ابتداء ذوالحجہ ۵۷۳ھ بروز بدھ بعد ظہر کی اور تیرہ سال میں تکمیل کی، اس مدت میں ہمیشہ روزہ رکھتے اور ظاہر نہ کرتے، خادم جب کھانا لاتا تو چپکے سے کسی طالب علم کو کھلا دیتے۔ آپ کا معمول تھا کہ سبق ہمیشہ بدھ کے روز سے شروع کراتے اور تصنیف و تالیف کی ابتداء بھی اسی دن سے کرتے اور فرماتے کہ حدیث میں ہے کہ جو کام بدھ سے شروع کیا جائے وہ کامل و مکمل ہوتا ہے ان کے والد بھی ایسا ہی کرتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی معمول ملتا ہے۔ سمرقند میں ۱۴ ذوالحجہ ۵۹۳ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب بدایۃ المجتہد

کنیت ابوالولید، نام محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد ۵۲۰ھ ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ اندلس کے مشہور مقام قرطبہ کے باشندہ مالکی المسلک تھے، آپکی پانچویں پشت میں رشد نامی ایک شخص ہیں اسلئے آپ ابن رشد اندلسی مالکی کہے جاتے ہیں۔ آپ علم فقہ، مناظرہ، حکمت و فلسفہ اور طب میں اپنے وقت کے زبردست امام تھے بقول صاحب المعجم آپ جیسا علم و فضل و کمال میں کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔ باایں ہمہ بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے، منصور بادشاہ کے یہاں اعزاز کے ساتھ رہتے تھے پھر سلطان یعقوب نے مراکش بلالیا تو وہیں تاحیات رہے۔ آپ کثیر التصانیف ہیں اور اکثر کتابوں میں فلسفہ کا رنگ غالب ہے۔ فقہ میں آپکی "بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد" مشہور کتاب ہے جو مذاہب اربعہ میں لکھی ہے، کتاب مختصر نہایت نافع ہے اس میں ہر مسئلہ کے دلائل اور وجوہ لکھے ہیں بقول ابوجعفر ذہبی فقہ میں اس سے بہتر کوئی کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ ان خوبیوں کے پیش نظر یہ کتاب بعض مدارس میں داخل درس ہے اس میں ہر ایک مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کا علم ہوتا ہے۔ ابن رشد کی وفات ۵۹۵ھ ۱۱۹۸ء میں ہوئی۔

(تذکرہ)

صاحب منیۃ المصلی

لقب سدید الدین۔ نام محمد بن محمد بن علی، آبائی وطن کاشغر تھا اس لئے کاشغری کہے جاتے ہیں۔ بہت دنوں مکہ معظمہ میں رہے اور علم تصوف حاصل کیا پھر یمن جاکر وہاں تعز نامی گاؤں میں سکونت اختیار کرلی۔ اپنے وقت کے زبردست فقیہ تھے۔ آپکی تصنیفات میں منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہے، یہ کتاب صرف ابواب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے، علامہ ابراہیم حلبی کبیر نے اس کی بہت عمدہ شرح غنیۃ المستملی لکھی ہے جو کبیری کے نام سے مشہور ہے۔ امام سدید الدین کاشغری کی وفات ۷۰۵ھ ۱۳۰۵ء میں ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب کنز الدقائق

آپ کا تذکرہ، تفسیر مدارک التنزیل کے ضمن میں صـ ۲۳ پر گذر چکا۔

صاحب شرح وقایہ ونقایہ

لقب صدر الشریعۃ الاصغر، نام عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم۔ آپ کا لقب صدر الشریعۃ الاصغر ہے اور دادا محمود کا لقب تاج الشریعۃ اور پردادا احمد کا لقب صدر الشریعۃ الاکبر ہے۔ سلسلۂ نسب حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کا خاندان علمی تھا

اپنے دادا تاج الشریعۃ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے وقت کے امام جامع منقول ومعقول، محدث جلیل، فقیہ بے مثل، علم تفسیر ومناظرہ، نحو ولغت ادب وکلام اور منطق وغیرہ میں متبحر عالم ہوئے۔ علامہ قطب الدین رازی شارح شمسیہ نے آپ سے مباحثہ کرنا چاہا تو پہلے اپنے تلمیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو امتحاناً آپکے درس میں بھیجا اس وقت آپ ہمراۃ میں تھے اور قطب الدین رے میں۔ مبارک شاہ نے ابن سینا کی کتاب الاشارات پڑھاتے آپکو دیکھا تو رازی کے پاس لکھدیا کہ یہ شخص آگ کا شعلہ ہے مقابلہ کاخیال ترک کردیجئے ورنہ شرمندگی ہوگی۔ آپ اپنے دادا تاج الشریعہ کے فوائد بڑے اہتمام سے نوٹ کیا کرتے تھے اسی شوق میں ان کی کتاب "الوقایہ" کی نہایت عمدہ شرح تصنیف کی جو "شرح وقایہ" کے نام سے موسوم اور مدارس میں داخل درس ہے پھر "وقایہ" متن کا اختصار کیا جس کا نام "نقایہ" رکھا۔ اصول فقہ میں بہترین متن "التنقیح" پھر اس کی شرح "التوضیح" لکھی۔ اسی کی شرح "التلویح" علامہ سعد الدین تفتازانی نے لکھی جو داخل درس ہے۔ ان کے علاوہ بھی آپکی اہم تصانیف ہیں جو بہت نافع ہیں۔ علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ صدر الشریعہ کی تمام تصانیف علماء وفقہاء کے یہاں مقبول ومعتبر ہیں۔ آپکی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی اور شارع آباد بخارا میں دفن کئے گئے وہیں آپکے والدین انکی اولاد اور والدین کے اجداد بھی مدفون ہیں لیکن دادا تاج الشریعہ اور نانا برہان الدین کی وفات کرمان میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب الجوہرۃ النیرۃ

نام ابوبکر بن علی بن محمد، حداد زبیری سے مشہور، زبید نامی گاؤں کے رہنے والے فقہ حنفی کے زبردست فقیہ تھے۔ حنفی مسلک میں بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کیں۔ کہا جاتا ہے کہ علماء احناف میں کسی نے بھی ایسی تصنیف نہیں کی۔ قدوری کی ایک شرح السراج الوہاج اور دوسری شرح الجوہرۃ النیرۃ لکھی۔ جوہرہ نیرہ بعض جگہ داخل درس ہے ان کے علاوہ اور کتابیں بھی لکھیں، تفسیر میں ایک کتاب لکھی جو تفسیر حداد سے مشہور ہے، بقول علامہ شوکانیؒ آپکی تصنیف بہت عمدہ اور لوگوں میں مشہور ہے۔ ۸۰۰ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب شرح نقایہ

لقب نورالدین، نام علی بن سلطان بن محمد۔ ہرات کے قارہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے اس لئے قاری اور ہروی کہے جاتے ہیں۔ تحصیل علم کے لئے ہرات سے مکہ مکرمہ گئے وہاں ابوالحسن بکری، احمد بن حجر مکی، عبداللہ سندی، قطب الدین مکی وغیرہ سے پڑھکر اپنے وقت کے امام ہوئے۔ علامہ فرنگی محلی کہتے ہیں کہ رؤسائے علم میں سے ایک رئیس، یکتائے زمانہ اور مشہور محقق تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ ہر فن میں مہارت اور تحقیق و تدقیق میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپ بڑے کثیر التصانیف

ہیں، آپکی عمدہ مفید تصنیفات نے آپکو دسویں صدی کے مجدد کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ فقہ میں آپکی تصنیف شرح نقایہ نہایت مفید اور بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ تفسیر قرآن، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، نور القاری شرح بخاری، جمالین حاشیہ جلالین وغیرہ بہت سی مفید کتابیں اور مختلف موضوع پر بیشمار رسالے تصنیف کئے۔ شوال ۱۰۱۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی (تذکرہ)

صاحب نور الایضاح

کنیت ابو الاخلاص، نام حسن بن عمار بن علی وفائی شرنبلالی حنفی۔ نواح مصر میں شرابلولہ نامی بستی کے باشندہ تھے اس لئے شرنبلالی کہے جاتے ہیں۔ جو خلاف قیاس ہے۔ قیاس کے مطابق شرابلولی ہونا چاہئے۔ تقریباً ۹۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں مصر آکر قرآن کریم حفظ کیا اور شیخ محمد حموی، عبدالرحمٰن میری، عبداللہ نحریری، محمد محبی، علی بن خانم مقدسی وغیرہ سے تحصیل علوم کیا اور ایسی صلاحیت پیدا کی کہ اپنے زمانہ کے مشہور و معروف زبردست امام ہوئے۔ ۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کی اور شیخ ابو الاسعاد یوسف بن وفا کی صحبت حاصل رہی۔ جامع ازہر میں ایک عرصہ تک تدریسی خدمت انجام دی، نامور محدثین و فقہاء میں سے تھے بالخصوص فتاویٰ میں مرجع خلائق تھے، کتابیں بھی بہت زیادہ تصنیف کیں۔ فقہ میں آپکی نور الایضاح اتنی عمدہ ہے کہ تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ پھر ۱۰۴۵ھ میں نور الایضاح کی شرح امداد الفتاح لکھی پھر اس کا اختصار

کرکے ۱۰۴۵ھ میں دوسری شرح مراقی الفلاح لکھی جس پر طحطاوی کا حاشیہ ہے اور جو کتب فتاویٰ میں مستند شمار کی جاتی ہے ۔ آپکی تصنیفات میں الدرر والغرر کا حاشیہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے ان کتابوں کے علاوہ تقریباً ساٹھ رسالے تصنیف کئے ۔ تقریباً ۷۵ برس کی عمر میں ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ بروز جمعہ بعد عصر وفات پائی اور تربت المجاورین میں مدفون ہوئے (تذکرہ وظفر)

صاحب درِ مختار

نام محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن حصکفی ۱۰۲۵ھ میں پیدا ہوئے، حصن کیفار کے باشندہ تھے جو دیار بکر میں ایک قلعہ ہے دجلہ کے کنارے جزیرہ ابن عمر اور میافارقین کے درمیان ۔ اس نسبت سے حصکفی کہے جاتے ہیں ۔ آپ بہت بڑے ادیب، فصیح و بلیغ، تقریر و تحریر میں ماہر، حدیث و فقہ اور صرف و نحو میں بے نظیر، علوم نقلیہ و عقلیہ میں درجۂ کمال رکھتے تھے ۔ آپ کے مشائخ اور ہمعصروں نے بھی آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے جن میں آپ کے استاد خیرالدین رملی جیسے لوگ ہیں ۔ آپ نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں ۔ فقہ میں آپکی درمختار بہت مشہور و متداول ہے اور فتاویٰ میں اتنی ٹھوس ہے کہ مدارس میں فتاویٰ نویسی کیلئے پڑھائی جاتی ہے ۔ فقہ میں دوسری کتاب شرحِ ملتقی الابحر، اصول فقہ میں شرح منار وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں ۔ بعمر ۶۳ سال ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی اور مقبرہ باب صغیر میں مدفون ہوئے ۔ (تذکرہ)

صاحب رسم المفتی

نام محمد امین بن عمرو، ابن عابدین کے ساتھ مشہور ہوئے۔ اپنے دور کے
زبردست عالم، محدث، فقیہ، محقق، مدقق، علوم عقلیہ ونقلیہ میں گہری نظر
والے تھے۔ شیخ سعدی حلبی و شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھکر حدیث وفقہ کی سند
حاصل کی، فتاویٰ کی مشہور کتاب ردالمحتار (شامی) کے مصنف ہیں، یہ
کتاب علماء احناف میں کثرت سے متداول ہے اور فقہی جزئیات کو حاوی ہے۔
اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھیں جن میں ایک کتاب "رسائل ابن عابدین"
ہے جو مختلف موضوع کے بہت سے رسالوں پر مشتمل ہے اس میں ایک رسالہ
رسم المفتی ہے، اس میں فقہاء کے طبقات، کتب فقہ کے درجات، فتاویٰ
کے اصول وقواعد، مسائل وحوادث کے اسباب وعلل، ان پر محققانہ
فقہی مباحث، طریقۂ استنباط واستخراج، مسائل کی تقسیم وغیرہ پر
روشنی ڈالی ہے، اس رسالہ سے فتویٰ نویسی آسان ہو جاتی ہے، بعض
مدارس میں داخل درس ہے۔ غالباً آپکی وفات ۱۲۶۰ھ میں ہوئی (تذکرہ)

صاحب مالا بد منہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر اولیا کے خاندان میں
تقریباً ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنیؓ تک
پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان علمی تھا چنانچہ آپ، آپکے بھائی، والد اور دادا
منصب قضاء پر فائز ہوئے سات برس کی عمر میں آپنے قرآن کریم حفظ کرلیا، حدیث

شاہ ولی اللہ سے پڑھی ۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تف
حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں دسترس رکھتے تھے ۔ ذہا
وذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل، منصف مزاجی سے وافر حصہ ملا تھا پڑھنے
زمانہ میں کتب درسیہ کے علاوہ ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ کر ڈالا ۔ علوم ظاہر
کے بعد علوم باطنی کیلئے شیخ محمد عابد سنامی کے ہاتھ پر بیعت کی انھوں نے
پچاس توجہ میں سلوک کے مراحل طے کرا دیئے پھر انکی اجازت سے مرزا مظہر
جانجاناںؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ۔ انھوں نے آپکو علم الہدیٰ کا خطا
دیا ۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بیہقی وقت کہا ۔ مرزا صاحب فرماتے
کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے اس میں ملکوتی صفات ہیں
فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں، قیامت میں اگر خدا مجھ سے پوچھے کہ دنیا
کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا ۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت
میں گذرتا، روزانہ سو رکعتیں نماز اور تہجد میں ایک منزل تلاوت قرآن کا م
تھا ۔ عہدۂ قضا کی مصروفیتوں کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی کی نشر و اشاعت
میں زندگی گذاری ۔ تیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں ۔ فقہ میں مالابدمنہ
فارسی زبان میں لکھی جو ایسی مقبول ہوئی کہ تمام مدارس میں پڑھائی جاتی
ایک اور کتاب فقہ میں نہایت مفصل لکھی جس میں ہر مسئلہ کے دلائل و ماخذ
اور مختارات ائمہ اربعہ جمع کئے ہیں اور جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی
ہوا اس کو الگ رسالہ میں الاخذ بالاقوی کے نام سے جمع کر دیا ہے ۔ تفسیر میں
تفسیر مظہری دس جلدوں میں نہایت عمدہ کتاب لکھی جس میں قدیم مفسرین ک

اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط بیان کیا ہے۔ قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔ "نِعم مکرمون فی جنت النعیم" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مرزا مظہر جانجاناں کی عطا کردہ چادر کے کفن میں پانی پت میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب سراجی

کنیت ابو طاہر، لقب سراج الدین، نام محمد بن محمد بن عبدالرشید سجاوندی سجاوند کے باشندہ تھے اس لئے سجاوندی کہے جاتے ہیں۔ آپ ساتویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں آپکی تصنیف "الفرائض السراجیہ" فرائض یعنی میراث کی تقسیم میں بہت مشہور و معروف اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کی شرحیں بھی بہ کثرت لکھی گئیں، ان میں سب سے عمدہ شرح سید شریف جرجانی کی شریفیہ ہے۔ علامہ سجاوندی نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔

اصول فقہ

صاحب اصول الشاشی

صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ درس نظامی میں اصول فقہ کی کتاب اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین شاشی ہیں۔ کتاب کا اصل نام خمسین

ہے کیونکہ اس کو پچاس برس کی عمر میں لکھا تھا۔ آپ فقہ اور اصول فقہ
یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ داخل درس
ہے اور بہت مفید ہے۔ محمد بن حسن خوارزمی جو شمس الدین شاشی سے
مشہور ہیں انھوں نے بھی ۷۸۶ھ میں اس کی شرح لکھی ہے۔ فہرست
خدیویہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ ہند ۱۱۸۹ھ کے تحت اس کے مصنف
کا نام اسحٰق بن ابراہیم شاشی سمرقندی متوفی ۳۲۵ھ لکھا ہوا ہے۔ فہرست
کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں اصول الشاشی کا ایک قلمی نسخہ
موجود ہے مگر اس پر بھی مصنف کا نام موجود نہیں ہے۔ جستجو کے بعد بھی
مصنف کا نام اور انکا حال دستیاب نہیں ہوتا۔ شاشی نسبت کے بہت
سے علماء مشہور ہیں۔ ایک جلیل القدر حنفی عالم ابوعلی احمد بن محمد بن اسحٰق
متوفی ۳۴۴ھ ہیں جو زبردست فقیہ تھے اسی طرح ایک مشہور شافعی عالم
ابوبکر محمد بن اسمٰعیل عرف قفال متوفی ۳۱۴ھ شاشی کہلاتے ہیں مگر
شافعی المذہب ہیں اور اصول الشاشی کے مصنف حنفی المسلک ہیں۔ صاحب
کشف کی تصریح کے بموجب اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین شاشی ہیں
انکی تاریخ وفات معلوم نہیں، شہر شاش کے باشندہ تھے جو نہر جیحون سے آگے
واقع ہے (تذکرہ ظفر)۔

صاحب اصول بزدوی

کنیت ابوالحسن، نام علی بن محمد بن حسین۔ لقب فخر الاسلام بزدوی
۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قلعہ بزدہ کیطرف نسبت کرکے بزدوی کہے

جاتے ہیں جو نسف سے چھ فرسنگ پر واقع ہے۔ آپ فروع و اصول میں اپنے دور کے امام الائمہ تھے، حدیث، فقہ اور دیگر علوم میں ید طولیٰ رکھتے اور حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے، مشائخ حنفیہ کے رئیس اور علمی برتری کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک متبحر شافعی المذہب عالم نے مناظرہ کر کے بہت سے احناف کو شافعی بنالیا تھا، آپ نے اس کو اپنے علم سے ایسا زیر کیا کہ وہ شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ اصول فقہ میں نہایت مستند کتاب لکھی جو اصول بزدوی کے نام سے موسوم ہے اور بعض مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب مبسوط، جامع صغیر و جامع کبیر کی شرح، قرآن کریم کی ضخیم تفسیر اور دیگر کتب تصنیف کیں۔ ۵ رجب ۴۸۲ھ کو مقام کش میں وفات پائی اور سمرقند میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب حسامی

کنیت ابو عبداللہ، لقب حسام الدین، نام محمد بن محمد بن عمر۔ فرغانہ کے خوبصورت شہر اَخسِیکَث کے باشندہ ہونے کی وجہ سے اخسیکثی کہے جاتے ہیں۔ شیخ کامل، امام فاضل، عالم فروع و اصول، ماہر جدل و خلاف تھے۔ امام غزالی کی کتاب "المنخول" جو امام ابو حنیفہ رح کی تشنیع پر مشتمل ہے اس کی تردید میں ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا جس میں امام غزالی کے ایک ایک قول کی مدلل تردید کر کے امام صاحب کے مناقب جلیلہ بیان کیا ہے۔ اصول فقہ میں حسامی جس کا پورا نام المنتخب الحسامی ہے

آپ کی معرکۃ الآرار تصنیف ہے جو بہت مقبول اور داخل درس ہے۔ محققین
علماء نے اس کی شروح لکھیں جن میں امیر کاتب کی " التبیین " اور عبد العز
بخاری کی التحقیق زیادہ مشہور ہیں۔ ۲۳ ر ذو القعدہ ۷۴۴ھ بروز دو شن
آپکی وفات ہوئی اور مقبرۃ القضاۃ میں استاذ قاضی خاں کے متصل
مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب منہاج الاصول

آپ کے حالات تفسیر بیضاوی کے تحت ص ۱۴ پر گذر چکے۔

صاحب المنار

آپ کا تذکرہ تفسیر مدارک التنزیل کے تحت ص ۲۳ پر گذر چکا۔

صاحب التنقیح والتوضیح

آپ کے حالات شرح وقایہ کے تحت ص ۷۶ پر گذر چکے۔

صاحب تلویح شرح توضیح

لقب سعد الدین تفتازانی، نام مسعود بن عمر بن عبد اللہ۔ خراسان
شہر تفتازان میں صفر ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ عضد الدین او
علامہ قطب الدین رازی وغیرہ سے علوم وفنون کی تحصیل کی۔ عنفوا

شباب ہی میں علماء کبار میں شمار ہونے لگے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ابتداء میں بہت کند ذہن اور عضد الدین کے حلقۂ درس میں سب سے غبی تھے مگر مطالعۂ کتب سب سے زیادہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں کسی نے کہا کہ سعد الدین! چلو تفریح کر آئیں۔ انھوں نے کہا انتہائی مطالعہ کے بعد بھی میں کتاب نہیں سمجھ پاتا، تفریح کروں تو کیا حشر ہوگا، وہ شخص چلا گیا، اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اس نے کہا کہ آپکو آنحضورؐ یاد فرما رہے ہیں۔ یہ گھبرا کے ننگے پاؤں چل پڑے، دیکھا کہ شہر کے باہر کچھ درخت ہیں وہاں آنحضورؐ ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مسکرا کر فرمایا کہ ہم نے بار بار بلایا اور تم نہیں آئے۔ عرض کیا مجھے معلوم نہ تھا کہ حضورؐ یاد فرما رہے ہیں پھر انھوں نے اپنی غباوت کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا افتح فمك، انھوں نے منہ کھولا تو آپؐ نے لعاب دہن منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔ دوسرے روز عضد الدین کے درس میں کئی اشکالات پیش کر دیئے، ساتھیوں نے تو بے معنی سمجھا مگر استاذ نے کہا اے سعد آج تم وہ نہیں جو پہلے تھے۔ آپ صرف و نحو اور معانی و بیان کے امام اور اصول مذہب اور منطق وغیرہ کے زبردست ماہر تھے۔ امیر تیمور لنگ کے یہاں صدرُ الصدور کے عہدہ پر فائز تھے۔ بقول طحطاوی مذہب حنفیہ کی ریاست آپ پر ختم ہو گئی۔ علامہ کفوی نے کہا کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ سید شریف جرجانی جیسا صاحب علم آپکی کتابوں سے استفادہ کرتا تھا۔ علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند تدریس

پر فائز ہوئے اور سیکڑوں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ شعر و سخن سے بھی

آپکو لگاؤ تھا۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو ؎

اذا خاض فی بحر التفکر خاطری ۔ علی درۃ من معضلات المطالب

حقرت ملوک الارض فی نیل ما حووا ۔ ونلت المنی بالکتب لا بالکتائب

آپکے مسلک کے بارے میں اختلاف ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شافعی تھے

لیکن اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حنفی تھے اور اسی کے شواہد ملتے ہیں۔ آپکے تصنیف و

تالیف کا سلسلہ بھی ابتدا ہی سے درس و تدریس کے ساتھ جاری تھا۔ سولہ برس

کی عمر میں "شرح تصریف زنجانی" ۷۳۸ھ میں لکھی۔ مختلف علوم و فنون تفسیر،

حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، معانی، صرف، نحو و منطق میں آپنے معیاری

کتابیں تصنیف کیں جو علوم میں آپکی گہری واقفیت اور ملکۂ تامہ کی شہادت دیتی

ہیں اور آپکو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپکی پانچ کتابیں داخل درس ہیں۔ مطول

شرح تلخیص صفر ۷۴۸ھ میں ہرات میں تصنیف کی۔ مختصر المعانی ۷۵۶ھ

میں مقام غجدوان میں لکھی۔ تلویح ۷۵۸ھ میں ترکستان میں لکھی۔ شرح

عقائد نسفی شعبان ۷۶۸ھ میں تصنیف کی اور تہذیب المنطق والکلام رجب

۷۸۹ھ میں لکھی۔ ان کے علاوہ اور کتابیں بھی تصنیف کیں۔ علا سعد الدین

تفتازانی اور سید شریف جرجانی دونوں ایک زمانہ میں علم و فن کے آفتاب و ماہتاب

تھے، ان میں بعض لوگوں نے جرجانی کو فوقیت دی ہے لیکن حق و انصاف یہ

ہے کہ تفتازانی جرجانی پر فائق تھے، جرجانی تو تفتازانی کی کتابوں سے استفادہ

کیا کرتے تھے۔ تیمور کے دربار میں دونوں کے درمیان نوک جھونک اور

مباحثہ ومناظرہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ایکبار تمثیل مستلزم ترکیب ہے یا نہیں؟
کے موضوع پر دونوں کا مناظرہ بہت طویل ہوا اور فیصلہ کیلئے نعمان معتزلی حکم
بنایا گیا جو تفتازانی سے نالاں تھا اس نے جرجانی کے حق میں فیصلہ کردیا نتیجہ
میں شاہ تیمور نے تفتازانی پر جرجانی کا رتبہ بڑھایا جبکہ جرجانی آپ کے
تلامذہ میں شمار کئے گئے ہیں اور عوام وخواص میں یہ بات مشہور تھی کہ سب سے
بڑے عالم آپ ہی ہیں۔ اس صدمہ سے آپ بیمار ہوگئے۔ کوئی علاج کارگر نہ
ہوا بالآخر ۲۲ محرم ۷۹۲ھ کو دوشنبہ کے دن سمرقند میں وفات پا گئے اور وہیں
مدفون ہوئے پھر ۹ جمادی الاولیٰ بروز بدھ مقام سرخس میں منتقل کئے گئے۔
طیب اللہ ثراہ میں ایک کا عدد کم کردینے سے سال رحلت برآمد ہوتا ہے۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب مسلم الثبوت

قاضی محب اللہ بن عبدالشکور صوبہ بہار کے کڑا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے
مختلف مقامات میں چیدہ چیدہ حضرات سے تحصیل علوم کیا، قطب الدین
بن عبدالحلیم انصاری سہالوی بھی آپکے استاذ ہیں۔ آخری تعلیم شمس آباد
(قنوج) پہونچکر قطب الدین شمس آبادی سے حاصل کر کے علم کے آفتاب
وماہتاب ہوئے۔ صاحب مآثر الکرام نے آپکو "بحر لیست از علوم و بدر لیست
بین النجوم"، کہا۔ آپ بہت بڑے فقیہ، اصولی، منطقی اور ان علوم کے تمام
اصول وفروع پر حاوی، علم کے ایک سمندر تھے۔ تکمیل علوم کے بعد شہنشاہ
عالمگیر کے پاس دہلی گئے تو انھوں نے آپکو لکھنؤ کا قاضی بنا دیا، کچھ دنوں

وہاں قضا کا کام کیا پھر اسی عہدہ پر حیدرآباد منتقل کئے گئے۔ اس کے بعد عالمگیر نے عہدۂ قضا سے معزول کر کے اپنے پوتے رفیع القدر بن معظم کی تعلیم پر مامور کیا۔ جب اورنگ زیب عالمگیر نے آخر عمر میں اپنے بیٹے شاہ عالم کو کابل کی حکومت سپرد کی تو شاہ عالم کے ساتھ آپکو بھی اپنے پوتے کی تعلیم کیلئے کابل بھیجدیا، انھیں دنوں ۱۱۱۸ھ میں عالمگیر کی وفات ہو گئی اور شاہ عالم سلطنت مغلیہ کا فرمانروا ہوا تو اس نے قاضی صاحب کو ہندوستان کی ریاستوں کا صدر بنادیا اور فاضل خاں کا لقب دیا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں سلم العلوم فن منطق میں ایسی عمدہ اور نفیس کتاب ہے جس نے منطق میں ایک نئی زندگی پیدا کردی اور ایسی مقبول و متداول ہوئی کہ تمام مدارس میں داخل درس ہے اور کثرت سے علماء و فضلاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ملا مبین، ملاحسن، قاضی مبارک، حمداللہ وغیرہ اس کی مشہور شرحیں ہیں اور درس نظامی میں داخل ہیں۔ اسی طرح اصول فقہ میں آپکی معرکۃ الآراء تصنیف "مسلم الثبوت" ہے جس طرح "سلم" لکھ کر منطق میں زندگی پیدا کی اسی طرح "مسلم الثبوت" لکھ کر اصول فقہ کو فروغ دیا، یہ کتاب بھی داخل درس ہے اور بڑے اہتمام سے پڑھائی جاتی ہے، علماء نے اس کی بھی متعدد شرحیں لکھی ہیں، خود آپ نے بھی "منہیات حواشی مسلم الثبوت" لکھا۔ اسی طرح الجوہر الفرد فی مبحث جزء لایتجزیٰ آپکی نہایت مقبول تصنیف ہے۔ ۱۱۱۹ھ سال وفات ہے جو "شیخ دہر" سے برآمد ہوتا ہے۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب نور الانوار

نام احمد بن ابو سعید بن عبد اللہ، ملا جیون سے مشہور ہیں، نسب حضرت ابو بکر صدیق سے ملتا ہے اس لئے صدیقی کہلاتے ہیں۔ مضافات لکھنؤ قصبہ امیٹھی میں ۱۰۴۸ھ کے قریب پیدا ہوئے، آپ کا خاندان دہلی سے منتقل ہو کر امیٹھی مقیم ہو گیا تھا۔ سات برس کی عمر میں آپنے قرآن کریم حفظ کر لیا پھر اطراف واکناف کے علماء و فضلاء سے تحصیل علوم کیا اور مولانا لطف اللہ جہاں آبادی سے سند فراغت حاصل کی، سولہ برس کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کر لی۔ آپکا حافظہ بہت قوی تھا، پورے پورے صفحات و اوراق کی عبارتیں یاد تھیں، بڑے بڑے قصیدے ایکبار سنکر یاد کر لیتے، زبردست فقیہ، اصولی، جامع منقول و معقول، صاحب فتوی، علامۂ دہر تھے۔ چالیس برس کی عمر میں اجمیر ہو کر دہلی پہونچے، شاہ جہاں نے اورنگ زیب کی تعلیم کیلئے مقرر کر دیا، استاذ ہونیکی وجہ سے عالمگیر انکا لڑکا شاہ عالم اور شاہ فرخ سیر بھی آپکی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ پچپن سال کی عمر میں حرمین شریفین پہونچکر ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال ہوئے، چار پانچ سال کے بعد واپس آکر بلاد دکن میں چھ برس عالمگیر کے ساتھ گذارے، ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے، ایک سال والد کیطرف سے اور دوسرے سال والدہ کیطرف سے حج کیا اور صحیحین کا درس دیا۔ ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان آئے، وطن میں دو سال قیام کیا، ان ایام میں شیخ لیسین بن عبد الرزاق

قادری کیطرف سلوک وتصوف میں مراجعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کرکے دہلی پہونچے اور درس وافادہ میں مشغول ہوگئے۔ پوری زندگی تدریس وتالیف میں گذری۔ اکیس برس کی عمر میں ۱۰۶۹ھ میں التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ مع تالیفات المسائل الفقہیہ" کی تصنیف مکمل کی جس میں تقریباً پانچ سو آیات کی تشریح وتوضیح حنفی نقطۂ نگاہ سے کی ہے۔ اصول فقہ کی معرکۃ الآراکتاب" نورالانوار" شرح منار، مدینہ منورہ میں بعض طلبہ کے اصرار پر صرف دو ماہ میں لکھی اور ایسی مقبول ہوئی کہ تمام مدارس میں داخل درس ہے، غیر مقلدین حضرات بھی اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تفسیر احمدی بھی بہت مقبول ومفید ہے۔ ان کے علاوہ السوانح، مناقب الاولیاء، آداب احمدی آپکی تصنیفات ہیں۔ آپ حد درجہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے انسان تھے۔ ۱۱۳۰ھ میں دہلی میں وفات پائی پھر پچاس روز کے بعد آپکی نعش دہلی سے امیٹھی لے جاکر آپ کے مدرسہ میں دفن کی گئی۔ عالی جناب شیخ احمد سے سال وفات نکلتا ہے۔ (تذکرہ ظفر)

صاحب حصول المامول

نام محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ، قنوج میں ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ اس لئے قنوجی کہلاتے ہیں۔ دہلی میں آکر تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد روزی کی طلب میں بھوپال آئے اور یہیں وطن بنا لیا۔ حسن تقدیر سے ملکۂ بھوپال کے ساتھ آپکا نکاح ہوگیا اور نواب

علی جاہ امیر الملک بہادر کا لقب ملا۔ آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں۔ ساٹھ سے زائد آپکی تصانیف بتائی گئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں، فتح البیان فی مقاصد القرآن، عون الباری، ابجد العلوم، اتحاف النبلاء، نیل المرام، سلسلۃ العسجد، السحاب المرکوم، الوشی المرقوم وغیرہ۔ اصول فقہ میں حصول المامول بہترین کتاب لکھی جو بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ آپکی کتابیں شاہد ہیں کہ آپکو عربی، فارسی، اردو ہر زبان میں یکساں مہارت تھی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء میں فوت ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

عقائد یا کلام

صاحب عقائد نسفیہ

کنیت ابو حفص، لقب نجم الدین و مفتی الثقلین، نام عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل نسفی۔ بلاد ماوراء النہر کے شہر نسف میں ۴۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل اجل، مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، ادیب، نحوی، اصولی اور مشہور ائمہ حفاظ میں سے تھے۔ بہت سے شیوخ سے تحصیل علوم کیا۔ صاحب ہدایہ علی مرغینانی آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ جن وانس دونوں کو تعلیم دیتے تھے اس لئے مفتی الثقلین کہے جاتے ہیں۔ ایک لطیفہ ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ آپ علامہ جار اللہ زمخشری

سے ملنے کیلئے مکہ مکرمہ میں گئے اور دروازہ پر دستک دی، زمخشری نے
اندر سے کہا کون؟ آپنے جواب دیا عمر۔ زمخشری نے کہا انصرف، منصرف
ہو جا یعنی واپس ہو جا۔ آپنے فرمایا عمر لاینصرف۔ زمخشری نے جواب دیا
"اذا نکر صرف"۔ تفسیر، فقہ، کلام، تاریخ وغیرہ میں ایک سو کے قریب جلیل القدر
آپکی تصانیف بتائی گئی ہیں۔ ان میں العقائد النسفیہ علم کلام میں نہایت عمدہ
مشہور، داخل درس متن ہے جس کی بہت سی شروح علامہ تفتازانی وغیرہ
نے لکھیں۔ تفتازانی کی شرح عقائد نسفی بھی داخل درس ہے۔ شیخ نجم الدین
عمر نسفی نے سمرقند میں شب پنجشنبہ جمادی الاولیٰ ۵۳۷ھ میں وفات پائی
فقیہ والا قدر سے سال وفات نکلتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقائد نسفیہ کے
مصنف ابو الفضل برہان الدین محمد بن محمد بن محمد نسفی ہیں جن کی ولادت ۶۰۰ھ
میں اور وفات ۶۸۶ھ میں ہے۔ (ظفر)

صاحب شرح عقائد

آپ کا تذکرہ اصول فقہ میں تلویح کے تحت ص۸۶ پر گذر چکا۔

صاحب شرح مواقف

کنیت ابو الحسن، لقب زین الدین، نام علی بن محمد بن علی، میر سید شریف
جرجانی سے مشہور ہیں۔ شہر جرجان میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ کو پیدا
ہوئے، بقول علامہ غیاث الدین ہروی آپکی جائے پیدائش قریہ "طاغو"

ملحقات استرآباد ہے۔ صغر سنی میں ہی علوم ادبیہ کی تکمیل کرلی اور نحو کی متعدد کتابیں لکھدیں، وافیہ شرح کافیہ بچپن میں ہی لکھی۔ شرح مطالع وقطبی پڑھنے کیلئے ان کے مصنف قطب الرازی کے پاس ہرات گئے وہ انتہائی ضعیف وکمزور ایک سو بیس برس کے ہوچکے تھے مگر منطق میں آپکی نظر وفکر برق کیطرح چمکتی دیکھ کر آپکو ایک سفارشی خط دیکر اپنے خاص شاگرد مبارک شاہ منطقی کے پاس قاہرہ مصر بھیجدیا، انھوں نے جوہر قابل دیکھکر بہت توجہ سے شرح مطالع، قطبی اور مواقف پڑھایا۔ علوم نقلیہ شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی صاحب عنایہ وغیرہ سے حاصل کئے۔ علم تصوف خواجہ علاء الدین محمد عطار بخاری خلیفہ شیخ بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا اور فرماتے کہ عطار بخاری کی صحبت سے پہلے میں نے خدا کو جیسا چاہئے نہیں پہچانا تھا۔
علامہ فرنگی محلی نے آپکی شان میں لکھا کہ سید شریف درجہ کمال کو پہونچے اور اپنے اقران وامثال پر فوقیت لے گئے یہاں تک کہ آپکی شان بلند اور پایہ بہت اونچا ہوگیا۔ جرجانی نے شیراز کے بڑے مدرسہ دار الشفاء میں دس برس پڑھایا وہاں سے سمرقند جاکر درس وتدریس میں مشغول رہے سید شریف جرجانی اور علامہ سعد الدین تفتازانی دونوں ہمعصر ہیں، علامہ تفتازانی امیر تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور رہتے، دونوں میں نوک جھونک چلتی تھی۔ استعارہ کے موضوع پر دونوں میں ایک بار مناظرہ ہوا، نعمان خوارزمی معتزلی حکم تھا اس نے جرجانی کی رائے کو ترجیح دیدی جس کی وجہ سے جرجانی کی بہت شہرت ہوئی اور تفتازانی کا اسی صدمہ

میں انتقال ہوگیا، تیمور بھی آپکو تفتازانی پہ ترجیح دینے لگا۔ جب تیمور مرگیا تو جرجانی شیراز چلے آئے۔ آپکی تصنیفات پچاس سے زائد ہیں جن میں شرح مواقف، شرح مأۃ عامل، نحو میر، صرف میر، صغریٰ، کبریٰ، میر قطبی اکثر مدارس میں داخل درس ہیں، فن مناظرہ میں شریفیہ آپکا ایک رسالہ ہے۔ آپکی وفات شیراز میں بعمر ۷۶ سال ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ بروز بدھ ہوئی۔ "مشہور دارین" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحبؒ مسایرہ

لقب کمال الدین، نام محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید، ابن الہمام سے مشہور ہیں۔ قاہرہ میں ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں پیدا ہوئے، آبائی وطن سیواس تھا جو ملک روم کا ایک شہر ہے۔ آپکے والد ہمام الدین عبدالواحد سیواس میں قاضی تھے پھر قاہرہ میں قاضی مقرر ہوئے اس کے بعد اسکندریہ کے قاضی ہوئے، یہاں ایک مالکی المسلک قاضی کی لڑکی سے شادی کرکے یہیں اقامت اختیار کرلی۔ ابن الہمام میں الف لام بعوض مضاف الیہ ہے جو اصل میں ہمام الدین ہے۔ ابتدائی تعلیم والد سے پائی اس کے بعد سراج الدین قاری الہدایہ، علامہ بساطی، قاضی ابن شحنہ، جمال حمیدی، ابوزرعہ عراقی، جمال حنبلی، شمس شامی وغیرہ سے تحصیل علوم کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، معانی، بیان، صرف، نحو، منطق و موسیقی، جدل و خلاف اور تصوف و سلوک میں یگانۂ

روزگار ہوئے، صوفی کامل اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے، جذب کی کیفیت بھی طاری ہوتی تھی، ابن نجیم مصری نے آپکو اہل ترجیح لکھا ہے۔ لیکن دوسرے علمار کی قوی رائے یہ ہے کہ آپ اہل اجتہاد تھے۔ آخر عمر تک اشاعت علوم میں مشغول رہے۔ منصور، اشرفیہ، شیخونیہ اور قبۃ الصالح میں ایک مدت تک تدریس وافتار کا کام کیا پھر تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ آپکی تصنیفات میں سب سے بڑی اور مشہور تصنیف ہدایہ کی شرح فتح القدیر ہے کہ ایسی محققانہ بے نظیر شرح آج تک وجود میں نہ آئی، ابھی کتاب الوکالہ تک لکھا تھا کہ آپکی وفات ہوگئی تو اس کی تکمیل علامہ شمس الدین قاضی زادہ رومی متوفی ۹۸۸ھ نے کی۔ اصول فقہ میں "التحریر" نامی ایک بے نظیر کتاب لکھی۔ عقائد و کلام میں "مسایرہ" نامی نہایت عمدہ اور جامع متن لکھا جس کا پورا نام "المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ" ہے اسی کی شرح "مسامرہ" ہے جو داخل درس ہے۔ عبادات میں "زاد الفقیر" نام کی ایک کتاب لکھی۔ آپکی وفات قاہرہ میں ۷ر رمضان ۸۶۱ھ ۱۴۵۷ء کو ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب حاشیہ خیالی

لقب شمس الدین، نام احمد بن موسیٰ۔ خیالی سے مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم والد سے پائی، مولیٰ خضر بیگ متوفی ۸۶۳ھ کے یہاں جاکر علوم وفنون کی تکمیل کی۔ آپ بڑے محقق، مدقق، جامع معقول ومنقول تھے۔ فراغت کے بعد مدرسہ سلطانیہ بروسا میں مدرس ہوئے، تیس درہم یومیہ ملتے تھے

پھر دوسرے مقامات میں تدریسی خدمت کی جب خطیب زادہ کے والد تاج
الدین ابراہیم مشہور بابن الخطیب جو مدرسہ ازنیق میں مدرس تھے رحلت کر گئے
تو وزیر محمود پاشا نے سلطان محمد خاں سے عرض کیا کہ مدرسہ ازنیق میں آپ کو
مدرس رکھا جائے، سلطان نے کہا کہ اگر یہ وہی خیالی ہیں جنھوں نے شرح
عقائد نسفی کا حاشیہ لکھا ہے تو بےشک اس مدرسہ کی تدریس کیلئے موزوں ہیں
ادھر علامہ خیالی حج کا قصد کر چکے تھے، جب قسطنطنیہ پہونچے تو وزیر نے کہا
کہ مدرسہ ازنیق میں آپکا تقرر ہو گیا ہے اس لئے کام پر لگ جائیں، آپ نے
فرمایا کہ اگر آپ اپنی وزارت اور بادشاہ اپنی سلطنت دیدے تب بھی میں
سفر حج ملتوی نہیں کر سکتا اور حج کو چلے گئے جب حج سے واپس ہوئے تو مدرسہ
کا تدریسی کام سنبھالا۔ یہاں روزینہ ایک سو تیس درہم تھا۔ علم و فضل کیساتھ
بڑے عابد و زاہد بھی تھے، صوفیاء کے طریق پر وظائف و اذکار میں مشغول رہتے
دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے، اتنے نحیف الجثہ تھے کہ شہادت
کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اپنا دوسرا ہاتھ بازو تک اس میں گذار دیتے
آپکی تصانیف میں شرح عقائد کا حاشیہ جو "خیالی" کے نام سے مشہور اور
داخل درس ہے نہایت عمدہ اور مختصر ہے، اس کے بعض مضامین اتنے
دشوار ہیں جن کے حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء بھی عاجز ہیں لیکن علامہ
عبدالحکیم سیالکوٹی نے ان کا بہترین حل کر دیا ہے، کسی نے کہا ہے ؎

خیالات خیالی بس عظیم است + برائے حل او عبدالحکیم است ؎

اس کے علاوہ شرح تجرید کا حاشیہ، عقائد عضدیہ کا حاشیہ اور استاذ

خضر بیگ کے منظومۃ العقائد کی شرح لکھی اور ۳۲ برس کی قلیل عمر میں ۸۷۰ھ
میں وفات پائی ۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب شرح تجرید

لقب علاء الدین، نام علی بن محمد، قوشجی سے مشہور ہوئے۔ قوشجی بمعنی
حافظ البازی، ممکن ہے باز وشکرے کی معلومات زیادہ رکھتے ہوں۔ آپ کے
والد شاہ ماوراء النہر امیر الغ بک کے خدام میں تھے۔ علامہ قوشجی نے علماء سمرقند
اور قاضی زادہ رومی اور امیر الغ بک سے علم حاصل کیا پھر بلاد کرمان میں جاکر
وہاں کے علماء سے مختلف علوم وفنون حاصل کیا اور وہیں اپنی مشہور کتاب
شرح تجرید" لکھی جو مدارس میں شامل نصاب ہے، اس کے بارے میں صاحب
حدائق لکھتے ہیں کہ یہ ایک نہایت عظیم ولطیف شرح ہے جس میں متقدمین
کے فوائد عمدہ طریقہ سے ملخص کیا اور مزید فوائد کا اضافہ کیا جو آپ کے فکر کا
نتیجہ ہے تحریر بھی واضح اور سہل ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپکی کئی تصنیفات
ہیں۔ قسطنطنیہ میں ۸۷۹ھ میں وفات پائی اور حضرت ابوایوب کے جوار
میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب مسامرہ

کنیت ابو المعالی، لقب کمال الدین، نام محمد بن محمد بن علی، ابن ابی شریف
ہی سے مشہور ہوئے۔ ۵ ر ذوالحجہ ۸۲۲ھ کو بیت المقدس میں پیدا ہوئے،

وہیں نشو ونما پائی۔ پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر شاطبیہ اور امام نووی کی
المنہاج زبانی یاد کی۔ ابوالقاسم نویریؒ سے فن قرارت کی تمام روایات
کے ساتھ تکمیل کی۔ قرارت سے فراغت کے بعد مختلف فنون، اصول، منطق
عروض، اصول حدیث کی کتابیں پڑھکر ۸۴۴ھ میں قاہرہ گئے اور یہاں
حافظ ابن حجر اور محقق ابن ہمام حنفی وغیرہ سے جملہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے
اپنے وطن بیت المقدس آئے اور متعدد مدارس میں تدریسی کام کرتے رہے
۸۴۶ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا۔ ۸۵۳ھ میں حج کیا۔ ۸۷۹ھ میں
والد محترم کا انتقال ہو گیا تو ۸۸۱ھ میں قاہرہ کو وطن بنا لیا اور یہاں بھی
درس تدریس سے خلق کثیر کو فائدہ پہنچایا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں
جن میں علم کلام میں المسامرہ بہت مقبول اور داخل درس ہے یہ کتاب
شرح ہے "المسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ" کی جو علامہ ابن الہمام کی
تالیف ہے۔ مسامرہ کے علاوہ الاسعاد بشرح الارشاد، الفرائد فی حل
شرح العقائد، الدرالجوامع بتحریر جمع الجوامع وغیرہ بہت نفع بخش کتابیں
لکھیں اور ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب عقائد جلالی

لقب جلال الدین، نام محمد بن اسعد۔ کازرون میں دوان نامی قریہ کے
باشندہ تھے اس لئے دوانی کہلاتے ہیں۔ ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے
نسبًا صدیقی اور مسلکًا شافعی تھے۔ تفسیر وفقہ وادب اپنے والد

سے پڑھا پھر وقت کے بڑے بڑے علماء اور ائمہ فن سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر سے بھی تلمذ واجازت حاصل تھی۔ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ آپ تمام علوم میں سبقت لے گئے خصوصیت سے علوم عقلیہ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھی آپکی تصانیف گواہ ہیں کہ بالاتفاق آپ علم کے دریا اور اس کے ماہر ہیں۔ آپکی تصانیف بہت کثیر، بہت ٹھوس اور معرکۃ الآراء مباحث پر شامل ہیں۔ علم کلام میں "شرح العقائد العضدیہ" جو عقائد جلال سے مشہور ہے اور منطق میں شرح تہذیب المنطق جو ملا جلال سے معروف ہے اپنے فن میں اپنی آپ نظیر ہیں اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں راجح قول کے مطابق بعمر ۸۰ سال ۹۰۸ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب امور عامہ

نام مرزا محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی۔ خراسان کے شیخ طریقت خواجہ ہو سید کے خاندان میں ہیں آپکی پیدائش شہر ہرات میں ہوئی اس لئے ہروی کہے جاتے ہیں۔ اپنے والد ماجد اور ملا محمد فاضل وغیرہ علماء وقت سے تحصیل علوم کر کے تیرہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی، علم وفن میں یکتائے زمانہ تھے، تصوف وسلوک میں بھی بہرۂ کامل رکھتے تھے۔ رمضان ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں کی طرف سے کابل کی واقعہ نویسی پر مامور ہوئے پھر عالمگیرؒ نے ۱۰۷۰ھ میں اردوئے معلی (لشکر شاہی) کا محتسب بنادیا اس زمانہ میں آپکا

قیام اکبر آباد میں رہا اور شاہ عبدالرحیم صاحب والد شاہ ولی اللہ صاحب نے آپ
منطق و فلسفہ کی تمام کتابیں پڑھیں۔ ایک عرصہ کے بعد آپکو کابل کی صدارت
ملی پھر تمام عہدوں سے استعفاء دیکر گوشہ نشین ہو گئے اور علوم کی ترویج و تدریس
اپنے ذمہ لے لی۔ آپ صاحب نسبت و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ تصانیف بھی
آپکی کئی ایک ہیں۔ شاہ عبدالرحیم صاحب کو شرح مواقف پڑھاتے وقت اس پر
مشہور حاشیہ لکھا۔ شرح تہذیب علامہ دوانی اور رسالہ تصور و تصدیق ملا
رازی کے حواشی اور شرح ہیاکل آپ کی مشہور تصانیف ہیں اور ہندوستان
بخارا، کابل، وغیرہ کے مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں۔ سنہ ۱۱۱۱ھ میں آپکی
وفات ہوئی (ظفر)

صاحب حجۃ اللہ البالغہ والعقیدۃ الحسنہ

آپ کا تذکرہ اصول تفسیر الفوز الکبیر کے ضمن میں ص ۲۷ پر گذر چکا۔

صاحب تحفۂ اثنا عشریہ

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم عمری دہلوی سنہ ۱۱۵۹ھ
میں پیدا ہوئے، غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ والد ماجد اور ان کے خلفاء سے
تحصیل علوم کر کے اپنے وقت کے مایۂ ناز مرجع علماء و مشائخ ہوئے
قوت حافظہ، تعبیر خواب، وعظ گوئی، انشاء، تحقیقات علوم اور مناظرہ
میں بے نظیر تھے۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں پورا ملکہ و رسوخ رکھتے تھے

اس لئے خاتم المفسرین والمحدثین کہے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں علوم عقلیہ
ونقلیہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ علم کے ساتھ عمل میں بھی یکتائے زمانہ
تھے۔ آپنے اور آپکے خاندان نے حدیث وفقہ کی خدمت کرکے امت محمدیہ
پر جو احسان عظیم کیا ہے وہ کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپکی پوری عمر
تدریس، افتاء، فصل خصومات اور وعظ وتذکیر میں گذری۔ چند کتابیں بھی تصنیف
کیں جن میں تفسیر عزیزی بہت عمدہ اور معلومات افزا ہے جو آخری دو پارے
اور شروع کا سوا پارہ، کل سوا تین پارے کی تفسیر ہے۔ دوسری تصنیف
تحفۂ اثنا عشریہ روافض کے رد میں فارسی زبان میں ہے، اس کا اردو ترجمہ
بھی ہو چکا ہے۔ اس میں شیعوں کے تمام فرقے، ان کے عقائد اور ان کی عیاری
ومکاری کا بیان ہے اور مذہب اسلام، حضرات صحابہؓ وخلفائے ثلثہ پر
ان کے جتنے اعتراضات ہیں ان سب کا نہایت معقول الزامی وتحقیقی جواب
دیا ہے اور ہر جواب اتنا جاندار اور ٹھوس ہے کہ ہر شیعہ مجتہد اس کا جواب
لکھنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل
درس ہے۔ اس کے علاوہ بستان المحدثین، سر الشہادتین، عجالہ نافعہ،
فتاوی عزیزی آپکی علمی یادگاریں ہیں۔ روافض آپ کے سخت دشمن تھے۔
دشمنوں نے آپ کے دونوں ہاتھ پہونچوں تک کاٹ ڈالے، بدن پر چھپکلی کا
ابٹن مل دیا جس سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور جسم مبروص ہوگیا۔
سنہ ۱۲۳۹ھ میں بعمر ۸۰ سال وفات پائی اور مقبرہ مہندیان میں اپنے والد کے
پہلو میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب رسالہ حمیدیہ

نام حسین بن محمد بن مصطفےٰ الجسر ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء میں طرابلس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرکے جامعہ ازہر مصر میں ۱۲۷۹ھ میں داخل ہوئے اور ۱۲۸۴ھ میں جید عالم بنکر طرابلس واپس ہوئے۔ آپ فقہ وادب کے بہترین عالم تھے، مفید کتابیں تالیف کیں جن میں "الرسالۃ الحمیدیہ" بہت مشہور ومقبول ہے، اس میں اسلام کے عقائد اور اسرار ورموز اچھوتے انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور فلسفۂ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا گیا ہے۔ بعض مدارس میں یہ کتاب شامل نصاب ہے۔ اس کے علاوہ الحصول الحمیدیۃ فی العقائد الاسلامیہ، نزہتہ الفکر، اشارات الطاعۃ فی حکم صلوٰۃ الجماعۃ، ریاض طرابلس الشام، الکوکب الدریۃ فی الفنون الادبیۃ وغیرہ آپکی تالیفی یادگار ہیں۔ ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں طرابلس میں وفات پائی۔ (تذکرہ)

بلاغت

صاحب دلائل الاعجاز

کنیت ابوبکر، نام عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن جرجانی، طبرستان کے مشہور ضلع جرجان کے باشندہ تھے۔ ابوعلی فارسی کے خواہر زادہ سے ازاول تا آخر تحصیل علوم کیا، امام نحو سیبویہ سے بھی تلمذ حاصل ہے۔

علوم عربیہ نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ میں ایسی شہرت پائی کہ آج تک آپکا نام روشن ہے، طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں کہ عربی دانی اور فصاحت وبلاغت کے بڑے اماموں میں تھے، مسلکاً شافعی اور اشعری تھے۔ آپ نے علم معانی کی جو اعلیٰ خدمت انجام دی اس کا عشر عشیر بھی دوسرا نہ کر سکا۔ آپکی تحقیقات غامضہ علماء بلاغت کیلئے آج تک مشعل راہ ہیں چنانچہ آپکو واضع علم بیان سے یاد کیا گیا ہے۔ آپنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ معانی وبیان میں دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغت بہت معرکۃ الآراء ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور علوم میں ید بیضاء کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعد کے لوگ آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔

عوامل نحو کے موضوع پر "مأتہ عامل" بہترین اور مشہور متن ہے، جس کی شرح "شرح مأۃ عامل" مدارس میں داخل درس ہے۔ المغنی فی شرح الایضاح، المقتصد، اعجاز القرآن، تفسیر الجرجانی، نحو میں الجمل، تصریف میں العمدہ وغیرہ آپکی قابل ذکر کتابیں ہیں۔ آپ کی وفات ۴۷۱ھ یا ۴۷۴ھ میں ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحبِ مفتاح العلوم

کنیت ابو یعقوب، لقب سراج الدین، نام یوسف بن ابوبکر بن علی خوارزمی سکاکی۔ کہا گیا ہے کہ شہر سکاکہ جوین یا عراق یا نیشاپور میں واقع ہے اس کی طرف منسوب ہیں مگر یہ قول راجح نہیں کیوں کہ ارتشاف میں

ابو حیان سے منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں اور ایک جگہ ابن السکاک لکھا ہے، بقول علامہ سیوطی یہ نسبت ان کے دادا کیطرف ہے جو سونا چاندی ڈھالکر سکہ بنایا کرتے تھے۔ آپکی پیدائش ۵۵۵ھ میں ہوئی۔ علامہ سدید بن محمد حناطی، محمود مروزی، مختار بن محمود رازی جیسے بلند پایہ حضرات سے شرف تلمذ حاصل کر کے مختلف علوم وفنون میں کامل دسترس بہم پہنچائی، آپ کو علم صرف، نحو، بیان، عروض، شعر، منطق، فلسفہ، کلام، ادب، علم خواص الارض، علم تسخیر جن، علم اجرام سما، علم کواکب، فن طلسمات، فن سحر، فن سیمیا جملہ علوم وفنون میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپنے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت ٹھوس، جامع اور مفید ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کتاب "مفتاح العلوم" ہے جو اپنی نظیر آپ ہے اب تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی، یہ کتاب تین قسموں پر منقسم اور بارہ علوم صرف، نحو، منطق، عروض وغیرہ پر مشتمل ہے، قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے، یہ کتاب بعض مدارس میں داخل درس ہے۔

جب آپ کے علم وفضل کی خبر سلطان چغتائی خاں بن چنگیز خاں کو ہوئی جو ماوراءالنہر اور حدود خوارزم وکاشغر وبدخشاں وبلخ وغیرہ کا حاکم تھا تو اس نے آپکو اپنا خاص جلیس بنالیا۔ ایک بار آپ نے مریخ کو مسخر کر کے چغتائی خاں کے لشکر میں آگ بھڑکادی۔ چغتائی کے وزیر کو آپ سے حسد تھا اس نے چغتائی سے شکایت کردی کہ سکاکی جب ایسی چیزوں پر قادر ہے تو عجب نہیں کہ آپکی سلطنت پر قبضہ کرلے۔ چغتائی نے اس اندیشہ سے آپکو قید کردیا۔ تین سال قید خانہ میں رہ کر رجب ۶۲۶ھ میں آپ وفات پاگئے (تذکرہ وظفر

صاحب تلخیص المفتاح

کنیت ابو عبداللہ و ابو المعالی، لقب جلال الدین، نام محمد بن عبد الرحمٰن
وینی - آپ شافعی المسلک قزوین کے باشندہ سنہ ۶۶۰ھ میں اور بقول
ظ ابن حجر سنہ ۶۶۶ھ میں پیدا ہوئے، دمشق میں آکر تعلیم حاصل کی۔ فقہ،
ول، عربیت، معانی و بیان وغیرہ علامہ ایکیؔ و دیگر اساتذہ سے اور علم
یث علامہ عز فاروقی سے پڑھا، بہت ذہین، فصیح و بلیغ، زبان آور خطیب،
ب، خوشنویس، منصف مزاج اور صاحب اخلاق جمیلہ تھے، اپنے دور کے
وست فقیہ اور قاضی القضاۃ تھے۔ بیس برس سے کم عمر میں روم میں
ضی مقرر ہوئے، جامع مسجد دمشق کے خطیب بھی رہے پھر سلطان ناصر
دمشق سے بلاکر شام کا قاضی بنا دیا اس کے بعد مصر کا قاضی بنایا پھر دوبارہ
نق کے قاضی ہوئے۔ دمشق ہی میں آپ پر فالج گرا اور ۱۵ رجمادی الاولی
۷۳۹ھ میں وفات پا گئے۔ آپکی تصنیفات میں "تلخیص المفتاح" فن بلاغت
ں نہایت جامع اور مختصر کتاب ہے جو علامہ سکاکی کی مشہور ترین کتاب
فتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص ہے اور چونکہ غایت درجہ مختصر ہے
س لئے شرح کے طور پر ایک اور کتاب "الایضاح" کے نام سے لکھی۔ آپ
ی تلخیص بہت مقبول ہوئی۔ اس پر بہت سے شروح و حواشی لکھے گئے۔
امہ سعد الدین تفتازانی نے اسی کی شرح مطول اور مختصر المعانی لکھی جو
خل نصاب ہے۔

صاحب مختصر المعانی و مطول

آپکا تذکرہ اصول فقہ میں تلویح کے ضمن میں صـ ۸۶ پر گذر چکا۔

صاحب دروس البلاغۃ

یہ کتاب حفنی بک ناصف نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب بک صالح اور مصطفےٰ طموم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی۔ محمد حفنی ناصف بن اسمٰعیل ناصف سنہ ۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی برکۃ الحج میں یتیمی و ناداری کی حالت میں پیدا ہوئے، ماموں اور دادی نے کفالت کی۔ مقامی ابتدائی تعلیم کے بعد گیارہ برس کی عمر میں ازہر گئے وہاں تیرہ سال رہے پھر دار العلوم میں داخل ہو کر یہاں سے فراغت اور علوم و فنون میں مہارت حاصل کی اس کے بعد مدارس امیریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے پھر لا کالج کے استاد منتخب ہوئے اور تعلم کا سلسلہ بھی رکھا لیکن قانون پڑھ لینے کے بعد تدریسی مشغلہ ترک کر کے سرکاری وکیل کے سکریٹری بن گئے ۱۸۹۲ء میں جج بنائے گئے اور ترقی کر کے "طنطا" کی ملکی عدالت کے نمائندہ ہو گئے اس اثناء میں جامعہ مصریہ کی دعوت پر ادب عربی کی تعلیم دینے لگے۔ ادب عربی پر آپکے معلوماتی لکچر کتابی تشکل میں جمع کر دیئے گئے جس کا نام حیاۃ اللغۃ العربیۃ" ہے۔ پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ کی پنشن ہوئی تو ان کی جگہ آپ آگئے۔ آپ بڑے خوش مذاق

حاضر جواب، مزاج پسند اور خلیق تھے، ہر علم وفن کا ساتھ دیتے اور قدیم وجدید کو نہایت توازن سے ملائے رہتے، جدید ادبی تحریک کے ایک محکم ستون تھے اس تحریک کو اپنے قصائد ومقالات اور تالیفات سے تقویت پہنچائی، آپ لغت میں بڑی مہارت، قواعد واسرار کلام میں وسیع معلومات اور فن تنقید میں گہری نظر رکھنے والے تھے، مضمون نگاری میں سجع بندی و بدیع پسندی ہے لیکن مقالات نویسی میں سادگی اور سلاست ومتانت ہے اور آپکی شاعری میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے۔ آپنے دوسرے مؤلفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس مقرر ہے "دروس البلاغۃ" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے اور مولوی کے کورس میں داخل ہے۔ آپکی وفات ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔ (ظفر)

ادب

صاحب قصیدہ بانت سعاد

حضرت کعب بن زہیرؓ صحابی رسولؐ بہت اچھے شاعر تھے۔ پہلے انکے بھائی بجیرؓ اسلام لائے اس پر یہ بہت ناراض ہوئے اور آنحضورؐ کی ہجو میں اشعار کہکر آپکی خدمت میں بھیجدیا، اس گستاخی پر کعب کو قتل کرنے

کا حکم آپؐ نے دیدیا۔ اب کعب بہت گھبرائے اور سوائے معافی کے کوئی چارہ نہیں دیکھا بالآخر آنحضورؐ کی مدح میں ایک قصیدہ بانت لکھکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کعب امن چاہتے اور اپنی غلطی سے تائب ہوکر مسلمان ہونے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم مامون ہو، کعب نے اسلام قبول کیا اور وہ قصیدہ سنانا شروع کیا، کل ۵۷ اشعار ہیں، جب اس شعر پر پہونچے

ان الرسول لسیف یستضاء بہ ٭ مھند من سیف اللہ مسلول۔

تو آنحضورؐ نے اپنی چادر کعبؓ کو اڑھادی، ان کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے ان کے ورثہ سے بیس ہزار میں خرید لی پھر ان کے بعد بادشاہوں کے پاس یکے بعد دیگرے چلتی رہی۔ قصیدہ کے شروع میں تشبیب کا مضمون ہے جس میں سعاد (اپنی محبوبہ) کو خطاب کر کے عشقیہ اشعار کہے ہیں جیسا کہ عربی شاعروں کی عادت ہے۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کے طائف سے لوٹ کر آنے کے بعد کا ہے۔ (تذکرہ)

صاحب کلیلہ و دمنہ

کنیت ابو محمد، نام عبد اللہ بن المقفع، ۱۰۶ھ کے قریب پیدا ہوا، فارسی النسل خاندان خور سے متعلق تھا بصرہ میں پرورش پائی، باپ مجوسی تھا۔ ابن المقفع بڑھاپے میں مسلمان ہوا لیکن منافقت کے ساتھ ظاہر میں مسلمان اور باطن میں اپنے مسلک پر قائم رہا۔ یہ زبردست عالم و فاضل۔ انشاء پرداز اور ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے میں مہارت تامہ رکھتا تھا، عربی و فارسی کا زبردست ادیب تھا۔ زمانہ اسلام میں سب سے پہلے کتب منطق

کا ترجمہ ابو جعفر منصور کے عہد میں اسی نے کیا، ارسطاطالیس کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ اس نے کیا۔ اس کی باتیں ہر قسم کی لغزش سے پاک ہوتیں اور یہی حال اس کے ترجمہ کا بھی تھا۔ اس کی عربیت میں بڑی سلاست ہوتی جس کا بین ثبوت "کلیلہ ودمنہ" ہے۔ اس کتاب کا اصل مصنف بیدبار نامی ہندوستان کا ایک فلسفی ہے جس نے ہندوستان کے ایک بادشاہ دابشلم کیلئے لکھا تو بادشاہ نے بیدبار کے سر پر تاج رکھدیا اور اپنا وزیر بنالیا، یہ کتاب سترہ ابواب پر منقسم اخلاقیات پر لکھی گئی ہے اور چڑیوں اور جانوروں کی زبان میں ساری باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی خبر جب نوشیرواں کو ہوئی تو اس نے علاوہ سفر خرچ پانچ لاکھ دینار دیکر حکیم برزویہ کو ہندوستان بھیجا جنھوں نے کلیلہ ودمنہ کو حاصل کرکے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا پھر عبداللہ بن مقفع نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ بعد میں بہت سے لوگوں نے اس کو ملخص کیا اور بعض نے منظوم کیا۔ ملا حسین بن علی واعظ کاشفی متوفی ۹۱۰ھ نے امیر سہیلی کیلئے ملخص کرکے فارسی میں ترجمہ کیا جو انوار سہیلی سے مشہور اور فارسی کورس میں داخل ہے۔ ابن المقفع نے ترجمہ کے علاوہ بہت سی مستقل کتابیں، الادبُ الصغیر، الادب الکبیر، الدرۃ الیتیمہ وغیرہ نہایت عمدہ تصنیف کیں اور کلیلہ دمنہ مدارس میں داخل درس ہے اور عربی ادب سیکھنے کیلئے بے نظیر ہے اس کی فصاحت و بلاغت کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ۱۴۳ھ میں ابن المقفع کی وفات ہوئی۔

(تذکرہ)

جامع سبعہ معلقہ

کنیت ابوالقاسم، لقب راویہ، نام حماد بن سابور بن المبارک۔ اسکی اصل دیلم کی تھی۔ ۹۵ھ میں کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی۔ بقول زرکلی لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ، ان کے اشعار و اخبار، نسب اور انکی زبان کا جاننے والا تھا۔ اس کو سیاحت سے بہت دلچسپی تھی دیہاتوں، جنگلوں اور بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا جب شام کی طرف بنی امیہ کے پاس پہونچا تو لوگ اس سے عرب کے واقعات و علوم دریافت کرتے اور یہ بے تکلف انکو بیان کرتا اور انعام پاتا، ایک دفعہ ولید بن یزید اموی نے پوچھا کہ تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہر وہ شاعر جس کو آپ جانتے ہیں یا ان کا نام سنا ہے میں نے ہر ایک کے قدیم و جدید اشعار کو یاد کیا ہے اور اس کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے یہ سنکر ولید متحیر رہ گیا اور پوچھا تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں؟ حماد نے کہا اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف معجم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعرائے جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔ ولید نے سنانے کا حکم دیا، حماد نے سنانا شروع کیا تو ولید سنتے سنتے تھک گیا اور اپنی جگہ ایک معتمد کو بٹھا دیا، حماد نے عرب جاہلیت کے دو ہزار نو سو اشعار سنا ڈالے اس پر ولید نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔ حماد کا یہ بھی بیان ہے کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز

نت سعاد" سے ہے۔ بنوامیہ کے دور میں حماد کی بڑی عزت تھی۔ اسی حماد راویہ
نے "سبعہ معلقہ" کو ترتیب دیا اور جمع کیا جو درسیات کی مشہور و معروف کتاب ہے
جس کا ہر قصیدہ الگ الگ شاعر کا ہے وہ شعراء امرؤ القیس، زہیر بن ابی
سلمیٰ، طرفہ بن العبد، لبید بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، عمرو بن کلثوم اور حارث
بن حلزہ ہیں۔ حماد کی وفات بغداد میں ۱۵۵ھ میں ہوئی۔ (تذکرہ ظفر)

صاحب جمہرۃ اشعار العرب

کنیت ابوزید، نام محمد بن ابی الخطاب، آپکی جمہرۃ اشعار العرب بلحاظ عربی ادب
بہت عمدہ کتاب ہے، اس کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں شعر و لغت پر
نقد و تبصرہ ہے اور لغت قرآن و شعراء کے اقوال کے مابین موازنہ کیا ہے نیز
اشعار اور شعراء کے درمیان بھی تقابل دکھایا ہے اور پھر ان کی اقدمیت و
افضلیت کو بتایا ہے۔ یہ کتاب "نیل الارب فی قصائد العرب" کے نام سے چھپی
ہے اس میں ۴۹ معلقات کا ذکر ہے اور ہر معلقہ سات اقسام پر منقسم، پھر ہر قسم
میں سات قصیدے مخصوص لقب سے مذکور ہیں۔ کتاب اپنی افادیت کے لحاظ
سے بے نظیر ہے اس لئے بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ ابوزید قرشی کی وفات
۱۷۰ھ کے قریب ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب کتاب الحماسہ

کنیت ابوتمام، نام حبیب بن اوس طائی، قبیلہ طے کیطرف منسوب

باپ کا نام تدوس تھا ترمیم کرکے اوس بنالیا۔ اوس نصرانی تھا اور دمشق میں
نامی گاؤں کا باشندہ تھا۔ ابوتمام اسی گاؤں میں سنہ ۱۹۰ھ میں پیدا ہوا اور مصر
پرورش پائی۔ گندمی رنگ، طویل القامت، شیریں کلام، ذہین وطباع
دماغ، برجستہ گو، پختہ عقل، نازک خیال، قوی الحافظہ تھا، اس کی دو
کتابیں "الحماسہ" اور "فحول الشعراء" اس کی بالغ نظری اور ادبی مہارت پر شا
ہیں۔ ابوتمام کا باپ حائک تھا اور دمشق میں رہنے لگا تھا، ابوتمام شروع
اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتا رہا جب جوان ہوا تو مصر گیا اور وہاں کی جامع مسج
لوگوں کو پانی پلانے لگا اور مسجد کے علماء سے علم حاصل کرنے لگا وہ مستق
اشعار حفظ کرتا اور شعراء کی نقلیں اتارتا پھر بہت سے شہروں کا سفر کیا اور اس
قدر مشہور ہوا کہ محتاج بیان نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو قصائد اور مقاطیع
علاوہ عرب کی چودہ ہزار نظمیں یاد تھیں۔ وہ ایسا مشہور زمانہ شاعر ہو گیا کہ ام
و خلفاء کی مدح کرکے خوب انعام و اعزاز حاصل کیا۔ بقول ابن خلکان "
الفاظ کی عمدگی اشعار کی خوبصورتی اور اسلوب کی اچھائی میں اپنے دور کا ی
تھا۔" علماء نے لکھا ہے کہ قبیلہ طے میں تین شخص بے نظیر پیدا ہوئے۔ حاتم ط
سخاوت میں، داؤد بن نصیر طائی زہد و تقویٰ میں اور حبیب بن اوس طائی
میں۔ ایک مرتبہ ابوتمام نے خراسان میں عبداللہ بن طاہر کی مدح کرکے ایک
اشرفیاں حاصل کیں وہاں سے بارادۂ عراق واپس ہوا، ہمدان پہنچا تو وہا
اس کثرت سے برف باری ہوئی کہ تمام راستے بند ہو گئے۔ وہاں ابوالوفا
سلمہ کے یہاں بکثرت عرب کے دواوین تھے۔ ابوتمام نے ان کو پڑھ کر منتخب اش

کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کیا جو آج تک سارے عالم میں دیوان حماسہ کے نام سے مشہور ہے اور ہندوستان و بیرون ہند کے بہت سے مدارس میں یہ دیوان یا اس کے انتخابات داخل درس ہیں۔ ابو تمام بعمر ۴۰ برس ۲۳۱ھ میں موصل میں فوت ہوا، اور وہیں باب المیدان سے باہر خندق کے کنارے دفن کیا گیا۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب البیان و التبیین

کنیت ابو عثمان، نام عمرو بن بحر بن محبوب بصری، بہت زیادہ بدشکل و بدصورت تھا، آنکھیں باہر نکلی ہوئی تھیں اس لئے جاحظ کہا جاتا تھا کیونکہ جحوظ کے معنی ابھرنے کے ہیں۔ ایک بار متوکل کو کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے صاحبزادہ کی تعلیم و تربیت کیلئے جاحظ کو مقرر کر دیجئے، متوکل نے دربار میں بلایا اور اس کی شکل و صورت دیکھ کر دس ہزار درہم دیکر فوراً واپس کر دیا۔ جاحظ بلحاظ صورت جس قدر قابل نفرت تھا علمی و فنی کمالات کے اعتبار سے اتنا ہی زیادہ قابل رشک تھا۔ ادب، نحو، معانی، بیان اور فصاحت و بلاغت کا امام تھا اور علم کلام تاریخ، لغت میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور ہر فن میں اس کی تصانیف ہیں جن کے بارے میں استاذ ابو الفضل ابن العمید وزیر نے ابو القاسم سیرافی سے کہا:

اے ابو القاسم! جاحظ کی کتابوں سے پہلے درجہ میں علم اور دوسرے درجہ میں ادب حاصل ہوتا ہے۔ جاحظ کی سب سے بہترین تصنیف "کتاب الحیوان" ہے جس میں جانوروں سے متعلق ہر قسم کی نادر معلومات ہیں اسی طرح کتاب البیان والتبیین" بھی اس کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو ادب کے لحاظ سے

خصوصاً اور دیگر علوم کے اعتبار سے عموماً بے حد مفید ہے، علاوہ ازیں کتاب النجلا
العبرات والنظرات اس کی بڑی مشہور و مقبول کتابیں ہیں جو بعض مدارس میں
داخل درس ہیں۔ اخیر عمر میں جاحظ پر فالج کا ایک ایسا عجیب حملہ ہوا کہ اس کا
نصف داہنا حصہ بے حد گرم اور نصف بایاں حصہ بہت زیادہ ٹھنڈا، جاحظ کہا
کرتا کہ میرے جسم میں اضداد جمع ہو گئے ہیں۔ بالآخر اسی مرض میں بصرہ میں محرم
۲۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (تذکرہ)

صاحب دیوان (بحتری)

کنیت ابو عبادہ، نام ولید بن عبید بن یحییٰ۔ بحتر جو اجداد میں تھے انکی طرف
نسبت کرکے بحتری نام سے شہرت پائی۔ ۲۰۶ھ میں پیدا ہوا۔ بغداد میں مدت
دراز تک مقیم رہا اور خلفاء کی مدح و ستائش کرتا رہا۔ اس کا بیان ہے
کہ شعراء اپنے اشعار ابو تمام کے سامنے پیش کرتے تھے، جب میرے اشعار کو
اس نے سنا تو میری طرف خصوصی توجہ کی اور سب کے جانے کے بعد مجھ سے کہا
کہ تم سب سے اچھے شاعر ہو، اور میرے حالات پوچھے، میں نے اپنی ناداری بتائی
تو اس نے اہل معرۃ النعمان کے پاس میری تعریف کا خط لکھا جس کی بدولت
ان لوگوں نے میری تعظیم کی اور چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا، بحتری بہت
اونچا شاعر مانا جاتا ہے اور اس کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں معری
مشہور شاعر ہے اس سے پوچھا گیا کہ ابو تمام، بحتری اور متنبی میں کون اچھا
شاعر ہے تو اس نے کہا کہ ابو تمام اور متنبی دانا و عقلمند ہیں اور بحتری درحقیقت

شاعر ہے۔ بحتری کا دیوان اپنے گوناگوں محاسن کیوجہ سے بہت مقبول و متداول ہے اور بعض مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ بحتری نے بھی ابوتمام کی طرح ایک حماسہ لکھا ہے، معانی اشعر بھی اس کی اہم یادگار ہے۔ اس نے ۲۸۴ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ)

صاحبُ الکامل

کنیت ابوالعباس، لقب مبرد، نام محمد بن یزید بن عبدالاکبر۔ قبیلہ ازد سے تعلق کیوجہ سے بصری کہا جاتا ہے۔ مبرد اپنے دور میں نحو وصرف، فصاحت وبلاغت اور عربی دانی میں بغداد کا امام تھا۔ مولانا عبدالعلی جتوری فرماتے ہیں کہ ابوالعباس نحویوں اور ادیبوں کا استاذ تھا اور ابوعمرو جرمی وابوعثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم میں سب سے آگے تھا۔ علامہ مازنی نے جب "کتاب الالف واللام" تصنیف کی تو مبرد سے اپنی کتاب کی بعض باریک ومشکل چیزیں پوچھیں، مبرد نے نہایت عمدہ برجستہ جواب دیا اس پر مازنی نے کہا "قم فَأَنْتَ المبرِّدِ" اٹھو تم حق کو ثابت کرنے والے ہو۔ اسی وقت سے اسکو مبرد کہا جاتا ہے۔ مبرِّد (بکسر راء) باب تفعیل کا اسم فاعل ہے لیکن کوفیوں نے تغیر کر کے مبرَّد (بفتح راء) کر دیا۔ مبرد نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں الکامل نحو وصرف اور عربیت کے موضوع پر بہت عمدہ اور بے نظیر کتاب ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ بغداد میں ۲۸۶ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

(تذکرہ)

صاحبُ المجتبیٰ

کنیت ابوبکر، نام محمد بن الحسن بن درید۔ ابن درید کے ساتھ مشہور ہوئے ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور لغت وادب، شعر اور دیگر علوم وفنون حاصل کیے۔ ابوحاتم سجستانی، ابوالفضل عباس بن فرج نحوی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوعثمان سعید بن ہارون جیسے آپ کے اسا میں ہیں اور ابوالفرج اصبہانی، ابوسعید سیرافی، ابوعلی قالی جیسے تلامذہ ہیں تحصیل علوم کے بعد عمان جاکر بارہ برس رہے پھر بصرہ آئے اس کے بعد فار جاکر ایسے سرکاری عہدہ پر فائز ہوئے کہ آپکے بغیر کوئی حکم ہی نافذ نہ ہوتا تھا اسی زمانہ میں لغت کی مشہور کتاب کتاب الجمہرہ لکھی اس کے بعد ۳۰۸ھ میں بغداد آکر علی بن محمد خوارزمی کے یہاں قیام کیا انھوں نے خلیفہ مقتدر باللہ سے آپکا علم وفضل بیان کرکے پچاس دینار ماہوار مقرر کرادیا جو تاحیات جاری رہا۔ خطیب بغدادی نے ابن درید کو دیکھا ہے انکی روایت ہے کہ عرب میں ان سے بڑھ کر حافظہ والا نہیں دیکھا گیا، آپ کے پاس دواوین پڑھے جاتے تھے اور آپکو سارا دیوان ازبر ہو جاتا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ آپ "علم ادب کے سرخیل، قوت حافظہ میں ضرب المثل اور علماء وشعراء میں سب سے بڑھکر علم وشعور رکھتے تھے" آپ نے بکثرت کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں کتاب المجتبیٰ عالیہ کے کورس میں داخل ہے۔ فالج کے مرض میں ۱۸ر شعبان ۳۲۱ھ بروز بدھ بغداد میں آپکی وفات ہوئی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ

صاحب نقد الشعر

کنیت ابو الفرج، نام قدامہ بن جعفر بغدادی۔ منطق و فلسفہ میں ان کا شمار
ار متقدمین میں ہے، فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے۔ بنو عباسیہ
دور میں مکتفی باللہ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں نقد الشعر
ں مدارس میں داخل درس ہے اس میں قدامہ نے نقد کو مستقل ایک فن کا درجہ
ادر سب سے پہلے عربی نقد کے اصول استخراج کئے۔ قدامہ کی دوسری کتابیں نقد النثر،
ب البیان، جواہر الالفاظ وغیرہ علمی یادگار ہیں۔ آپ کی وفات بغداد میں ۳۳۷ھ ۹۴۸ء
ں ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب دیوان (متنبی)

کنیت ابو الطیب، لقب متنبی، نام احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی
ں سعد العشیرہ۔ ۳۰۳ھ میں کوفہ کے محلہ کندہ میں پیدا ہوا۔ اس لئے کوفی و
دی اور جعفی کہا جاتا ہے کیونکہ جعفی بن سعد العشیرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس
و متنبی کہے جانے کی چند وجہوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے بادیہ سماوہ
ں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بنو کلب وغیرہ کے بہت سے لوگ اس کی نبوت
ے قائل ہو گئے تھے اور ملک شام میں خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ پر بیعت
نے لگے شاہ اخشیدیہ کے نائب ابو لولو امیر حمص نے چڑھائی کر کے اس
ے مجمع کو متفرق کر دیا اور متنبی کو قید کر دیا جب اس نے توبہ کی تو رہا کیا۔ اس کی

گھڑی ہوئی وحی "والنجم السیار، والفلک الدوار، واللیل والنہار، ان الکاف
اخطار" (نعوذ باللہ) بطورِ نمونہ ہے۔ متنبی بچپن میں کوفہ سے ملک شام چلا گیا
نشو و نما پائی اور اکابر علماء زجاج، ابن السراج، اخفش، محمد بن درید، ابو علی
فارسی وغیرہ سے ادب اور فنون کی تحصیل کر کے فصاحت و بلاغت، ادب، لغت
اور شاعری میں یگانۂ روزگار ہوا، غریب و نادر لغات پر عبور حاصل کیا۔ شیخ ابو
فارسی نے ایک روز پوچھا کہ فعلی کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں؟ متنبی نے فوراً
جواب دیا" حجلی اور ظربی"۔ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے برابر تین راتیں لغت کی
کتابیں چھان ماریں مگر ان دو کے علاوہ تیسری جمع نہ ملی۔ متنبی شاعری اور
فلسفہ کو ہم آہنگ کر نیوالا معنی آفریں شاعر تھا، سب سے پہلے اس نے صنعت
کو بے نقاب کیا۔ حسن مخلص، حسن تعلیل، توجیہ، تجرید، ابداع، تجاہل عار
مقابلہ، سجع، اعزاق ہر قسم کے محاسن سے اس کا کلام مزین ہے اس لئے
میں تعلی و تفوق بہت تھا۔ جب قید سے رہا ہوا تو امیر سیف الدولہ علی بن حمدا
عدوی صاحب حلب کے دربار میں جا کر تقریباً نو برس رہا۔ سیف الدولہ خو
اعزاز کرتا رہا، انعامات کے علاوہ تین ہزار اشرفیاں سالانہ اس پر صرف کر
تھا۔ ایک روز دربار میں اس کے سامنے متنبی اور ابن خالویہ کے درمیان
ہوتے ہوتے بات بڑھ گئی اور ابن خالویہ نے ایک کنجی سے متنبی کے چہر
اس زور سے مارا کہ اس کے کپڑے خون سے رنگین ہو گئے، متنبی وہاں سے
خفا ہو کر ۳۴۶ھ میں مصر چلا گیا اور کافور اخشیدی والوجور بن الاخش
کی خوب مدح کی۔ کافور نے اس کو کہیں کا گورنر بنا دینے کا وعدہ کر لیا

اس کی تعلی دیکھکر گورنری دینے پر راضی نہ ہوا اس پر متنبی نے اس کی خوب ہجو کی اور ۳۵۰ھ میں راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا، کافور نے بہت تلاش کرایا مگر نہ مل سکا۔ متنبی بلاد فارس کیطرف چلا گیا اور عضد الدولہ بن بویہ الدیلمی کے پاس گیا اور اس کی مدح کر کے خوب انعام حاصل کیا، وہاں سے بغداد آیا، بغداد سے کوفہ جا رہا تھا کہ راستہ میں فاتک بن ابی جہل اسدی اور اس کے ساتھیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی اور بغداد کے علاقہ موضع "صافیہ" میں ۲۴ر رمضان ۳۵۴ھ بروز بدھ متنبی، اس کا بیٹا محسّد اور غلام مفلح قتل کر دیئے گئے۔ متنبی کے اشعار کو بعض لوگ ابوتمام کے اشعار پر ترجیح دیتے ہیں۔ متنبی کا دیوان بہت مقبول اور مدارس میں داخل درس ہے۔ اس میں ۵۴۹۴ اشعار ہیں۔ مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ چالیس سے زیادہ اس کی شرحیں لکھی گئیں۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب کتاب الاغانی

کنیت ابوالفرج، نام علی بن حسین بن محمد بن احمد۔ بغداد میں ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا مگر آبائی وطن اصفہان تھا اس لئے اصفہانی کہا جاتا ہے، لغت، نحو، صرف، سیر و مغازی، شعر، اغانی، انساب، علم جوارح، بیطرہ، طب، نجوم، ادب وغیرہ کا بڑا ماہر اور شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔ بقول ابن خلکان: شعر، اغانی، اخبار و آثار اور با سند احادیث و نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ابوالفرج نے پچاس برس میں "الاغانی" نام کی ایک بے نظیر

کتاب لکھی جو بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ کتاب لکھکر سیف الدولہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے ایک ہزار دینار انعام دیا اس پر صاحب بن عباد نے کہا کہ اسے اس کا دوگنا انعام دینا چاہیئے تھا۔ یہ کتاب گوناگوں خصوصیات سے بھری ہے، زاہد کیلئے فکاہت، عالم کیلئے مواد، ادیب و انشا پرداز کیلئے پونجی، بہادروں کے لئے رحلت و شجاعت، مضطرب کیلئے ریاضت و صناعت اور بادشاہ کیلئے پاکیزگی و لذت، غرض ہر مذاق والا اپنے مذاق کے مطابق اس سے حظ وافر حاصل کر سکتا ہے۔ منقول ہے کہ جب صاحب بن عباد سفر کرتا تو ساتھ میں تیس اونٹ بوجھ لے کر چلتا لیکن جب یہ کتاب اس کو مل گئی تو یہی کافی ہوگئی اور تمام کتابوں سے بے نیازی ہوگئی۔ بہت سے ادبار نے اس کتاب سے انتخاب کر کے مختارات لکھے۔ ابوالفرج نے "الاغانی" کے علاوہ دیگر بہت سی تصانیف جمہرۃ النسب وغیرہ کیں اور اشعار تو بے شمار ہیں۔ ابوالفرج نے بغداد میں ۱۴ ذوالحجہ ۳۵۶ھ کو وفات پائی۔ اسی سال علماء میں ابوالفرج اور ابو علی قالی، بادشاہوں میں سیف الدولہ بن حمدان، معز الدولہ بن بویہ اور کافور اخشیدی کی بھی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب مقامات بدیع

کنیت ابوالفضل، نام احمد بن حسین بن یحیٰی بن سعید، بدیع الزماں ہمدانی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ خراسان کے شہر ہراۃ کے باشندہ تھے۔ ابوالحسن

احمد بن فارس صاحب المجمل وغیرہ سے تحصیل علوم کیا۔ شعر و ادب اور فصاحت و بلاغت میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، قوی الحافظہ ایسے تھے کہ پچاس سے زائد اشعار ایک بار سنکر بالترتیب سنا دیتے۔ آپکے خطبات و رسائل بلحاظ فصاحت و بلاغت بہت عمدہ اور معیاری ہوتے تھے، کلام میں بڑی ملاحت و حلاوت ہوتی تھی۔ عربی ادب میں "مقامات بدیع" آپ ہی کی تصنیف ہے جو مدارس میں داخل درس ہے۔ اسی طرز پر علامہ حریری نے اپنے مقامات مرتب کئے اور آپ کے فضل و کمال کا بڑے وقیع الفاظ میں اعتراف کیا۔ آپکے مکتوبات کو حاکم ابو سعید عبدالرحمن بن سعد نے جمع کیا جس کے بارے میں علامہ ابن خلکان نے فرمایا کہ "اس کی نظیر نہیں"۔ ہراۃ میں ۱۰ ار جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ بروز جمعہ آپکا انتقال ہوا۔

(تذکرہ)

صاحب نہج البلاغہ

کنیت ابو القاسم، نام علی بن طاہر بن حسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسینؓ۔ شریف مرتضیٰ سے مشہور رہے، بہت مشہور شاعر، ادیب اور صاحب قلم تھا۔ بقول ابن خلکان: علم کلام، ادب اور شاعری میں اپنے دور کا امام تھا۔ صاحب معجم کا بیان ہے کہ شریف مرتضیٰ علمی فضل و کمال بالخصوص عقائد و کلام اور حدیث و شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا، یہ شریف رضی کا بھائی ہے، شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ نہج البلاغہ جو عربی ادب کی بہت ہی اونچی کتاب مانی جاتی

ہے اور مدارس عربیہ، کالج اور یونیورسٹی میں داخل درس ہے یہ اس کا مؤلف ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں حضرت علیؓ کے کلام کو جمع کیا گیا ہے مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علیؓ کے کلام نہیں ہیں بلکہ خود لکھکر ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ جو بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کریگا وہ یقیناً یہ کہے گا کہ یہ امیر المومنین حضرت علیؓ پر جھوٹ اور افتراء ہے۔ یہ بھی مختلف فیہ ہے کہ نہج البلاغۃ شریف مرتضیٰ کی لکھی ہے یا اس کے بھائی شریف رضی کی۔ یہ دونوں عربی دانی میں بہت مشہور تھے، دونوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد دنیا بھر میں ان کے علم و ادب کی دھوم مچ گئی۔ شریف مرتضیٰ نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھیں۔ ۳۵۵ھ میں اس کی پیدائش ہے اور ۲۵ / ربیع الاول ۴۳۶ھ بروز اتوار بغداد میں وفات پاکر اپنے وطن عشیر میں مدفون ہوا۔ (تذکرہ)

صاحب مقاماتِ حریریؒ

کنیت ابو محمد، نام قاسم بن علی بن محمد بن عثمان۔ قبیلہ بنی حرام سے نسبی تعلق تھا اور آپکے یہاں ریشم کا کاروبار تھا اس لئے الحرامی و حریری کہے جاتے ہیں، بصرہ کے قریب قصبہ مشان میں ۴۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے محلہ بنی حرام میں سکونت اختیار کی اور ایک قول کے مطابق بصرہ میں بنی حرام کی گلی میں پیدا ہوئے۔ ابو القاسم فضل بن محمد قصبانی سے علم ادب اور ابو تمام محمد بن الحسین وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور نحو و لغت کا خوب مطالعہ کرکے

فنی مہارت اور معاصرین پر فوقیت حاصل کی۔ فصاحت و بلاغت کے امام اور ذہانت و ذکاوت میں بے نظیر تھے۔ بصرہ کی کچہری میں "صاحب الخبر" کے عہدہ پر فائز تھے یہ عہدہ آپکی اولاد میں عہد مقتفوی کے آخر تک چلتا رہا۔ مالدار ایسے تھے کہ بصرہ میں آپکی اٹھارہ ہزار کھجوریں تھیں، آپکو علم لغت، امثال، نحو، معانی بیان و بدیع میں ید طولیٰ حاصل تھا، وسعت معلومات، زور انشاء، جزالت شعر و بدیہہ گوئی میں معاصرین پر نمایاں مقام حاصل تھا، نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتے تھے بلکہ نثر نگاری کے پیغمبر تھے۔ شہر آمد کے شمیم حلی اپنے سامنے علماء متقدمین و متاخرین کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور سب پر تنقید کرتے تھے انھوں نے حریری کے طرز پر تین مرتبہ مقامات تصنیف کی اور جب مقامات حریری سے مقابلہ کیا تو ایسی رذیل معلوم ہوئی کہ اس کو حوض میں دھوکر آئندہ لکھنے کا ارادہ ختم کر دیا۔ علامہ حریری پاک باطن، پرہیزگار، زاہد و متورع آدمی تھے لیکن ظاہری حسن و جمال سے محروم تھے اور غور و فکر کے وقت داڑھی نوچنے کے عادی تھے۔ آپکی تصنیفات میں مقامات حریری وہ قابل فخر کتاب ہے جس کی نظیر نہیں اور جس نے بڑے بڑے ادبار کو عاجز کر کے ان سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اس کی تالیف ۴۹۵ھ میں شروع کی اور ۵۰۴ھ میں تکمیل ہوئی، اس کتاب کے لکھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ قبیلہ بنی حرام کی مسجد میں ایک بڑا فصیح و بلیغ شخص بوسیدہ کپڑے اور سفر کے گرد و غبار میں اٹا ہوا آیا اور اپنی خستہ حالی کو ایسے دل فریب فصیح و بلیغ کلام سے بیان کیا کہ اپنی شیریں تقریر سے لوگوں کو مسحور کر لیا، حاضرین مجلس میں علامہ حریری اور دیگر علماء بھی موجود تھے ــــ لوگوں کے

پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میری کنیت ابو زید ہے اور سروج سے آیا ہوں۔ اس روز حریری کے پاس بصرہ کے بڑے بڑے علماء بغرض ملاقات آئے۔ حریری نے ابو زید کا تذکرہ کیا تو حاضرین نے بتایا کہ وہ ہر مسجد میں اسی طرح رنگ و روپ بدل کر اپنے علم و فضل کا اظہار کیا کرتا ہے، اس پر حریری نے مقامہ حرامیہ تصنیف کیا جو پہلا مقامہ ہے اور اس کو اسی ابو زید کی طرف منسوب کیا۔ یہ مقامہ بہت مشہور ہوا اور مسترشد باللہ کے وزیر انوشروان بن خالد بن محمد قاشانی نے اس مقامہ کو دیکھکر اس جیسے اور مقامات لکھنے کی فرمائش کی تو حریری نے پچاس مقامات لکھے کتاب کے دیباچہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اشارہ کیا اس شخص نے جسکا اشارہ میرے لئے حکم ہے اور جس کی اطاعت میرے لئے غنیمت ہے کہ میں علامہ بدیع کے نقش پر چند مقامات لکھوں۔ مگر ابن خلکان فرماتے ہیں کہ ۶۵۶ھ میں قاہرہ میں حریری کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ مقامات کا میں نے دیکھا جس کی پشت پر خود حریری نے لکھا ہے کہ میں نے اسے خلیفہ مسترشد باللہ کے وزیر جمال الدین بن عمید الدولہ کیلئے تصنیف کیا ہے اور جب مصنف کی لکھی بات ہے تو یہی صحیح ہوگی۔ یہ بھی منقول ہے کہ پہلے چالیس مقامات لکھکر حریری بصرہ سے بغداد لائے مگر ادباء بغداد نے تصدیق نہ کی کہ یہ حریری کے لکھے ہو سکتے ہیں اس پر وزیر نے دربار میں کہا کہ سامنے اس جیسی تحریر لکھئے! حریری قلم دوات لئے دیر تک سوچتے رہے اور کچھ نہ لکھ سکے۔ پھر اپنے شہر جا کر اس جیسے دس مقامات لکھ کر لائے اور معذرت کی کہ دربار میں ہیبت کی وجہ سے میری عقل کھو گئی تھی اس لئے میں کچھ نہ لکھ سکا۔ مقامات میں حارث بن ہمام جو راوی کا نام ہے اس سے خود حریری کی ذات مراد ہے

اور یہ حدیث کلکم حارث وکلکم ھمام سے ماخوذ ہے، حارث کمانے والا اور ہمام بہت اہتمام کرنے والا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر شخص کمانے والا اور اپنے کاموں میں اہتمام کرنے والا ہے۔ مقامات کے علاوہ درۃ الغواص، ملحۃ الاعراب، شرح الملحہ، دیوان حریری، توضیح البیان، رسائل حریری آپکی تصنیفات ہیں۔

بعمر ستر برس بصرہ میں ۶ رجب ۵۱۶ھ کو آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب قصیدہ بُردہ

کنیت ابو عبداللہ، لقب شرف الدین، نام محمد بن سعید۔ مصر کے گاؤں بہنشم میں ۶۰۸ھ ۱۲۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ مصر میں بنی سولیف علاقہ میں مقام بوصیر کے باشندہ تھے اسلئے بوصیری کہلاتے ہیں۔ آپ بڑے عمدہ شاعر تھے۔ آپکا قصیدہ جو بردہ کے نام سے معروف ہے بیحد مقبول ہوا اور بکثرت علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ قصیدہ کا اصل نام الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ ہے اس میں کل ۱۶۲ اشعار ہیں۔ مروی ہے کہ علامہ بوصیری پر فالج گر گیا تھا تو انھوں نے انھیں اشعار کے ذریعہ شفا کی دعا کی تو آنحضور کو خواب میں دیکھا کہ اپنا دست مبارک جسم پر پھیر دیا اور آپ اچھے ہو گئے۔ بعض روایت میں ہے کہ جب بیدار ہوئے تو کندھے پر آنحضور کی چادر مبارک بھی موجود ملی۔

اس قصیدہ کی شہرت یوں ہوئی کہ سعد الدین فارقی کو آشوب چشم کی ایسی شکایت ہوئی کہ اعمیٰ ہونے کے قریب ہو گیا۔ خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے کہ جاؤ بہاء الدین وزیر ملک ظاہر سے قصیدہ بردہ لیکر اپنی آنکھ پر رکھ دو اچھے

ہوجاؤ گے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا۔ بہاء الدین برکت کیلئے یہ قصیدہ پڑھوا کر سنتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی عجیب و غریب برکات اس قصیدہ کی مروی ہیں۔ علامہ بوصیری کی وفات ۶۹۶ھ / ۱۲۹۶ء میں ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب قلیوبی

کنیت ابو العباسؒ، لقب شہاب الدین، نام احمد بن احمد بن سلامہ۔ مصر میں اہل قلیوب سے تعلق ہونیکی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں۔ آپ بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے۔ بہت سے حواشی، شروح اور رسائل لکھے۔ ادب میں قلیوبی نام کی نہایت عمدہ کتاب لکھی جس میں اکثر صلحاء کی حکایات درج کی ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے طلبہ پر اچھے اخلاق اور عربی ادب کا فائدہ ہوتا ہے اس لئے کتاب شامل نصاب ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے تحفۃ الراغب، فضائل مکہ و مدینہ و بیت المقدس وغیرہ کتابیں لکھیں۔ ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب اخوان الصفا و نفحۃ الیمن

نام احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم۔ یمن میں شہر زبید اور مقام حدیدۃ کے باشندہ تھے اس لئے یمنی کہلاتے ہیں، صاحب ذوق مشہور ادیب تھے، ادب میں متعدد کتابیں تصنیف کیں، ایک کتاب " نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن " اور دوسری کتاب " اخوان الصفا " بعض مدارس میں داخل درس ہیں۔ آپکو نظم و نثر دونوں پر پوری قدرت تھی، فی البدیہہ اشعار کہنے میں مہارت تامہ

حاصل تھی۔ آپکی تصانیف میں الجواہر الوقاد فی شرح بانت سعاد، حدیقۃ الافراح، العجب العجاب وغیرہ ہیں۔ ۱۲۵۳ھ میں آپکی وفات ہے۔ (تذکرہ)

صاحب مفید الطالبین

مولانا محمد احسن بن حافظ لطف علی بن محمد حسن نانوتوی، نانوتہ ضلع سہارنپور کے باشندہ تھے۔ ۱۲۴۱ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر دہلی جاکر شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا مملوک علی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری وغیرہ سے علوم و فنون کی تکمیل کی، آپ فرید عصر، حافظ قرآن، واعظ خوش بیان، مفسر قرآن، محدث، عالم فروع و اصول، جامع جمیع علوم، مترجم کتب کثیرہ اور جامع اخلاق حمیدہ تھے۔ دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد ۱۲۶۳ھ میں بنارس کالج میں فارسی کے مدرس اول مقرر ہوئے پھر ۱۲۶۷ھ میں بریلی کالج کے فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں کے صدر رہوئے۔ بریلی میں مطبع صدیقی غالباً ۱۸۶۲ئ میں قائم کیا جس میں بہت سی علمی و دینی کتابیں شائع ہوئیں، ۱۲۸۹ھ میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب بریلی میں قائم کیا جو اب مصباح العلوم کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۶۶ء ۱۲۸۳ھ کو بریلی سے حج کیلئے گئے اور پانچ ماہ کے بعد واپس ہوئے۔ بریلی سے جب نانوتہ میں آکر قیام کیا تو یہاں ایک مدرسہ احسن المدارس قائم کیا جس کو ریاست بھوپال سے امداد ملتی تھی۔ آپ شاہ عبدالغنی مجددی کے مرید و خلیفہ تھے اور یاد الٰہی سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ شاعری کا بھی ذوق تھا۔ احسن تخلص رکھتے تھے۔ فن تاریخ

گوئی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپکی زندگی درس وتدریس اور تصنیف و تالیف سے معمور رہے۔ عربی ادب میں "مفید الطالبین" بچوں کیلئے تالیف کی جو اکثر مدارس میں داخل درس ہے، اس کے علاوہ زاد المذرات، مذاق العارفین احسن المسائل، تہذیب الایمان، حمایت الاسلام، کشاف، مسلک مرواریدؔ رسالہ اصول جرثقیل، رسال عروض، نکات نماز وغیرہ تالیف کیا۔ درمختار کا ترجمہ غایۃ الاوطار لکھا۔ حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، شفاء قاضی عیاض کنوز الحقائق، نفحۃ الیمن، خلاصۃ الحساب، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور فتاویٰ عزیزی کو مرتب ومہذب کیا۔ آپکی وفات رمضان ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں دیوبند میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب النظرات والعبرات

نام مصطفیٰ لطفی بن محمد لطفی، مصر کے ایک شہر منفلوط میں ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے، حسینی النسب تھے، عربی انشاء وادب کے بڑے ماہر تھے آپ کے مقالات میں عربی کا جدید اسلوب پایا جاتا ہے۔ انشاء پردازی کے ساتھ زہد و تقویٰ سے بھی متصف تھے، جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، شیخ محمد عبدہٗ سے گہرا تعلق تھا، روزنامہ "المؤید" میں آپکے ہفتہ وار مقالات النظرات کے عنوان سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہونا شروع ہوئے جس سے آپکی بڑی شہرت ہوئی، پھر ۱۹۰۹ء میں وزارت تعلیم میں لئے گئے اور ۱۹۱۰ء میں جمعیۃ التشریعیہ کے سکریٹری بنائے گئے۔ آپکی تصنیفات میں "النظرات" اور "العبرات" بہت

مقبول و مشہور اور مدارس میں شامل نصاب ہیں۔ مختارات منفلوطی وغیرہ آپکی علمی یادگار ہیں۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب مجانی الادب

الاب لویس بن یوسف بن عبد المسیح یسوعی ۱۲۷۵ھ میں ماردین میں پیدا ہوئے، مدرسہ "الاباء الیسوعین" لبنان میں تعلیم پائی، فراغت کے بعد رہبانیہ یسوعیہ کے زمرہ میں منسلک ہوئے اور بلاد اوربا و شرق کی سیاحت کی اور کتب عربیہ کا بہت کچھ مطالعہ کیا، آداب عربیہ کی تعلیم کیلئے جامعۃ القدیس یوسف میں مدرس ہوئے وہاں عرصہ تک تعلیم دی اور مجلہ المشرق جاری کیا اور مجانی الادب فی حدائق العرب، الآداب العربیہ فی القرن التاسع عشر وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۴۶ھ میں بیروت میں وفات پائی (ظفر)

صاحب القراءۃ الرشیدہ

نام علی عمر، مصر کے باجود نامی مقام میں ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں تعلیم حاصل کی پھر انگلینڈ گئے۔ کچھ دنوں تدریسی کام کیا پھر سیاست میں حصہ لیکر ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے پھر حرکت وطنیہ سے دست بردار ہوگئے اور وزارۃ المعارف کے آرگنائزر مقرر ہوئے۔ القراءۃ الرشیدہ کی تالیف میں عبد الفتاح صبری بک کے ساتھ شریک رہے۔ اس کتاب کے چار جزء ہیں اور مبادی کے دو حصے، کل چھ اجزاء میں کتاب

منقسم ہے اور یہ خوبی ہے کہ ہر اگلا حصہ پچھلے سے معیار میں اونچا ہوتا گیا ہے اور ہر حصہ میں نفسیات کا پورا لحاظ ہے۔ یہ کتاب ابتدائی اور ثانوی درجات کے لئے بہت مفید اور داخل درس ہے۔ آپکی دوسری تصنیف "ہدایۃ المدرس" ہے۔ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء میں قاہرہ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

دوسرے مؤلف شیخ عبدالفتاح صبری بک کے حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

صاحب ازہار العرب

ابوعبداللہ محمد بن یوسف، ضلع سورت کے ایک گاؤں سامرود میں ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے سورت میں ایک سال پڑھا پھر بمبئی گئے۔ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ تعلیم کیلئے دہلی آئے اور مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی ۱۳۲۶ھ میں حیدرآباد جاکر علامہ محمد طیب مکی سے استفادہ کیا پھر ان کے ساتھ رامپور گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں وہ جب ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ادیب اول کے عہدہ پر فائز ہوئے تو ساتھ ہی لکھنؤ پہونچے اور تقریباً پانچ سال ان کے ساتھ رہکر منطق، فلسفہ، ادب، اصول فقہ، کلام، تفسیر اور مکمل بخاری شریف ان سے پڑھی پھر ملک کے مختلف علماء سے ملاقاتیں کیں۔ ریاست ٹونک کے ایک معزز خاندان میں ۱۳۳۵ھ میں شادی کی۔ آپ نہایت وسیع النظر، وسیع المطالعہ، کثیر الحافظہ، صرف ونحو، لغت و ادب، اخبار و انساب، اسماء رجال، حدیث و تفسیر اور عربی شاعری میں اس دور میں امام تھے۔ سیکڑوں عربی قصائد ہزاروں عربی اشعار اور لغات

والنساب نوک زبان تھے۔ شادی کے بعد صرف تین ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا۔ نادر کتب جمع کرنے کے شیدائی تھے۔ سادہ مزاج، احباب پرور، بے تکلف اور فیاض انسان تھے۔ طلبہ کی بڑی حوصلہ افزائی اور مدد کرتے اور لوگوں کو علوم عربیہ کیطرف متوجہ کرتے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں شعبہ عربی کے صدر رہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ آپکے شاگرد تھے۔ چند ماہ مدرسہ رحمانیہ میں تعلیم دی۔ بمبئی میں عربی تعلیم کیلئے ایک ادارہ "دارالحدیث" قائم کیا، مسلکاً اہل حدیث تھے۔ شاعری میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں "ازہار العرب" عربی قصائد کے منتخب اشعار کا مجموعہ بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ علی گڈھ میں ۲۳/شعبان ۱۳۶۱ھ ۷/اگست ۱۹۴۲ء بروز جمعہ وفات پائی۔ "یک آفتاب علم وعمل زیر خاک شد" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (ظفر)

صاحب دروس الادب

ابو نجیب سید سلیمان بن سید ابوالحسن، بروز جمعہ ۲۳/صفر ۱۳۰۲ھ ۲۲/نومبر ۱۸۸۴ء کو مقام دیسنہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائی مولوی ابو حبیب سے پھر اسلام پور میں اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف خانقاہ مجیبی میں ایک سال پڑھا پھر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں۔ ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ آئے یہاں سات سال رہ کر تعلیم مکمل کی۔ مولانا ابوظفر ندوی کہتے ہیں کہ میں نے علامہ انور شاہ کشمیری،

مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ سید سلیمان ندوی کو قوت حافظہ میں بے نظیر پایا
فراغت کے بعد ندوہ میں ادیب کی حیثیت سے تقرر ہوا یہاں کے تدریسی دور
میں "دروس الادب" دو حصوں میں تالیف کی جو بہت مقبول اور مدارس
میں داخل درس ہے۔ آپ "الندوہ" کے نائب ایڈیٹر اور عربی رسالہ "البیان"
کے ایڈیٹر رہے اسی کے ذریعہ حجاز، عراق، شام، مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ
میں آپ کا تعارف ہوا۔ ۱۹۱۲ء میں جب مولانا آزاد نے "الہلال" نکالا
تو آپ اس کے اسٹاف میں داخل ہو گئے۔ پھر اپنے استاذ علامہ شبلی
کے ایماء سے بمبئی یونیورسٹی کے ماتحت دکن کالج پونہ میں السنہ مشرقیہ کے
معلم ہو گئے۔ علامہ شبلی کی رحلت کے بعد پونہ کی ملازمت چھوڑ کر اعظم گڈھ
آئے اور ۱۹۱۵ء میں دار المصنفین کی بنیاد ڈالی جو ہندوستان میں تصنیف
و تالیف کا سب سے اہم اور بڑا مرکز ہے یہیں سے ۱۹۱۶ء میں ماہنامہ "معارف"
نکالنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور بلحاظ علم و تحقیق سب سے معیاری رسالہ
ہے۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت میں حصہ لیا اور ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی
کی سرکردگی میں ایک وفد کے ساتھ یورپ گئے۔ واپسی پر تحریک ترک موالات
میں حصہ لیکر ملک کا دورہ کیا۔ خلافت کے ساتھ کانگریس کے کاموں میں
ایک سال شریک رہے اور جمعیۃ العلماء کی مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے۔
آپ علم و سیاست کے سنگم علماء کے پیشوا اور اہل سیاست کے بیچ
رہنما تھے اور عالم اسلام کے متبحر عالم، بلند پایہ مفسر، زبردست متکلم و فقیہ،
بے مثل ادیب و مورخ اور زباں آور خطیب تھے۔ بقول ڈاکٹر اقبال

آپ عالم ہی نہیں امیر العلماء ہیں، مصنف ہی نہیں رئیس المصنفین ہیں۔
۱۹۴۰ء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پر بیعت کی بعد میں ان سے خلافت بھی ملی۔ بیعت کے بعد آپکی زندگی بدل گئی۔ ذکر خفی کے ساتھ ذکر جلی بھی کرنے لگے۔ اور عبادت وریاضت، رشد وہدایت اور اصلاحی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی گئے اور پاکستان کے شہری بن گئے۔ آپنے بہت ہی معیاری کتابیں تصنیف کیں جیسے ارض القرآن، حیات شبلی، سیرت عائشہ، خطبات مدارس، رحمت عالم، اور سیرت النبیؐ رہتی دنیا تک بے مثل یادگار رہے گی۔ کراچی میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ ۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء کو وفات پائی۔ (تذکرہ)

صاحب نفحۃ العرب

مولانا اعزاز علی بن مزاج علی بن حسن بن خیر اللہ، شیخ الادب اور شیخ الفقہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امروہہ ضلع مراد آباد کے باشندہ تھے اس لئے امروہوی کہے جلتے ہیں۔ ۱۳۰۰ھ میں شہر بدایوں میں پیدا ہوئے، نانا جان نے اعزاز علی نام رکھا۔ آپکے آباء واجداد شاہی لشکر میں اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ آپکے والد محترم کا بسلسلہ ملازمت شاہ جہاں پور میں تبادلہ ہوگیا وہیں آپنے حفظ کی تکمیل کی، فارسی والد محترم سے پڑھی پھر تلہر کے مدرسہ "گلشن فیض" میں جبکہ آپکے والد صاحب تلہر میں تشریف فرما تھے ابتدائی عربی شرح جامی تک پڑھی اس کے بعد والد صاحب

نے پنشن پاکر شاہجہانپور میں مستقل قیام کرلیا تو وہاں مدرسہ "عین العلم"
میں مفتی کفایت اللہ صاحب سے شرح وقایہ اور مولانا بشیر احمد صاحب سے
کنز الدقائق، شرح جامی وغیرہ پڑھی اس کے بعد "دار العلوم" دیوبند میں حافظ
احمد صاحب مہتمم دار العلوم سے ہدایہ اولین اور مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری
سے میر قطبی اور دیگر اساتذہ سے دوسری کتابیں پڑھیں، ابھی دار العلوم میں ایک
سال بھی نہ ہوا تھا کہ اپنی ہمشیرہ سے ملاقات کرنے میرٹھ گئے وہاں مولانا عاشق
الٰہی صاحب میرٹھی کے اصرار سے مدرسہ قومی خیر نگر میں پڑھنے لگے اور بخاری شریف
کے علاوہ ساری کتابیں پڑھ ڈالیں اب مولانا میرٹھی کی اجازت سے دوبارہ
دار العلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہند سے بخاری، ترمذی، ابوداؤد،
ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توضیح وتلویح پڑھی۔ فنون کی بعض کتابیں مولانا
غلام رسول صاحب ہزاروی سے، ادب کی اکثر کتابیں مولانا معز الدین صاحب
سے اور فتویٰ نویسی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے
بعد شیخ الہند کے حکم سے مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور میں مدرس ہوئے اور
آپکی وجہ سے وہاں کی تعلیم بہت ٹھوس ہونے لگی، وہاں کچھ اختلاف ہوا تو
مستعفی ہوکر شاہجہانپور آگئے، یہاں والد صاحب کے حکم سے مدرسہ افضل
المدارس میں تدریسی کام کرنے لگے اس کے بعد مولانا سہول صاحب بھاگلپوری
کی سعی سے سنہ ۱۳۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں پچیس روپیہ مشاہرہ پر تقرر
ہوا اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ پڑھانے کو ملیں تقریباً
نو سال درس دیا کہ حافظ احمد صاحب معاون مفتی بنا کر اپنے ساتھ

ریاست حیدرآباد لے گئے، ۱۳۴۰ھ میں حافظ صاحب کی وفات ہو گئی تو صدر مفتی کی حیثیت سے آپکو دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا اور یہیں تا عمر افتاء و تدریس کی خدمت انجام دی اور ہر فن کی چھوٹی بڑی کتابیں ۴۱ برس تک پڑھائیں۔ ادب کی کتابوں اور شمائل ترمذی کے پڑھانے میں بیانِ لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا۔ وقت کی پابندی آپکا طغرائے امتیاز تھی، سردی، گرمی، برسات، بیماری، تندرستی، شادی، غمی ہر حال میں ٹھیک وقت پر سبق شروع ہو جانا ضروری تھا اور گھنٹہ بجنے پر فوراً کتاب بند کر دیتے۔ مزاج میں تواضع، فروتنی و انکساری حد سے زیادہ تھی۔ لباس میں سادگی، جسم کی زیبائش و آرائش پسند نہ تھی۔ رعب و جلال ایسا کہ بڑے سے بڑا آدمی آنکھ نہیں ملا سکتا تھا۔ ہر چھوٹے بڑے سے سلام میں پہل کرتے، پوری زندگی شب و روز گوناگوں کاموں میں مصروف حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سے اجازت و خلافت اور حضرت گنگوہیؒ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ استغناء و خودداری ایسی کہ ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں سے گرانقدر مشاہرہ پر آپکو بار بار بلایا گیا مگر دارالعلوم کی قلیل تنخواہ چھوڑ کر کہیں نہ گئے۔ شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، عربی اردو دونوں زبانوں میں شعر گوئی پر قدرت تھی۔ آپکی تالیفات میں "نفحۃ العرب" عربی ادب میں آپکے انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جو دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس میں داخل درس ہے، اس کے علاوہ نورالایضاح، دیوان حماسہ

کنز الدقائق، دیوان متنبی، شرح نقایہ، مفید الطالبین اور نفحۃ العرب پر نہایت مفید حواشی لکھے جو شروح سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ آپکی وفات ۱۳ ار رجب ۱۳۷۴ھ کو دیوبند میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ احقر نے استاذ محترم کی کی تاریخ "شیخ الادباء مولانا اعزاز علی صاحب" سے برآمد کی ہے (تذکرہ ظفر)

صاحب القراءۃ الراشدہ و قصص النبیین و مختارات

کنیت ابو الحسن، نام علی، آپ صاحب نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحی حسنی کے چھوٹے لڑکے ہیں، دائرہ شاہ علم اللہ بریلی میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، مولانا خلیل بن عرب سے ادب، شیخ حیدر حسن خان سے حدیث اور مولانا علی احمد صاحب لاہوری سے تفسیر پڑھی۔ دار العلوم میں تفسیر و ادب کے استاد رہے اس وقت اس کے ناظر اور معتمد ہیں، اس کے علاوہ المجمع العلمی العربی دمشق کے رکن، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس استشاری اور رابطہ العالم العربی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی اور موتمر العالم الاسلامی بیروت کی مجلس تنقیدی کے بھی رکن، مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند اور دار المصنفین اعظم گڈھ کی مجلس عاملہ کے بھی رکن ہیں۔ ممالک عربیہ کے تقریباً تمام علاقوں کا اور ترکی، فرانس، انگلینڈ، سوئٹزر لینڈ اور اسپین وغیرہ کا دورہ کیا ہے۔ آپ اردو عربی دونوں کے عمدہ ادیب، زباں آور خطیب اور بہترین مضمون نگار ہیں۔ تصوف و سلوک میں مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے اجازت حاصل ہے۔

پ مشہور اہل قلم اور صاحب تصنیف وتالیف ہیں۔ قصص النبیین تین حصے
قراءۃ الراشدہ تین حصے، مختارات من ادب العرب دو حصے آپکی مدارس
ربیہ میں داخل درس ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آپکی معیاری کتابیں
رسائل، پمفلٹ، تقاریر طبع ہو کر مفید خاص عام ہیں۔ (تذکرہ)

صاحب منثورات و معلّم الانشاء

محمد بن سید رشید حسنی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بھانجے ہیں۔
پکے تمام بھائیوں کا نام محمد ہے، فرق کیلئے اول ثانی ثالث، رابع سے موسوم
یں، آپ چوتھے نمبر پر ہیں اس لئے مولانا محمد رابع ندوی بولے جاتے ہیں،
۱۹۲۶ء میں دائرہ شاہ علم اللہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ ندوۃ العلماء سے فراغت
اصل کی اور وہیں عربی ادب کے استاد ہیں۔ عربی ادب کا بہت اچھا
وق اور عربی صحافت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ تصنیف وتالیف کا مشغلہ
ھی ہے، آپکی تالیف منثورات من ادب العرب جو عربی نثر میں منتخبات ہیں
ور معلم الانشاء حصہ سوم آپ ہی کی تصنیف ہے جو داخل درس ہے اور معلم الانشاء
حصہ اول و دوم کے مصنف مولانا عبدالماجد صاحب ندوی استاذ ندوۃ العلماء
ہیں۔ (تذکرہ)

صرف

صاحب شافیہ

کنیت ابوعمرو، لقب جمال الدین، نام عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس آپ
والد امیر عز الدین موسک صلاحی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب
کہتے ہیں اس لئے ابن حاجب سے مشہور ہوئے۔ مصر کے صوبہ توصیہ کی بستی
اسنا میں ۵۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً قاہرہ میں تعلیم پائی۔ کم سنی
میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ علامہ شاطبی سے قرارت کی تحصیل کی۔ علامہ ابوالجود
سے قرارت سبعہ پڑھی پھر دیگر علوم فقہ و ادب وغیرہ میں ٹھوس استعداد
حاصل کی پھر جامع دمشق میں جاکر فقہ مالکی میں ایسی مہارت حاصل کی
کہ مرجع خلائق بن گئے۔ آپ بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر، بڑے دیندار
و متقی، معتمد و ثقہ، نہایت متواضع اور بحر علمی میں بہت اونچا مقام رکھتے
تھے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اداء شہادت کیلئے آپ میرے پاس
بارہا آئے میں نے ان سے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مشکلہ دریافت کئے
آپ نے نہایت سکون و وقار کے ساتھ ہر ایک کا بہت معقول جواب دیا۔
جامع دمشق میں ایک زمانہ درس و تدریس کے بعد مصر آئے اور مدرسہ فاضلیہ
میں صدر مقرر ہوئے۔ شعر و شاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ آپکو نحو

ں اس درجہ عبور تھا کہ اپنی مختلف تصانیف میں نحو کے مسائل عام نحویوں
ے خلاف لکھے ہیں اور بعض عام قواعد پر ایسے ایسے اشکالات وارد کئے ہیں
ان کا جواب ممکن نہیں۔ علم نحو میں "کافیہ" آپکی معرکۃ الآرا تصنیف ہے
و داخل درس ہے، علماء نے اس کو اتنا پسند کیا کہ چالیس سے زیادہ
ں کی شرحیں لکھیں۔ اسی طرح علم صرف میں نہایت جامع متن "شافیہ"
ے نام سے لکھا جو بے نظیر اور شامل نصاب تھا۔ یہ دونوں کتابیں دراصل
پنے اپنے فن میں ایک مقدمہ ہیں، آپنے ان دونوں مقدموں کی شرحیں
ں لکھی ہیں، ان کے علاوہ فقہ، اصول فقہ وغیرہ میں نہایت عمدہ اور لاجواب
بیں لکھیں بقول ابن خلکان آپ کی کل تصانیف نہایت عمدہ اور مفید
ب نیز فرماتے ہیں کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔
ر میں مستقل قیام کے ارادہ سے اسکندریہ آئے مگر کچھ ہی دنوں کے بعد
و شوال ۶۴۶ھ بروز پنجشنبہ وفات پائی اور باب البحر سے باہر شیخ صالح
ن ابی اسامہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب میزان الصرف

لقب سراج الدین، نام عثمان۔ ریاست اودھ کے باشندہ تھے اس لئے
ھی کہے جاتے ہیں۔ آپ بہت بڑے ولی اور صاحب ریاضت تھے، مشائخ
شتیہ میں آپکا شمار تھا۔ نوعمری میں شیخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی
ں خدمت میں دہلی پہونچے۔ سلطان المشائخ نے ہندوستان کے

مختلف اطراف میں جب اپنے نمائندوں کو بھیجنا چاہا تو بنگال کے لئے آپ ک
انتخاب کیا مگر آپ علم ظاہری سے ابھی کورے تھے اس لئے شیخ نے فرمایا ک
جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اسے کھیلت
رہتا ہے، اس مجلس میں مولانا فخر الدین زرادی بھی تھے انھوں نے فرمایا
کہ میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنادوں گا چنانچہ تحصیل علم کیلئے آپ غیاث
پور مولانا فخر الدین زرادی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا نے آپ
لئے فن صرف میں ایک رسالہ "عثمانیہ" لکھا اور آپ ان سے پڑھنے لگے اس
کے بعد شیخ رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں جاکر ان سے کافیہ، مفصل
قدوری اور مجمع البحرین پڑھی اس کے بعد بھی پڑھنے کا سلسلہ جاری
تھا یہاں تک کہ علوم وفنون میں کامل مہارت حاصل کرلی اور فتویٰ نو
وتدریس میں کمال پیدا کرلیا اس کے بعد بنگال کا سفر کیا، آپکی ذات سے بیشم
بندگانِ خدا کو ہدایت ملی اور آپ کا سلسلۂ طریقت ہندوستان کے
گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے، آپ ایسے کامل درجہ کے ولی تھے کہ اس
بڑھ کر ولایت کا درجہ متصور نہیں ہوسکتا۔ نظام الدین اولیاء کی خانقا
سے نکل کر سارے بنگال میں ایمان وعرفان کا چراغ روشن کردیا۔ میزان الص
اور ہدایۃ النحو جو درس نظامیہ کی ابتدائی بنیادی کتابیں ہیں حسب تصریح حد
تعداد العلوم آپ ہی کی تصنیف ہیں۔ آپ چونکہ صاحب دل تھے اس لئ
آپکی کتابوں سے بہت زیادہ فیض پہونچا۔ میزان کی بہت سی شرحیں بھی
لکھی گئیں۔ بعض حضرات نے ان کتابوں کے تصنیف کی نسبت دوسر

مصنفین کیطرف کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک سراج الدین عثمان اودھی ہی انکے مصنف ہیں۔ آپکی وفات ۷۵۸ھ میں ہوئی۔ عارف امجد سراج الدین سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب منشعب

مولانا عبدالحی حسنی نے "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" میں تصریح کی ہے کہ منشعب جو صرف کا ایک مختصر رسالہ میزان الصرف کے ساتھ ملحق ہے وہ شیخ حمزہ بدایونی کا تصنیف کیا ہوا ہے نیز میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ کے پیش لفظ میں حاشیہ پر مرقوم ہے کہ یہ کتاب ملا حمزہ بدایونی کی ہے اور جو لوگ ملا بزرجمہر کیطرف انتساب کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ملا بدایونی کے مزید حالات باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہوسکے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب صرف میر

آپکے حالات عقائد میں شرح مواقف کے تحت صـ ۹۴ پر گذر چکے۔

صاحب پنج گنج ودستور المبتدی

صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین رُدَولوی امام ابوحنیفہؒ کی نسل سے تھے، آپکے دادا نظام الدین دہلی آکر مدت دراز تک مقیم رہے پھر وہاں سے جونپور چلے گئے۔ شیخ صفی الدین نواسہ ہیں قاضی شہاب الدین دولت

آبادی کے جن کا شمار نوادر روزگار علماء میں ہوتا تھا۔ شیخ نے اپنے نانا سے تعلیم پائی اور شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانیؒ سے علم تصوف وسلوک حاصل کیا شیخ سمنانیؒ فرماتے تھے کہ صفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب وغریب امور کے ساتھ آراستہ ہو۔ آپنے کئی کتابیں تالیف کیں جن میں پنج گنج اور دستور المبتدی بہت مشہور اور داخل درس ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے لڑکے اسمٰعیل کیلئے لکھی تھیں؛ ان کے علاوہ آپکی نہایت مشہور تصنیف کافیہ کی شرح غایۃ التحقیق ہے جس پر صاحب کشف الظنون اور دیگر شراح نے آپکو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپنے ۱۳ ر ذوالقعدہ ۸۱۹ھ کو وفات پائی۔ (تذکرہ)

صاحب فصول اکبری

قاضی علی اکبر بن علی الٰہ آباد کے باشندہ نسلاً حسینی اور مذہباً حنفی تھے فقہ، اصول اور عربیت میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ وزیر سعد اللہ خاں کے لڑکے لطف اللہ کے ایک عرصہ تک معلم اور وزیر موصوف کے مقرب تھے، پھر اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد اعظم کا معلم واتالیق بنا کر رکھا، عالمگیر نے آپکی علمی مہارت اور زہد وتقویٰ دیکھ کر شہر لاہور کا قاضی بنا دیا اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔ آپ نہایت پابند شرع، نیک سیرت، بارعب اور بلند گام تھے۔ امور قضاء اور حدود وتعزیرات میں کسی کی رعایت نہ کرتے اس لئے امراء وعظماء آپ پر غیظ وغضب میں دانت پیستے رہتے تھے مگر

عالمگیری ہیبت کیوجہ سے کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے لیکن جب امیر قوام الدین اصفہانی لاہور کے قاضی بنائے گئے تو انھوں نے آپکو اور آپکے بھانجے سید محمد فاضل کو نظام الدین وغیرہ کے ذریعہ قتل کرادیا، جب عالمگیر کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً امیر اور نظام الدین کو معزول کردیا اور نظام الدین کو آپ کے ورثہ کے حوالہ کردیا چنانچہ انھوں نے قصاص میں اس کو قتل کردیا پھر عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام ہٹنی کو حکم دیا کہ امیر قوام الدین کے قضیہ کا شرعی فیصلہ کریں مگر آپ کے ورثہ نے امیر کو معاف کردیا۔ آپ ایسے صاحب فضل وکمال تھے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں ایک نگراں آپ بھی تھے۔ فن صرف میں فصول اکبری آپکی مشہور تصنیف ہے جو داخل درس ہے اس کے علاوہ فن صرف ہی میں فصول اکبری اور اس کی شرح بزبان عربی لکھی۔ آپ کا قتل سنہ ۱۰۹۰ھ میں ہوا۔ (تذکرہ ظفر)

صاحب علم الصیغہ

مفتی عنایت احمد بن منشی محمد بخش بن منشی غلام محمد بن منشی لطف اللہ آپ قریشی النسل تھے، آپکے اجداد میں امیر حسام بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں بس گئے اور جس محلہ میں قیام کیا وہ حجازی محلہ مشہور ہوا جو بعد میں حجاجی کہا جانے لگا اسی مناسبت سے امیر حسام کی اولاد حجاجی مشہور ہوئی۔ مفتی عنایت احمد صاحب دیوہ میں ۹ر شوال سنہ ۱۲۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا منشی غلام محمد کی سسرال کاکوری میں تھی

اس رشتہ سے آپکا خاندان کاکوری میں سکونت پذیر ہوگیا اور کاکوروی کہلا
لگا اب بھی یہاں آپکا خاندان موجود ہے۔ ابتدائی تعلیم آپنے کاکوری میں
حاصل کی، ۱۳ برس کی عمر میں رام پور جاکر مولوی سید محمد بریلوی سے صرف
ونحو اور مولوی حیدر علی ٹونکی و مولوی نور الاسلام سے دوسری کتابیں پڑھیں
پھر دہلی جاکر شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی سے حدیث پڑھکر سند حاصل
کی دہلی سے علی گڈھ آکر مولانا بزرگ علی مارہروی تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلوی سے
جملہ منقولی و معقولی کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے، فراغت کے
بعد جامع مسجد علی گڈھ کے اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوگئے کیونکہ مولانا
بزرگ علی صاحب کا ۱۲۶۲ھ میں انتقال ہوگیا تھا، ایک سال کے بعد
علی گڈھ ہی میں مفتی و منصف مقرر ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ
برابر جاری رہا، مولوی لطف اللہ علی گڈھی متوفی ۱۳۳۴ھ آپکے نامور
شاگردوں میں ہیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب بریلی میں صدر امین ہوئے
بریلی کے مشہور تلامذہ قاضی عبد الجلیل، مولوی فدا حسین منصف اور
نواب عبد العزیز خاں ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نواب
خاں بہادر خاں نے جب علم جہاد بلند کیا تو مفتی صاحب بھی اس میں
شریک ہوگئے، بریلی اور رام پور میں آپکی سرگرمیاں جاری رہیں جب
تحریک آزادی ناکام ہوگئی اور انگریزوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہوا تو
مفتی صاحب وغیرہ پر مقدمہ چلا، عبور دریائے شور کی سزا ہوئی، چار
سال کیلئے جزیرہ انڈمان بھیجدیئے گئے آپکے ساتھ کچھ اکابر علماء

فضل حق خیرآبادی اور مفتی مظہر کریم وغیرہ بھی تھے یہ حضرات وہاں علمی خدمت میں لگ گئے اور جزیرہ کو علم کا گہوارہ بنادیا۔ مفتی صاحب نے قرآن کریم حفظ کیا اور انڈمان کے سرکاری ڈاکٹر حکیم امیر خاں کی فرمائش پر محض اپنی یادداشت سے تواریخ حبیب الٰہ لکھی جبکہ وہاں کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی، وطن آکر دوسری کتابوں سے جب تقابل کیا تو حرف بحرف صحیح پایا۔ ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ دو برس میں کیا جو آپکی رہائی کا سبب بنا۔ انڈمان ہی میں درس نظامی کی مشہور کتاب علم الصیغہ تصنیف کی۔ ۱۲۷۷ھ میں رہائی پاکر کاکوری آئے پھر کانپور میں مستقل قیام کیا اور کانپور کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ فیض عام قائم کرکے ۲۵۔ ۳۰ روپے تنخواہ پر درس دینے لگے دو سال کے بعد اس مدرسہ میں اپنے شاگرد مولوی سید حسین شاہ بخاری کو مدرس اول اور مولوی لطف اللہ کو مدرس دوم مقرر کرکے حج کیلئے تشریف لے گئے، جدہ کے قریب آپکا جہاز ۷ر شوال ۱۲۷۹ھ کو ایک پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا اور مفتی صاحب بعمر ۵۲ برس بحالت نماز احرام باندھے غریق وشہید ہوئے۔ بیس سے زائد آپکی تصنیفات ہیں (تذکرہ وظفر)۔

صاحب کتاب الصرف

حافظ عبدالرحمٰن امرتسری بن مولوی حافظ عمرالدین ہوشیارپوری۔ امرتسر (پنجاب) میں ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے، مسلکاً اہلحدیث تھے آپ کو ۱۸۹۸ء سے دنیا کی سیروسیاحت کا شوق ہوا، گیارہ برس

تک ہندوستان، عرب، عراق، الجزائر، شام، استنبول، بیت المقد
مصر، طرابلس، تونس، الجزیرہ، مراکو، اندلس، انگلستان، فرانس
دومتہ الکبریٰ، سسلی، مالٹا اور بلادِ عرب کی سیر کی۔ پہلا سفر ۸۹۶
میں براہ بحیرۂ قلزم ہوا جو مصر، شام اور اسلامی دارالخلافۃ قسطنطنیہ
محدود رہا دو سال پر واپسی ہوئی اس مدت میں عربی ادب اور تاریخ میں
اچھی مہارت پیدا کی، جامع ازہر کے اساتذہ اور دوسرے شہروں کے علما
سے استفادہ کیا اس سفر کے بعد عربی قواعد میں کتاب الصرف و کتاب النحو
نہایت جامع کتابیں لکھیں جو بعض مدارس میں شامل نصاب ہیں۔ دوسرا
سفر براہ خلیج فارس بغداد، دیار بکر اور حلب وغیرہ کی جانب ہوا جس
بابل، نینوی، بعلبک، بیروت، مصر، افریقہ اور یورپ کی سیر
کی اور واپسی میں ۱۹۰۶ء میں حج کی ادائیگی سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۰۸
میں حکومت ہند کیطرف سے ہندوستان کے تمام صوبوں کی سیاحت
کر کے "سیاحتِ ہند" لکھی جس پر آپ کو چار سو روپئے انعام ملے۔ ان
کتابوں کے علاوہ عربی بول چال، الصدیق، المرتضیٰ اور ترقیات عرب
آپکی تالیفات ہیں۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء / ۱۳۲۸ھ کو قلب پر فالج گرنے سے
آپ کا انتقال ہوا۔ (تذکرہ)

صاحب شذ العرف

شیخ احمد الحملاوی دارالعلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاذ

علماء ازہر میں صاحب حیثیت تھے۔ فن صرف میں آپکا رسالہ "شذالعرف"
لبوں کیلئے بہت مفیدا ور بعض مدارس میں داخل درس ہے اس کے
وہ آپکی ایک نہایت مفید کتاب زہرۃ الربیع فی المعانی والبیان والبدیع ہے۔
ہرہ میں ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء میں آپکی وفات ہوئی (تذکرہ)

صاحب علم الصرفؔ

مولانا مشتاق احمد چرتھاولی، چرتھاول ضلع مظفر نگر کے باشندہ تھے
لا نظام الدین کیرانوی سے درسی کتابیں پڑھکر اجمیر گئے اور وہاں فارغ
ور دستار فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد دہلی میں قیام کر کے "سر سید
سلام" اور "کالج کا اسلام" وغیرہ کتابیں تصنیف کیں پھر احمد آباد گئے
ں "افسانۂ عبرت" لکھا، اس کے بعد رنگون گئے اور وہاں صدر مدرسی کی
ر دہلی میں آکر عربی و فارسی کا جدید اور آسان نصاب تیار کیا اور اس سلسلہ
فارسی و عربی میں بہت سی کتابیں لکھیں، صرف میں "علم الصرف" نحو میں علم النحو اور ادب
ں "روضۃ الادب" لکھی، یہ کتابیں اتنی سہل اور مفید ہیں کہ بعض مدارس
داخل درس ہیں۔ دہلی کے بعد دیوبند آئے یہاں "اشاعت الادب"
م کا ایک کتبخانہ جاری کیا جو خوب چلتا رہا اسی اثناء میں ۱۹۵۲ء میں آپکا
نتقال ہوگیا یہ کتبخانہ اب مدنی کتب خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ (تذکرہ)

صاحب مراح الارواح

مدبن علی بن مسعود۔ ان کے حالات دستیاب نہ ہو سکے، علامہ سیوطی نے بھی لاعلمی ظاہر کی ہے

نحو

صاحب مأة عامل

آپ کا تذکرہ بلاغت میں دلائل الاعجاز کے ذیل میں صفحہ ۱۰۴ پر گذر چک

صاحب مفصل

آپکے حالات تفسیر میں کشاف کے تحت صنہ ۲ پر گذر چکے

صاحب المصباح

کنیت ابو الفتح، نام ناصر بن عبد الرشید بن علی بن المطرز۔ آبائی وط
عراق تھا لیکن آپ شہر جرجانیہ میں رجب ۵۳۲ھ یا ۵۳۸ھ میں پی
ہوئے وہیں پرورش پائی۔ مطرز کپڑے چھاپنے والا، ممکن ہے آپ
اجداد میں کوئی یہ کام کرتا رہا ہو جس بنا پر آپ مطرزی کہے جاتے ہیں۔ آ
حدیث، فقہ، اصول فقہ، لغت اور عربیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے
شعر و ادب میں سحبان البیان تھے۔ اپنے والد محترم اور موفق بن اح
خطیب خوارزم سے تحصیل علوم کیا اور حدیث ابو عبید اللہ شیخ محمد بن
علی وغیرہ سے سنا۔ آپکو خلیفۂ زمخشری کہا جاتا ہے۔ ۶۰۱ھ میں
حج کیا اور بغداد گئے۔ وہاں فقہاء سے آپکے خوب مباحثے ہوئے، لوگو

نے آپ سے علم وادب پڑھا۔ آپ فروع کے لحاظ سے حنفی اور اعتقاداً معتزلی تھے، آپ نے متعدد کتابیں لکھیں، اصطلاحات فقہ میں آپکی کتاب "معرب" نہایت مشہور ہے جس میں ان الفاظ سے بحث کی ہے جن کو فقہاء استعمال کرتے ہیں، احناف کے نزدیک اس کا وہی درجہ ہے جو شوافع کے یہاں کتاب ازہری کا۔ نحو میں "المصباح" نہایت عمدہ اور مقبول کتاب لکھی جس کی بکثرت شرحیں لکھی گئیں یہ کتاب شامل نصاب رہ چکی ہے۔ ان کے علاوہ بھی آپکی دیگر مفید کتابیں ہیں۔ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۶۱۰ھ کو آپکی خوارزم میں وفات ہوئی۔ تین سو سے زائد آپ کے مرثیہ میں قصائد کہے گئے (تذکرہ)

صاحب کافیہ

آپ کا ذکر صرف میں شافیہ کے تحت ص ۱۴۰ پر ہوا۔

صاحب الفیہ

کنیت ابو عبداللہ، لقب جمال الدین، نام محمد بن عبداللہ بن مالک طائی جیانی، اندلس کے مقام جیان میں ۶۰۰ھ ۱۲۰۳ء میں پیدا ہوئے، اندلس سے منتقل ہو کر تا حیات دمشق میں رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں "الفیہ" نحو میں ایسی مشہور و مقبول ہے کہ بکثرت اس کی شرحیں لکھی گئیں اور بہت سے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تسہیل الفرائد وغیرہ بہت سی آپکی تصنیفات ہیں۔ آپنے دمشق میں ۶۷۲ھ ۱۲۷۴ء میں وفات پائی۔ (تذکرہ)

صاحب لب الالباب

آپکے حالات تفسیر بیضاوی کے ضمن میں ص۱۸۰ پر گذر چکے۔

صاحب ہدایۃ النحو

آپ کا تذکرہ صرف میں میزان کے تحت ص۱۴۱ پر ہو چکا۔

صاحب شذور الذہب و مغنی اللبیب

کنیت ابو محمد، لقب جمال الدین، نام عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام، مشہور بابن ہشام نحوی، ذوالقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ شہاب عبداللطیف بن المرحل، ابن السراج، تاج تبریزی، تاج فاکہانی وغیرہ سے تحصیل علوم کیا۔ ابتداءً فقہ شافعی پڑھی پھر حنبلی مسلک اختیار کیا، قوت حافظہ ایسی کہ چار ماہ سے کم میں مختصر الخرقی کو بڑھاپے میں حفظ کر لیا۔ نحو اور عربیت کے زبردست امام تھے۔ بقول طاشکبری زادہ عربی دانی میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اپنے ہمعصروں بلکہ استادوں پر فوقیت لے گئے۔ آپکی بہت کثیر تصانیف ہیں جن میں شذور الذہب اور شرح شذور الذہب نحو میں بزبان سلیس بہت عمدہ اور داخل درس ہے۔ جس کی اکثر مثالیں قرآنی آیات سے ذکر کی ہیں۔ نحو میں اس سے زیادہ مشہور و بے نظیر کتاب مغنی اللبیب ہے۔ ان کے علاوہ التوضیح

علی الالفیہ، عمدۃ الطالب، قطر الندیٰ، شرح قطر الندیٰ، التذکرہ، المسائل السفریہ وغیرہ آپکی بہت سی تصنیفات ہیں۔ بعمر ۵۳ برس شب جمعہ ۵ ذوالقعدہ ۷۶۱ھ کو آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب شرح الفیہ

کنیت ابن عقیل، لقب بہاء الدین، نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد۔ سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے تھے اس لئے ابن عقیل مشہور ہوئے۔ آپکے آباء و اجداد ہمدان یا آمد میں مقیم تھے ان میں سے کچھ لوگ مقام بالس میں آکر بس گئے جو حلب اور رقہ کے درمیان ہے پھر ان میں سے ایک صاحب مصر میں آکر سکونت پذیر ہو گئے انھیں کی نسل میں آپ قاہرہ میں جمعہ ۹ محرم ۶۹۴ھ ۱۲۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ نسبت میں قرشی ہاشمی عقیلی ہمدانی یا آمدی بالسی مصری ہیں۔ آپنے علم قرارت تقی صائغ سے اور فقہ زین الدین کتانی سے حاصل کیا، علاء قونوی سے فقہ، تفسیر، معانی، عربیت اور عروض کی تعلیم پائی۔ حسن بن عمر کردی اور شرف بن الصابونی وغیرہ سے حدیث سماعت کی۔ فراغت کے بعد قطبیہ، خشابیہ او جامع ناصری میں درس دیا پھر جامع طولونی میں اپنے شیخ ابوحیان کے بعد درس تفسیر میں مشغول رہے۔ سراج الدین بلقینی، ولی الدین عراقی وغیرہ آپکے تلامذہ میں ہیں۔ آپ بہت بارعب و وقار ائمہ نحاۃ میں تھے، بقول ابن حبان آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھکر کوئی نحوی نہیں ہے۔ شرفاء و امراء کا آپکے

یہاں مجمع لگا رہتا تھا، طلبہ پر آپ بہت شفیق تھے، عطایا و ہدایا سے ان کی مدد فرماتے، حسینیہ میں جلال قزوینی کے اور قاہرہ میں عز بن جماعہ کے نائب قاضی بھی رہے۔ آپنے متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں الفیہ ابن مالک کی شرح جو ابن عقیل سے مشہور ہے لکھی، یہ کتاب نحو میں نہایت سلیس اور بہترین، مدارس میں داخل درس ہے۔ جرمنی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوگیا ہے۔ قاہرہ میں شب چہار شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۷۶۹ھ/۱۳۶۷ء آپکی وفات ہوئی اور امام شافعیؒ کے قریب مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب نحو میر و شرح مأۃ عامل

آپ کا تذکرہ عقائد میں شرح مواقف کے تحت صـ ۹۴ پر گذر چکا۔

صاحب شرح جامی

کنیت ابو البرکات، لقب عماد الدین، مشہور لقب نور الدین، تخلص جامیؔ، نام عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد۔ سلسلۂ نسب امام محمد شیبانیؒ تک پہونچتا ہے۔ آپکے والد محترم اصفہان کے محلہ دشت کے باشندہ تھے کسی حادثہ سے جام منتقل ہوگئے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے یہیں آپ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو پیدا ہوئے ابھی آپ چھوٹے ہی تھے کہ آپکے والد محترم جام سے ہرات منتقل ہوگئے اور مدرسہ نظامیہ میں ٹھہرے۔ آپنے صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی پھر میر سید شریف کے تلمیذ خواجہ

علی سمرقندی سے اور علامہ تفتازانی کے تلمیذ شہاب الدین محمد سے علم معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا۔ مولانا جند اصولی سے شرح مفتاح پڑھیا پھر سمرقند گئے اور قاضی موسیٰ رومی کے درس میں داخل ہوئے اول ملاقات ہی میں ان سے مباحثہ ہوگیا، آپ ہی غالب رہے، بقول قاضی رومی سمرقند جب سے آباد ہوا اب تک عبدالرحمٰن جامی جیسا جید الطبع یہاں نہیں آیا۔ تذکرہ کی شرح لکھنے میں قاضی رومی اور آپکے درمیان اکثر مباحثہ ہوتا بالآخر آپ کی رائے راجح قرار پاتی۔ ہرات میں ایک روز قوشنجی شارح تجرید سے مباحثہ ہوگیا اس میں بھی آپ ہی غالب رہے، قوشنجی نے اپنے طلبہ سے کہا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ نفس قدسی اس عالم میں موجود ہے، علوم ظاہری کے بعد تصوف وسلوک کی تعلیم کیلئے سمرقند سے خراسان خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی کی خدمت میں گئے اور ان کے فیوض وبرکات سے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے، شیخ سعدالدین کاشغری سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملے۔ ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام دمشق، حلب وغیرہ کا سفر کیا، اور ہر جگہ کے علماء ومشائخ نے آپکی تعظیم وتکریم کی۔ آپکو عربی وفارسی دونوں زبانوں میں یکساں مہارت تھی اور دونوں زبانوں میں آپ کی تصنیفات ۵۴ عدد ہیں جو جامی کے حروف کا عدد ہے اور اسے آپکی کرامت کہا گیا ہے۔ آپ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپکی منظوم کتابیں مثنوی طرح نوی، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنون اور مستقل دیوان، کلیات جامی جو قصائد، غزلیات، مربعات، ترجیعات اور

مقطعات پر مشتمل مطبوع ہیں۔ کافیہ کی نہایت اعلیٰ وارفع شرح اپنے لڑکے ضیاء الدین یوسف کیلئے "الفوائد الضیائیہ" لکھی جو شرح جامی سے مشہور ہے اور درس نظامی میں داخل ہے اس میں علامہ جامی نے کافیہ کی اکثر شروح کو ملخص کیا ہے اور خاصکر قاضی شہاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی الشرح الہندی کو ماخذ بنایا ہے۔ شرح جامی میں اگرچہ نحوی مباحث کو عقلیت کا رنگ دیا گیا ہے تاہم ٹھوس استعداد پیدا کرنے کیلئے یہ کتاب بہت عمدہ ہے۔ آپکی وفات بعمر ۸۱ برس جمعہ ۱۸ محرم ۸۹۸ھ ۱۴۹۲ء کو شہر ہرات میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے و من دخلہ کان اٰمنا سے تاریخ وفات نکلتی ہے، جب طائفہ آردبیلیہ کی بغاوت خراسان میں شروع ہوئی تو آپکے لڑکے ضیاء الدین یوسف نے قبر سے نعش نکالکر دوسری جگہ دفن کر دی، باغیوں نے تسلط کے بعد قبر کھودی اور لاش نہ ملی تو تختوں کو جلا دیا۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب کتاب النحو

آپکے حالات صرف میں کتاب الصرف کے تحت ص۱۴۷ پر گذر چکے۔

صاحب اسباق النحو

حمید الدین فراہی موضع پھریہا ضلع اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے اپنے گاؤں پھریہا کی نسبت سے فراہی کہے جاتے ہیں، آپکے والد مولوی عبد الکریم علامہ شبلی نعمانی کے ماموں تھے۔ آپنے پہلے حفظ کیا پھر مولوی مہدی حسین

چنار وی سے فارسی پڑھی اس کے بعد علامہ شبلی نعمانی سے عربی متوسطات تک پڑھی پھر لکھنؤ جاکر مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے تحصیل علم کیا وہاں سے لاہور جاکر مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے عربی ادب کی کتابیں پڑھیں، سن ۱۳۱۰ھ میں فارغ ہوکر ایسا کمال حاصل کیا کہ اپنے اساتذہ پر فوقیت لے گئے۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی، پہلے کرنل گنج الٰہ آباد اسکول میں پھر ایم اے او کالج علی گڈھ میں پھر الٰہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کی سند حاصل کی، اس کے بعد ۱۸۹۶ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں مدرس ہوئے پھر علی گڈھ کالج میں عربی تعلیم کے پروفیسر ہوئے وہاں دو سال رہ کر الٰہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے پھر ۱۹۱۴ء میں حیدرآباد دارالعلوم میں گئے، وہاں ۱۹۱۹ء تک رہے پھر اعظم گڈھ اپنے وطن میں آگئے —
۱۳۲۷ھ میں اس دیار کے ایک بزرگ مولانا محمد شفیع صاحب کی تحریک پر ۱۹۱۰ء قصبہ سرائمیر ضلع اعظم گڈھ کے قریب ایک چٹیل میدان میں مدرسۃ الاصلاح قائم کیا جو اپنے مخصوص طرزِ فکر کے اعتبار سے ہندوستان میں ایک حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق دورِ متعلمی سے ہی تھا، علامہ شبلی کی تاریخ "بدؤ الاسلام" کا جو آپنے فارسی میں ترجمہ کیا وہ آپ کے پڑھنے کے وقت ہی چھپ چکا تھا۔ ابن سعد کا ایک ٹکڑا جو وفود نبی سے متعلق تھا سرسید نے آپ سے اس کا فارسی ترجمہ کراکے چھپوایا، کراچی میں ملازمت کیوقت آپکا فارسی دیوان شائع ہوا۔ آپکی دیگر کتب جمہرۃ البلاغۃ، اقسام القرآن، تفسیر سورۂ لہب، سورۂ قیامہ، سورۂ اخلاص، سورۂ تحریم، سورۂ فیل،

الرای الصیح فی من ہو الذبیح، اسباق النحو، تحفۃ الاعراب اور آمثال آصف الحکیم ہیں۔ آخری تین کتابیں مدرسۃ الاصلاح میں داخل درس ہیں۔ ۱۳۴۹ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب النحو الواضح والبلاغۃ الواضحۃ

علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم، مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے، مشہور شاعر، ادیب، انشاء پرداز، لغوی، نحوی، فصیح وبلیغ شخص تھے، قاہرہ میں تعلیم پائی فراغت کے بعد ۱۹۰۸ء میں ایک علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے، وہاں عربی ادب، نفسیات اور منطق وغیرہ پڑھی ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم قاہرہ میں مدرس ہوئے پھر وزارۃ المعارف کے آرگنائزر ہوئے بعد میں تمام آرگنائزروں کے صدر مقرر ہوئے ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم قاہرہ کے رکن ہوئے اور قاہرہ کے المجمع اللغوی اور دمشق کے المجمع العلمی العربی کے رکن رہے۔ نئے شعراء میں سب سے زیادہ آپکے اشعار بتلائے جاتے ہیں آپکے دواوین اس پر شاہد ہیں۔ آپنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ان میں النحو الواضح اور البلاغۃ الواضحۃ بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپکے ساتھ مصطفےٰ امین بھی شامل ہیں جنکے حالات دستیاب ہو سکے۔ آپکی وفات ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب علم النحو

آپکا تذکرہ علم الصرف کے تحت ص ۱۴۹ پر گذر چکا۔

منطق

صاحب مطالع و مواقف

کنیت ابوالفضل، لقب عضد الدین، نام عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالغفار فارس میں مقام ایج کے باشندہ تھے اس لئے ایجی کہے جاتے ہیں۔ آپ اصول و معانی اور عربیت کے زبردست عالم تھے، وہاں کچھ دنوں منصب قضا پر بھی فائز تھے۔ آپکی ذات سے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے۔ صاحب کرمان سے کچھ کشیدگی ہوگئی تھی اس لئے اس نے آپکو قلعہ میں بند کردیا وہیں آپ ۷۵۶ھ / ۱۳۵۵ء میں وفات پاگئے۔ آپکی تصانیف میں علم ام میں مواقف اور منطق میں مطالع بہت مشہور و متداول ہیں اور شامل نصاب بھی رہی ہیں۔ انکے علاوہ دوسری بھی تصنیفات ہیں (تذکرہ)

صاحب شمسیہ و حکمۃ العین

کنیت ابوالحسن، لقب نجم الدین، نام علی بن عمر بن علی، حکیم دبیران کاتبی سے مشہور تھے قزوین کے باشندہ ہونیکی وجہ سے قزوینی کہلاتے ہیں محقق نصیر الدین طوسی کے تلمیذ تھے، موصوف نے مراغہ میں جو رصدخانہ کی بنیاد ڈالی اس مہم میں آپ بھی شریک تھے۔ آپنے منطق میں ایک ٹھوس رسالہ خواجہ شمس الدین کیلئے لکھا اس لئے اس کا نام شمسیہ رکھا،

یہ اتنا مقبول ہوا کہ داخل درس ہے۔ قطب الدین رازی نے اسی کی شرح لکھی جو قطبی کے نام سے مشہور اور شامل نصاب ہے، علامہ قزوینی نے حکمت میں بھی ایک عمدہ رسالہ حکمت العین کے نام سے لکھا۔ آپکی وفات ۶۷۵ھ میں ہوئی (تذکرہ وظفر)

صاحب ایساغوجی و ہدایۃ الحکمۃ

لقب اثیر الدین، نام مفضل بن عمر، روم میں مقام ابہر کے باشندہ تھے اس لئے ابہری کہلاتے ہیں۔ آپ بڑے مرتبہ کے عالم وفاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے اور امام فخر الدین رازی کے تلامذہ میں گوئے سبقت لیجانیوالے تھے۔ آپنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں اور ایساغوجی منطق میں بہت مقبول اور داخل درس ہیں ایساغوجی یونانی کلمہ ہے بمعنی کلیات خمس یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام سے

جنس و فصل و نوع و خاص و عرض عام جملہ را ایساغوجی کردند نام

شیخ ابہری کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ ۶۶۰ھ میں وفات ہوئی (تذکرہ وظفر)

صاحب قال اقول

حسام الدین حسن السکانی، آپنے ایساغوجی کی نہایت عمدہ اور مقبول

شرح لکھی جو قال اقول کے نام سے مشہور و متداول ہے، اس پر بہت سے حضرات نے حاشیے لکھے مثلاً علامہ بروعی، شیخ محی الدین تاشی، علا شروانی وغیرہ، آپکی وفات سنہ ۷۶۶ھ میں ہوئی، مزید حالات نہ مل سکے (تذکرہ)

صاحب قطبی

کنیت ابو عبداللہ، لقب قطب الدین تحتانی، نام محمد بن محمد، بلاد دیلم کے شہر رَے کے باشندہ تھے اس لئے رازی کہلاتے ہیں۔ آپ اور قطب الدین شیرازی شیراز کے ایک مدرسہ میں ایک ساتھ مدرس تھے، شیرازی بالائی منزل میں اور آپ نچلی منزل میں پڑھاتے تھے اس لئے شیرازی کو قطب الدین فوقانی اور آپکو قطب الدین تحتانی کہا جانے لگا۔ آپ نے پہلے اپنے بلاد میں علامہ عضد وغیرہ سے علوم عقلیہ و شرعیہ میں ٹھوس استعداد پیدا کی اس کے بعد دمشق جاکر تا حیات رہے آپ نے شیخ شمس الدین اصبہانی سے بھی قاہرہ میں پڑھا ہے۔ درس و تدریس میں آپ مہارت تامہ رکھتے تھے، علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ جلال الدین دوانی آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ سے مباحثہ کیا تو منطق و حکمت کا امام پایا اور تفسیر، معانی، بیان اور نحو کا بہترین عالم، ذکاوت و ذہانت پیشانی میں درخشاں۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ متکلمین میں جو لوگ منطق میں ماہر تھے آپ ان میں سے ایک فرد تھے۔ آپکی تصنیفات میں شمسیہ کی شرح یعنی قطبی، شرح مطالع اور شرح اشارات بہت مشہور

ومقبول اور داخل درس نظامی ہیں۔ آپکی دوسری کتابیں شرح حاوی، حاشیہ کشاف، رسالہ قطبیہ، محاکمات وغیرہ آپکی جودت طبع اور استقامت فہم پر دال ہیں۔ بعض لوگوں نے آپکو حنفی اور اکثر لوگوں نے شافعی المسلک بنایا ہے، تقریباً چوہتر برس کی عمر میں ۶ ذوالقعدہ ۷۶۶ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب میزان المنطق

عبدالمقتدر بن محمود بن سلیمان شریحی شہر تھانیسر میں لگ بھگ ۷۰۳ھ میں پیدا ہوئے، دہلی میں پرورش پائی۔ شیخ شمس الدین محمد یحیی اودھی اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی وغیرہ سے تحصیل علوم کیا اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے خلافت پائی۔ آپ شعر وادب اور انشاء کے بڑے امام تھے، ایک جم غفیر نے آپ سے علم حاصل کیا، شیخ شہاب الدین دولت آبادی آپکے شاگردوں میں ہیں۔ آپکا اکثر وقت افادۂ علم میں گذرتا، طلبہ سے فرماتے کہ شریعت کے کسی ایک مسئلہ میں غور وفکر کرنا ایک ہزار رکعت کے برابر فضیلت رکھتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے درویش کامل تھے، ساتھ ہی علوم ظاہری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شعر وادب کے ذوق کے ساتھ علوم عقلیہ سے بھی مناسبت رکھتے تھے، آپکے قصیدہ لامیۃ العجم سے آپکی فصاحت وبلاغت کا اندازہ لگتا ہے۔ فن منطق میں مبتدیوں کے لئے چھوٹا سا رسالہ میزان المنطق بہت مفید اور آسان لکھا جو شامل نصاب ہے

بعمر ۸۸ سال ۲۶ محرم ۷۹۱ھ کو وفات پائی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے پڑوس میں دفن ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب تہذیب

آپکے حالات اصول فقہ میں تلویح کے تحت صـ۸۶ پر گذر چکے۔

صاحب صغریٰ و کبریٰ

آپکا تذکرہ عقائد میں شرح مواقف کے ضمن میں صـ۹۴ پر گذر چکا۔

صاحب ملا جلال

آپکے احوال عقائد میں عقائد جلالی کے تحت صـ۱۰۱ پر تحریر ہو چکے

صاحب شرح تہذیب

عبداللہ بن حسین یزدی اپنے دور کا زبردست محقق اور علامہ تھا۔ بہاء عاملی اور مرزا ابراہیم ہمدانی جیسے مشہور اہل علم اس کے تلامذہ میں ہیں علمی بڑائی کے ساتھ قدو قامت اور حسن و جمال میں بھی بڑھا ہوا تھا کسی بھی علمی مسئلہ پر بحث کرتا تو سکون و وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتا اور اپنی محققانہ شان کے مطابق بحث و مناظرہ میں ہمیشہ انصاف سے کام لیتا۔ غالباً شیعہ مذہب رکھتا تھا جیسا شرح تہذیب کے خطبہ میں۔

واٰل النبی عترۃ المعصومون سے پتہ چلتا ہے، اس نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت عمدہ اور مفید ہیں علامہ فرنگی محلی لکھتے ہیں کلہا مرغوبۃ ممتعۃ، ان کتابوں میں شرح تہذیب نہایت نفیس اور داخل درس ہے۔ شہر اصبہان میں ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ)

میرزاہد بر ملا جلال و حاشیہ شرح مواقف

میرزاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی لیکن آپکے والد ماجد خراسان کے شہر ہرات کے باشندہ تھے اس لئے آپ بھی ہروی کہے جاتے ہیں، آپ بڑے متبحر عالم اور فن منطق کے امام تھے اور اپنی صلاحیت کی وجہ سے وقت کے علماء و فضلاء پر سبقت لے گئے۔ اپنے والد محترم اور دیگر علماء سندھ سے تعلیم حاصل کی جب فارغ ہوئے تو ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں نے آپکو کابل کا محرر بنا دیا، جب عالمگیر تخت نشین ہوئے تو انھوں نے ۱۰۷۰ھ میں لشکر کا محاسب بنایا پھر کچھ دنوں کے بعد کابل کی صدارت پر مامور کیا ان ایام میں بہت سے طلبہ نے آپ سے مختلف علوم پڑھے، آپکی تصانیف میں حاشیہ شرح مواقف بہت مشہور اور داخل درس ہے جس کو اونچی استعداد والے پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ منطق میں ملا جلال کی شرح رسالہ قطبیہ کا حاشیہ اور حاشیہ شرح ہیاکل آپکے تصنیفی کارنامے ہیں۔ ۱۱۰۱ھ میں آپکی وفات ہوئی۔

(تذکرہ)

صاحب سلم العلوم

آپکے حالات اصول فقہ میں مسلم الثبوت کے تحت صـ ۸۹ پر گذر چکے۔

ملا حسن

محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ بن ملا اسعد بن قطب الدین شہید سہالوی
آپنے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین فتحپوری سے اور اکثر کتابیں ملا
نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھکر تمام علوم میں مہارت حاصل
کی۔ علماء کا بیان ہے کہ معقولات میں شیخ ابن سینا سے اگر آپکا مقابلہ ہوتا
تو آپ ہی غالب آتے، ایک بار اپنے استاد نظام الدین سے کسی منطقی،
مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے استاد نے فرمایا کہ شیخ بو علی سینا نے شفا میں
ایسا ہی لکھا ہے تم اس کے خلاف کہتے ہو، ملا حسن نے کہا کہ معقولات میں
تقلید نہیں کیجا سکتی، شیخ نے یہ کہا اور میں یہ کہتا ہوں۔ آپکی قوت حافظہ
بہت زبردست تھی۔ کتابوں کی عبارتیں اگر غلط ہوتیں یا چند سطریں کہیں
چھوٹی ہوتیں تو اپنی یاد سے درست کر دیتے، خاندان فرنگی محل میں آپ
سے زیادہ قوی الحافظہ، ذہین اور طریق منطقی پر بحث کا ماہر کوئی نہیں
گذرا۔ آپ شاہ اسحٰق شاہجہانپوری کے مرید اور شاہ عبد الرزاق
ہانسوی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے ایک زمانہ فرنگی محل میں تدریس تالیف
کا سلسلہ جاری رکھا اور خلق کثیر نے آپسے استفادہ کیا۔ کسی وجہ سے

آپنے ترک وطن کر کے شاہجہانپور کا سفر کیا اسی درمیان میں ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ نے بلا کر بڑے اعزاز کے ساتھ معقول مشاہرہ پر دارانگر کے مدرسہ میں مقرر کر دیا۔ دارانگر نجیب آباد کے قریب ایک مقام ہے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ دہلی آ گئے، بعد میں پھر ضابطہ خاں نے سابق اعزاز کے ساتھ دارانگر کا مدرسہ آپکے سپرد کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ضابطہ خاں کو متعدد لڑائیوں کیطرف توجہ کرنی پڑی جس سے نظام درہم برہم ہو گیا اس لئے مجبوراً آپ رامپور چلے گئے تو نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نے گرانقدر تنخواہ پر سرکاری مدرسہ آپکے سپرد کر دیا۔ یہیں ۲ صفر ۱۲۰۹ھ میں بعہد شاہ عالم آپکی وفات ہوئی، رامپور ہی میں مزار ہے۔ آپنے سلم العلوم کی شرح بحث موجہات تک لکھی جو ملا حسن سے مشہور اور درس نظامیہ میں داخل ہے، معقول طرز میں سلم کی کوئی شرح اس کے مقابل نہیں۔ اس کے علاوہ شرح مسلم الثبوت، حاشیہ صدرا، حاشیہ شمس بازغہ، حواشی زواہد ثلثہ، معارج العلوم (منطق) مدارج العلوم (حکمت) آپکی مشہور کتابیں ہیں جو اساتذہ وطلبہ کے درمیان متداول ہیں۔

حمد اللہ

حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن دانیال بن پیر محمد صدیقی سندیلوی۔ نسباً صدیقی اور مذہباً شیعہ تھا، سندیلہ لکھنؤ کے قریب ایک بستی ہے وہیں پیدائش اور نشو و نما ہوئی۔ شیخ کمال الدین فتحپوری اور شیخ نظام الدین بن

قطب الدین انصاری سہالوی سے تعلیم حاصل کی، منطق و فلسفہ پر ساری توجہ مبذول کی، اپنے فن کا زبردست امام ہوگیا۔ صاحب نزہتہ لکھتے ہیں کہ سرزمین ہند میں مشہور اساتذہ میں سے تھا، علم و تدریس میں امامت اس پر ختم تھی۔ وزیر ممالک مغلیہ ابوالمنصور نواب صفدر جنگ سے بڑا گہرا تعلق تھا اس نے سلطان الہند احمد شاہ دہلوی سے سفارش کر کے چند گاؤں بطور جاگیر دلا دیئے اور بادشاہ نے فضل اللہ کا لقب دیا۔ جاگیر ملنے کے بعد اس نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا اور ایک عرصہ تک درس و افادہ میں مشغول رہا جہاں سے بڑے بڑے فضلاء نکلے۔ حمد اللہ کی متعدد معرکۃ الآرا تصانیف ہیں جو زیادہ تر معقولات سے متعلق ہیں ان میں سلم العلوم کی مبسوط شرح جو حمد اللہ کے نام سے مشہور ہے اس درجہ مقبول ہوئی کہ داخل نصاب ہے اس کے علاوہ حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ صدرا، شرح زبدۃ الاصول مشہور تصنیفات ہیں۔ دہلی میں سنہ ۱۱۶۰ھ میں وفات پائی اور شیخ قطب الدین اوشی کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ (تذکرہ و ظفر)

قاضی مبارک

مبارک بن محمد دائم بن عبدالحی بن عبدالعلیم بن مبارک ادہمی ناصحی گوپاموی، ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے ہیں۔ گوپامؤ میں پیدائش اور پرورش ہوئی اور وہیں قاضی شہاب الدین گوپاموی اور اپنے والد سے پڑھا پھر خیرآباد جا کر محدث وقت شیخ صبغۃ اللہ حسینی خیرآبادی سے پڑھ کر سند حدیث حاصل

کی اور اکبر آباد پہونچکر میر زاہد ہروی سے معقولات کی تکمیل کی پھر دہلی جاکر علوم وفنون کی تکمیل کرکے یکتائے روزگار ہوئے۔ فراغت کے بعد عرصۂ دراز تک دہلی میں تدریسی خدمت انجام دی۔ نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ مشہور ترین ذہانت وذکاوت والوں میں تھے اور ایسی شہرت والے تھے کہ تعریف وتوصیف کی زیادتی سے بے نیاز تھے۔ آپکی تصنیفات میں سلم العلوم کی مبسوط شرح قاضی مبارک کے نام سے اس قدر مقبول ہوئی کہ داخل نصاب ہے اس میں خوب منطقیانہ نکتہ سنجیاں پیدا کی ہیں اس کی تصنیف سے ۷ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ کو فارغ ہوئے، اس کے علاوہ حاشیہ شرح مواقف، تعلیقات حاشیہ میر زاہد بر رسالہ قطبیہ، تعلیقات حاشیہ شرح تہذیب للدوانی آپکی ذہانت وذکاوت پر دال ہیں۔ دہلی میں بعہد احمد شاہ ۵ رشوال ۱۱۶۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا وہاں سے گوپامئو میں لاکر اپنے دادا کے مدرسہ میں دفن کئے گئے۔ "حسن خاتمہ" مادۂ تاریخ ہے۔ (تذکرہ وظفر)

غلام یحییٰ بر میر زاہد

غلام یحییٰ بن نجم الدین، بہار کے باڑہ نامی گاؤں میں آپکی پیدائش اور پرورش ہوئی۔ سندیلہ جاکر مدرسہ منصوریہ مولانا باب اللہ جونپوری سے کتب درسیہ پڑھیں پھر شیخ بدر عالم ساداموی سے طریقت وسلوک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد لکھنؤ میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے اسی زمانہ میں میر زاہد پر نہایت عمدہ مگر دقیق حاشیہ لکھا جس کا نام

نوار الہدیٰ فی الیل والدجیٰ رکھا یہ حاشیہ اتنا مقبول ہوا کہ شامل نصاب
ہے۔ نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ شیخ عالم علامہ منطق وحکمت میں مہارت
رکھنے والے علماء میں سے تھے۔ عرصۂ دراز تک لکھنؤ میں درس دینے کے بعد
دہلی شیخ جانجاناں علوی دہلویؒ کی خدمت میں جاکر پانچ برس طریقہ
نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی اور خلافت سے نوازے گئے پھر لکھنؤ آکر
شیخ محمود قلندری کی مسجد کے قریب شیخ پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ
میں قیام کیا۔ خلافت ملنے کے بعد علوم عقلیہ کو یکسر بھلا دیا اور ہمہ وقت
ذکر کی تلقین، اپنے طریقہ کی اشاعت اور مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہنے
لگے اور یہ حالت ہو گئی کہ ایکبار طلبہ نے آپکے حاشیہ کے بعض مشکل
مقامات پوچھے تو اسوقت حل نہ کر سکے۔ آپکی تصنیفات میں حاشیہ
مذکورہ کے علاوہ کلمۃ الحق، رسالہ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود آپ کی
علمی یادگار ہیں، وفات لکھنؤ میں ذوالقعدہ ۱۱۸۰ھ میں ہوئی اور شیخ
پیر محمد کی خانقاہ کے پاس مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

مُلّا مبینؒ

آپ ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے، بحرالعلوم کے بعد سب سے کثیر التصانیف اور
بے مثل مطالب حل کرنیوالے جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول
اور محدث وواعظ تھے۔ جملہ کتب درسیہ ملا حسن سے پڑھیں، بہت ہی
ذہین وذکی اور جید الطبع تھے، فراغت کے بعد تدریس وتالیف کا سلسلہ

جاری کیا، استاد کے سامنے ہی حلقۂ درس بہت وسیع و مشہور ہو گیا۔ جب ملا حسن رام پور چلے گئے تو ان کے تمام طلبہ آپکے درس میں آ گئے جس سے آپکا شہرۂ علم دور دور تک پھیل گیا۔ فرنگی محل کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو وعظ فرماتے اور ہر وعظ میں ہزاروں حدیثیں بیان کرتے، وعظ ایسا موثر ہوتا کہ لوگ بیقرار ہو کر زار و قطار رونے لگتے اور خود بھی رو پڑتے، بہت رقیق القلب تھے۔ معقولی ہونے کے ساتھ بزرگان دین سے کافی لگاؤ رکھتے۔ مولانا شاہ حقانی اور مولانا انوار الحق وغیرہ کی خدمت میں بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے۔ شاہ حقانی نے آپکو سبز عمامہ دیا جو آپکی وصیت کے مطابق آپ کی قبر میں رکھا گیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح سلم العلوم مکمل جو ملا مبین کے نام سے مشہور ہے، مدارس عربیہ میں داخل نصاب رہ چکی ہے۔ بعمر ۶۷ سال ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ میں آپکا انتقال ہوا (تذکرہ)

بحر العلوم

کنیت ابو العباس، لقب بحر العلوم و ملک العلماء، نام عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد۔ والد محترم ملا نظام الدین محمد لکھنوی سے تعلیم حاصل کی ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ بڑے جید عالم، تحقیق میں یکتائے روزگار، علم منقول و معقول، فقہ و اصول فقہ میں مہارت تامہ اور اپنے زمانہ کے فضلاء پر فوقیت رکھتے تھے۔ علوم ظاہری کے ساتھ صاحب طریقت و معرفت بھی تھے، فرماتے تھے کہ مجھے عالم رویا میں حضرت ابو بکر

صدیق رحم کی زیارت ہوئی انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیعت میں داخل فرمایا اور تعلیم وارشاد وطریقت کا حکم دیا لہٰذا خاص میں انکا ہی مرید ہوں۔ چنانچہ آپ اپنے مرید کو اسی ایک واسطہ سے شجرہ لکھدیا کرتے تھے۔ دیگر سلاسل میں بھی آپکو اپنے والد محترم سے اجازت حاصل تھی۔ نواب فیض اللہ کے زمانہ میں آپ لکھنؤ سے رامپور جاکر ایک برس رہے، سو روپئے ماہوار وظیفہ تھا پھر مدراس جاکر وہاں تاحیات رہے نواب محمد علی خاں والی صوبہ ارکاٹ نے بڑی تعظیم وتکریم کی۔ ملا عمران رامپوری، مولوی رستم علی، مولوی غلام نبی شاہجہانپوری، مولوی محمد جیلانی جیسے نامور علمار آپکے تلامذہ میں ہیں۔ آپنے متعدد نفیس کتابیں اور حواشی لکھے جن میں سلم العلوم کی شرح اور حاشیہ برمیر زاہد رسالہ دونوں کتابیں شامل نصاب رہی ہیں مدراس میں رجب ۱۲۲۹ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب مرقاتؒ

فضل امام بن محمد ارشد بن محمد صالح بن عبدالواجد بن عبدالماجد بن قاضی صدرالدین عمری حنفی ہرگامی ثم خیرآبادی، خیرآباد ضلع سیتاپور میں آپکی پیدائش اور پرورش ہوئی اور مولانا عبدالواجد کرمانی خیرآبادی سے تحصیل علوم کیا، علوم وفنون سے فراغت کے بعد خصوصیت سے منطق وحکمت کو مرکز نظر بنایا، علوم شرعیہ سے واسطہ کم تھا۔ ہندوستان کے مشاہیر علمار میں تھے، فن منطق اور حکمت وفلسفہ میں یکتائے روزگار تھے،

ان دونوں فنون میں کوئی آپکی ہمسری نہ کرسکا۔ آپ برٹش گورنمنٹ کے ملازم تھے، دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے لیکن ملازمت کے ساتھ ہمیشہ تدریس و تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ افہام و تفہیم الیسا خداداد تھا کہ جو طالب علم ایکبار شریک درس ہوجاتا وہ دوسری طرف کا رخ نہ کرتا۔ آپ کے لڑکے فضل حق اور مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی آپکے مشہور تلامذہ میں ہیں۔ دہلی میں ایک طرف شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحب کا منقولات میں ڈنکا بج رہا تھا تو دوسری طرف معقولات میں مولانا فضل امام کا سکہ چل رہا تھا، طلبہ دونوں دریاؤں سے سیراب ہورہے تھے۔ آپنے بیسیوں معرکۃ الآراء مفید کتابیں لکھیں جو اکثر غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ مشہور منطق میں مرقات ہے جو مبتدیوں کے لئے سہل اور مفید ہے اور ہندوستان کے تقریباً تمام مدارس عربیہ میں داخل درس ہے۔ آخر میں آپکو پنشن ملنے لگی تھی۔ خیرآباد میں ۵ ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء کو وفات ہوئی۔ (تذکرہ و ظفر)

صاحب تیسیر المنطق

مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی، گنگوہ ضلع سہارنپور کے باشندہ اور حضرت مولانا خلیل احمدؒ صاحب کے خلیفہ تھے۔ ابتداء ہی سے انگریزی تعلیم میں لگ گئے گھرانہ دیندار تھا، بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ نماز ادا کرنے محلہ کی جس مسجد میں آتے اسی کے ایک حجرہ میں مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رہا کرتے تھے، آپنے نماز کا شوق ان میں دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلائی۔

بات سمجھ میں آگئی اور مولانا سے میزان پڑھنی شروع کردی، تین سال میں تعلیم پوری کرلی اور انگریزی چھوٹ گئی، فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نو روپئے ماہوار پر مدرس ہوئے، ساتھ ہی تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ قلمبند کرنے کا کام بھی آپکے سپرد کیا۔ ۱۲/شوال ۱۳۲۷ھ سے پندرہ روپئے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کیا، واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے تقریباً دو ماہ مدرسہ میں کام کیا پھر اہل کاندھلہ کے اصرار پر تھانہ بھون ہوتے ہوئے کاندھلہ آئے اور یہاں کے مدرسہ عربیہ میں اخیر تک تعلیم دیتے رہے۔ آپنے مولانا تھانویؒ کے ایمار سے تیسیر المنطق لکھی جو بندیوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیم کے لئے تیسیر المبتدی لکھی، اسی طرح اکمال الشیم شرح اتمام النعم (ترجمہ تبویب الحکم) آپکی علمی یادگار ہے۔ کاندھلہ میں ۱۵/رجب ۱۳۳۹ھ ۲۶/مارچ ۱۹۲۱ء کو وفات پائی اور عیدگاہ کے متصل مقبرہ میں دفن ہوئے۔ جس میں اکابر علمار مدفون ہیں (ظفر و تذکرہ)

فلسفہ بحر

صاحب کتاب الشفار و اشارات

کنیت ابو علی، خطاب رئیس الحکمار، نام حسین بن عبداللہ بن سینا۔ آپکے

والد بلخ کے باشندہ تھے وہاں سے منتقل ہو کر بخارا آئے اور بخارا کی مشہور بستی
خرتینا کے جاگیردار بنا دیئے گئے یہیں شیخ ابن سینا صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے
اس صدی میں بلاد فارس میں شہرۂ آفاق ہستیاں پیدا ہوئیں جیسے علامہ رازی،
فردوسی شاعر، آرٹسٹ رُودنی اور مشہور فلسفی فارابی۔ ابن سینا، علم، طب،
فلکیہ، کیمیا، شعر، فلسفہ، ہندسہ، حساب، اصول دین، فقہ اور انسانیت
سے متعلق تمام اہل علوم میں پورا عبور رکھتا تھا، حکماء مسلین میں علم و فہم کے
اعتبار سے یکتائے روزگار تھا، قوت حافظہ ایسی کہ جو کتاب دیکھتا حفظ ہو جاتی۔
۱۶ برس کی عمر میں فن طب میں بے نظیر ملکہ حاصل کر لیا۔ ارسطو، ابو قراط اور فارابی
کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ پڑھنے کے زمانہ میں پوری نیند کبھی نہیں سویا، دن میں
بھی سوائے مطالعہ کے کوئی کام نہ کرتا۔ جب کوئی مشکل مسئلہ آجاتا تو جامع
مسجد میں جاکر نماز پڑھتا اور مسئلہ کے سہل ہونے کی دعا کرتا۔ جب علوم
و حکمت میں اس کے جوہر کھلے تو بلاد ترکستان میں اس کے فہم و حکمت کی دھوم
مچ گئی۔ ساسانی حکومت کے زوال پذیر ہونے پر بخارا سے گارکانج چلا گیا
امیر گارکانج نے وظیفہ مقرر کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے یہاں بلانا چاہا مگر
شیخ نے انکار کر دیا اور جرجان جاکر وہاں کے امیر قابوس کے یہاں رہا
وہیں کتاب الاوسط لکھی پھر رے پہونچا پھر قزوین پھر ہمدان آیا اور منصب
وزارت پیش ہوا مگر انکار کر دیا اس وجہ سے قلعہ فرداجان میں قید
کر دیا گیا وہیں القانون لکھی جو بڑی معرکۃ الآراء کتاب ہے اور اسپین، اٹلی
اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں طب کی بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اسی

کتاب کا ایک حصہ قانونچہ ہندوستان کے مدارس میں داخل درس ہے، کہا جاتا ہے کہ ابن سینا نے کل ایک سو کتابیں تصنیف کیں، فلسفہ میں اشارات، شفار، نجاۃ، عیون الحکمۃ، الحکمۃ القدسیہ، الحکمۃ المشرقیہ بہت پایہ کی کتابیں ہیں۔ اسی اشارات کی شرح قطب الدین رازی نے لکھی جو درس نظامیہ میں شامل ہے۔ ابن سینا کی کتابیں اس درجہ مقبول ہوئیں کہ مختلف زبانوں میں انکا ترجمہ کیا گیا۔ ابن سینا کو آخر میں قولنج کی شکایت ہو گئی۔ جب بہت بیمار ہو گیا تو غسل کیا اور بڑی عاجزی و تضرع کے ساتھ توبہ کی پھر اپنا تمام مال فقرار پر صدقہ کیا اور اپنے تمام حقوق جو یاد تھے ادا کئے اور کثرت سے قرآن کی تلاوت شروع کی، ہر تیسرے روز قرآن ختم کرتا۔ ہمدان میں بروز جمعہ رمضان ۴۲۸ھ میں وفات پائی (تذکرہ)

صاحب کتاب المعتبر

کنیت ابوالبرکات، لقب اوحد الزماں، نام ہبۃ اللہ بن ملکا۔ بغداد کا باشندہ، زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت میں گذرا۔ اپنے دور کا ماہر طبیب، صاحب ثروت اور خوبصورت شخص تھا۔ ایک مرتبہ ابن افلع نے اس کی سخت ہجو کی کہ "ہمارا طبیب جو یہودی ہے جب بولتا ہے تو اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے، یہودیت میں ایسا سرگرداں ہے کہ اس سے ابتک نہ نکل سکا اور ایسا خسیس ہے کہ کتا بھی اس سے اچھا ہے"۔ جب یہ ہجو سنی تو اس کو بڑی غیرت آئی اور سوچا کہ جب تک اسلام قبول نہیں کروں گا مجھے نوازا نہ جائیگا۔ اس لئے مشرف باسلام ہو گیا پھر درس و تدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ میں اپنی زندگی وقف کردی

مفتاح السعادۃ میں ہے کہ "اوحد الزماں طبیب فاضل، علوم اوائل کا عالم اچھی عبارت لکھنے والا اور لطیف اشارہ کرنے والا تھا" اس کی کتاب المعتبر بہت مشہور ہے جس میں ریاضی کے علاوہ حکمت کے تمام اقسام کو بیان کیا ہے، کتاب بہت مفید ہے اور درس عالیہ میں شامل ہے۔ آخر عمر میں اس پر بڑی آفتیں آئیں، آنکھ اور کان سے معذور ہو گیا اور برص وجذام کے مرض نے حملہ کر دیا۔ ۵۶۰ھ کے بعد وفات ہوئی اور اس کی وصیت کے مطابق اس کی قبر پر یہ عبارت لکھدی گئی۔ ھٰذا قبر اوحد الزمان ابی البرکات ذی العبر صاحب المعتبر فسبحان من لا یغلبہ غالبٌ ولا ینجو من قضائہٖ متحیل ولا ھاربٌ (تذکرہ)

صاحب شرح اشارات

ابن سینا کی اشارات کی شرح امام رازی نے لکھی جن کا تذکرہ تفسیر کبیر کے تحت ص۲۲ پر گذرا۔

صاحب ہدایۃ الحکمۃ

آپ کے حالات منطق میں الساغوجی کے ضمن میں ص۱۶۰ پر گذر چکے۔

صاحب شرح حکمۃ الاشراق

لقب قطب الدین، نام محمود بن مسعود بن مصلح۔ شیراز کے باشندہ تھے وہیں ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے اس لئے شیرازی کہے جاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے جو مشہور طبیب تھے اور اپنے چچا زکی سے حاصل کی پھر نصیر الدین طوسی سے

پڑھا پھر روم گئے اور وہاں سیواس اور ملطیہ کے قاضی بنائے گئے۔ اس کے بعد تبریز آکر تاحیات مقیم رہے اور تدریس و تصنیف میں مشغول رہے، بہترین مفسر اور معقولات میں امام عصر تھے اور لطف یہ کہ گانا بجانا، موسیقی، بینڈ، شعبدہ، شطرنج وغیرہ ہر چیز کا شوق رکھتے تھے لیکن نہایت متورع اور حد درجہ محتاط بھی تھے۔ نماز باجماعت کے عادی، علماء و فقہاء کے سامنے نہایت متواضع اور جب کوئی کتاب تصنیف کرتے تو روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے آپنے بہت سی اہم اہم کتابیں تصنیف کیں۔ فلسفہ میں آپکی شرح حکمۃ الاشراق اتنی عمدہ اور مفید ہے کہ داخل درس ہے۔ تفسیر میں فتح المنان چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ طب میں شرح کلیات قانون (لابن سینا) بلاغت میں شرح مفتاح العلوم اور مختلف علوم و فنون میں آپکی قابل قدر کتابیں ہیں۔ ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ میں آپکی وفات ہوئی (تذکرہ و ظفر)
۱۳۱۱ء

صاحب شرح اشارات

آپکا تذکرہ منطق میں قطبی کے تحت ص ۱۶۱ پر گذرا۔ شرح اشارات دو ہیں ایک فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ کی، دوسری قطب الدین رازی متوفی ۷۶۶ھ کی۔

میبذی

لقب کمال الدین، نام حسین بن معین الدین۔ نسباً حسینی، یبذ کے باشندہ تھے اسلئے میبذی کہے جاتے ہیں، یبذ اصبہان کا ایک مشہور قصبہ ہے جو شہر

یزد سے قریب چار فرسخ پر واقع ہے۔ آپکے یہاں عمدہ قسم کے سوتی فرش وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ آپنے شیراز میں محقق دوانی سے تحصیل علوم کیا اور مملکت یزد میں ایک مدت تک قاضی رہے۔ صاحب معجم نے لکھا ہے کہ "آپ علمار متاخرین اور ماہر متکلمین میں بڑے عالم کثیر تصانیف والے تھے"۔ شاعری کا بھی ذوق تھا اور منطقی تخلص تھا۔ فلسفہ میں اثیر الدین ابہری کی ہدایۃ الحکمۃ کی شرح آپنے شرح ہدایۃ الحکمۃ لکھی جو میبذی کے ساتھ متعارف ہے اور داخل درس ہے، اس میں اس قدر قیل وقال ہے کہ بسا اوقات اصل موضوع ذہن سے نکل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جام گیتی نما، شرح دیوان علیؓ، شرح کافیہ، شرح طوالع، شرح شمسیہ وغیرہ آپکی عمدہ تصانیف ہیں۔ سنہ ۹۰۴ھ یا ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ ظفر)

صاحب صدرا

لقب صدر الدین، نام محمد بن ابراہیم۔ وطن شیراز، اس لئے شیرازی کہے جاتے ہیں، مادری زبان فارسی اور تصنیفی وتالیفی زبان عربی ہے۔ حکمت وفلسفہ میں اپنے دور کے علمار پر فوقیت رکھتے تھے، بہار الدین عاملی سے تحصیل علوم کیا اور طب کی بعض کتابیں محمد باقر شیرازی سے پڑھیں سنہ ۱۰۱۱ھ میں ہندوستان آئے اور حکیم علی گیلانی سے استفادہ کیا۔ جوانی ہی میں اکبر بادشاہ کا قرب حاصل ہوا، حکومت کیطرف سے زمرۂ اطبا میں داخل ہوئے۔ جہانگیر نے مسیح الزماں کا خطاب دیا۔ شاہ جہاں نے پچاس ہزار

روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ ۱۰۳۳ھ میں دوبارہ حج کیا۔ حج سے واپسی پر شاہ جہاں نے شہر سورت کا حاکم بنا دیا۔ آپکی تصانیف میں ہدایۃ الحکمۃ کی شرح صدرا بہت مشہور اور داخل درس ہے۔ اس کے علاوہ اسرار الآیات، اکسیر العارفین مفاتیح الغیب وغیرہ آپکی بہت سی تصانیف ہیں۔ کشمیر میں ۱۰۶۱ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ و ظفر)

صاحب شمس بازغہ

ملا محمود بن محمد بن محمد جونپوری، نسباً فاروقی، اتر پردیش کے تاریخی شہر جونپور کے باشندہ ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپنے اپنے دادا شاہ محمد سے اور استاذ الملک شیخ محمد فاضل عثمانی جونپوری سے تحصیل علوم کیا، سترہ برس کی عمر میں فارغ ہو کر علماء کبار اور فقہاء نامدار میں شمار ہوئے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ گیارہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں دو ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی دوسرے آپ۔ آپسے تاعمر کوئی ایسا قول صادر نہیں ہوا جس سے رجوع کرنا پڑا ہو۔ آپسے جب کوئی پوچھتا تو اگر طبیعت حاضر ہوتی تو جواب دیتے ورنہ صاف کہدیتے کہ اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں ہے دہلی میں آپ شاہ جہاں کے خاص مقربین میں تھے، آپ ہی نے شاہ جہاں کو ہندوستان میں رصدخانہ قائم کرنے پر آمادہ کیا، بادشاہ نے منظور کر لیا مگر اس موقع پر بلخ کی مہم پیش آ گئی جس سے یہ تجویز ملتوی ہو گئی۔ اسکے بعد آپ دہلی سے جونپور آ کر تدریس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے

بعد شاہ شجاع بن شاہجہاں نے آپکو بنگالہ بلالیا اور وہاں شاہ شجاع، نواب شائستہ خاں، شیخ نورالدین جعفر جونپوری اور عبدالباقی بن غوث الاسلام صدیقی وغیرہ نے آپسے مختلف کتابیں پڑھیں۔ ارض بنگالہ میں شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ فیروز پوری کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے علم طریقت حاصل کیا اور اذکار سے متعلق ایک رسالہ لکھا۔ آپکی تصانیف میں فن حکمۃ میں "الحکمۃ البالغہ" اور اس کی شرح "شمس بازغہ" کے بارے میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ علم حکمت میں اس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ اسکے علاوہ معانی و بیان میں "الفرائد شرح الفوائد" ایک رسالہ "اقسام نسواں"، "حرز الایمان" اور شاعری میں ایک دیوان آپکی علمی یادگار ہیں۔ جونپور میں ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ کو وفات پائی "فخر آفاق" مادہ تاریخ ہے۔ شہر سے باہر قبر ہے۔ آپکی موت سے آپکے استاذ شیخ محمد فاضل اتنا متأثر ہوئے کہ ہنسی چھوٹ گئی اور چالیس روز کے بعد اس غم میں رحلت کر گئے (تذکرہ وظفر)

صاحب ہدیہ سعیدیہ

مولانا فضل حق ابن فضل امام بن شیخ محمد ارشد خیر آبادی۔ نسباً فاروقی ہیں ۱۲۱۲ھ میں اپنے آبائی وطن خیر آباد ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ والد محترم مولانا فضل امام صاحب دہلی میں صدر الصدور تھے اس لئے دہلی ہی میں اپنے والد سے تمام علوم کی تحصیل کی، چار ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا حدیث شاہ عبد القادر اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھی، تیرہ برس کی عمر میں

تمام مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ وآلیہ سے فراغت حاصل کی، عالم فاضل، ادیب کامل، محدث وفقیہ، لغت وحکمت اور فلسفہ میں امام ہونے کے ساتھ شعرگوئی میں بھی کمال حاصل تھا، چار ہزار آپکے اشعار شمار کئے گئے ہیں جن میں اکثر نعت رسول ؐ اور ہجو کفار میں ہیں۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے ردشیعہ میں تحفہ اثناعشریہ لکھی تو شیعان ہند کیطرح شیعانِ ایران میں بھی ہیجان پیدا ہوا، ایران سے میر باقر داماد صاحب افق مبین کے خاندان کا متبحر عالم ومجتہد اونٹوں پر کتابیں لادکر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے آپکی خانقاہ میں وارد ہوا، شاہ صاحب نے ایک مناسب مقام پر اعزاز کے ساتھ ٹھہرایا۔ شاہ صاحب کو مہماں نوازی میں مصروف دیکھکر فضل حق صاحب نے کیفیت معلوم کی اور بعد مغرب مجتہد صاحب کے پاس جاکر مزاج پرسی کی اور علمی گفتگو شروع کردی، مجتہد نے پوچھا میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا کہ شرح اشارات، شفاء اور افق مبین وغیرہ دیکھتا ہوں، مجتہد کو بڑی حیرت ہوئی، افق مبین کی کسی عبارت کا مطلب پوچھا، آپنے اس کی مدلل تقریر کی اور صاحب افق مبین پر متعدد اعتراضات کردیئے مجتہد نے اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی تو ان کو چھٹکارا حاصل کرنا دوبھر ہوگیا، جب خوب عاجز کرلیا تو خود ہی اپنے شبہات کے جوابات ایسے انداز میں دیئے کہ مجتہد صاحب اور ان کے ہمراہی علماء انگشت بدنداں رہ گئے۔ آخر میں آپنے یہ بھی ظاہر کردیا کہ میں شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور انکا کفش بردار ہوں پھر معذرت کرکے رخصت ہوگئے۔ علماء ایران نے اندازہ کرلیا کہ جب اس خانقاہ کے طلبہ کا یہ عالم ہے تو صاحب خانقاہ کا کیا حال ہوگا؟

رات ہی میں فرار ہو گئے، صبح کو شاہ نے جب خیریت دریافت کی تو پتہ چلا کہ سارے مہمان اخیر شب میں دہلی سے روانہ ہو گئے، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب فضل حق کی کرشمہ سازی ہے، بلاکہ بہت ڈانٹا کہ مہمانوں سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا! وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے تھے ہم خونبٹ لیتے۔ مولانا فضل حق صاحب نے پچاس برس تک مسلسل ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۶ء تک درس دیا۔ عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور دوسرے دور دراز ملکوں کے طلبہ شریک درس ہوتے، آپ تیرہ برس کے اور تلامذہ کتنے صاحب ریش و معمر ہوتے۔ تدریس کیساتھ ہمیشہ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔ اٹھائیس برس کی عمر میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو دہلی میں سرکاری ملازمت اختیار کی پھر اس سے سبکدوش ہو گئے اور جھجر، پھر الور پھر سہارنپور پھر رامپور پھر لکھنؤ میں بڑے اعزاز کیساتھ تدریسی کام کیا، لکھنؤ میں صدر الصدور رہے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں حصہ لیا جس کے جرم میں انگریزوں نے جزیرہ انڈمان میں قید کر دیا اور وہیں ۱۲ / صفر ۱۲۷۸ھ میں انتقال ہوا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ہدیہ سعیدیہ درس نظامی میں داخل ہے اس کے علاوہ الجنس العالی شرح جواہر العالی، الثورۃ الہندیہ، حاشیہ افق مبین، حاشیہ تلخیص الشفاء، حاشیہ قاضی مبارک، قصائد فتنۃ الہند وغیرہ آپکی علمی یادگاریں ہیں۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب شرح ہدایۃ الحکمۃ

نام عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیرآبادی، لقب شمس العلماء، دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے، سولہ برس کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے پھر اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور جاکر چند سال رہے، وہاں سے الور گئے اور وہاں عمائدین ریاست میں داخل ہوگئے، وہیں کے قیام میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی شروع ہوگئی تو دہلی چلے آئے اور جب آپکے والد محترم مولانا فضل حق صاحب کالے پانی بھیجے گئے تو آپ اپنے وطن خیرآباد چلے گئے پھر ریاست ٹونک جاکر دو سال رہے، وہاں سے کلکتہ جاکر مدرسہ عالیہ میں ملازم ہوگئے پھر کلکتہ سے رام پور آئے یہاں نواب سید کلب علی خاں نے ایسی عزت کی کہ آخر تک رام پور ہی رہ گئے، نواب کے یہاں حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ رام پور کے افسر رہے۔ صبح کو آپکے یہاں ملنے والوں کا ہجوم رہتا، دوستوں سے باتیں کرتے، طلبہ کے اسباق بھی چلتے اور تصنیف کا کام بھی جاری رہتا۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی یکتا تھے، ایثار مال، غرباء پروری اور جوش اسلامی میں نمایاں حیثیت تھی، انگریزی لباس اور طرز سے بے حد نفرت تھی، بزرگان دین کے حالات پر اکثر روتے، شاہ جی اللہ بخش سے بیعت تھے۔ برٹش گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ رام پور کے قیام میں امراض جگر کی شکایت ہوگئی اس لئے وطن چلے آئے یہیں ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ کو وفات پائی، اور مخدوم شیخ سعدؒ کے مزار میں مدفون ہوئے، مصر جب خبر وفات پہونچی

تو جامع ازہر میں ایک ہفتہ کی تعطیل کردی گئی۔ آپکی تصنیفات میں شرح ہدایۃ الحکمۃ" داخل درس ہے اس کے علاوہ حاشیہ قاضی مبارک، حاشیہ جدید بر غلام یحییٰ، شرح سلاسل الکلام، جواہر غالیہ، شرح مسلم الثبوت، تسہیل الکافیہ، شرح میر زاہد امور عامہ، حاشیہ حمد اللہ وغیرہ آپکی علمی یادگار ہیں۔ (تذکرہ)

ہیئت

صاحب ملخص چغمینی

کنیت ابو علی، لقب شرف الدین، نام محمود بن محمد بن عمر چغمینی، خوارزم کے ایک قریہ چغمین کے باشندہ تھے اس لئے چغمینی اور خوارزمی کہے جاتے ہیں۔ آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم اور فن طب میں بڑے ماہر تھے۔ ہیئت بسیطہ میں آپکی کتاب "ملخص" جو چغمینی سے مشہور ہے بہت مقبول ہے، اسی کی شرح قاضی زادہ رومی نے شرح چغمینی کے نام سے لکھی جو داخل درس ہے، فن طب میں "قانونچہ" جو ابن سینا کی "القانون" سے اخذ کرکے تالیف کی یہ بھی شامل نصاب ہے، آپکی تصنیفات میں قوۃ الکواکب وضعفہا، شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا اور حساب میں ایک رسالہ ہے۔ آپ کی ملخص چغمینی کا ترجمہ جرمنی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ نے ۶۱۸ھ ۱۲۲۱ء میں وفات پائی (تذکرہ وظفر)

صاحب شرح چغمینی

لقب صلاح الدین، نام موسیٰ پاشا بن محمد بن محمود، قاضی زادہ رومی سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد عالم و فاضل اور قاضی تھے لیکن جوانی میں انتقال کر گئے اور دادا اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور ۷۵۷ھ سے بروسا کے قاضی تھے اور قاضی زادہ رومی بھی علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر اور پاکیزہ طبیعت تھے۔ ابتداءً اپنے والد سے تعلیم پائی پھر خضر بیگ سے پڑھا پھر اپنے وطن روم سے باہر خراسان اور ماوراء النہر کے مشائخ سے تکمیل کی اور سمرقند کے ایک بڑے مدرسہ میں رئیس المدرسین ہوئے، شاہ سمرقند امیر اعظم الغ بیگ بھی آپکے شاگردوں میں ہے بعد میں آپ منصب قضاء پر فائز ہوئے پھر کچھ دنوں کے بعد مستعفی ہو گئے پھر سلطان بایزید خاں بن محمد خاں نے شہر بروسا کا قاضی مقرر کیا تو اسی منصب پر قائم رہے اور ہمیشہ علمی کاموں میں لگے رہے، علم ریاضی میں اتنے ماہر تھے کہ اپنے ہم عصروں بلکہ متقدمین ریاضیوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ عربی ریاضیات میں ۸۱۴ھ میں شرح چغمینی تصنیف کی جو داخل درس ہے اسکے علاوہ حاشیہ التحریر، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ اور شرح اشکال التاسیس آپکی مشہور تصانیف ہیں۔ ۳ رمضان ۸۹۹ھ میں آپکی وفات ہوئی (تذکرہ ظفر)

صاحب تشریح الافلاک

لقب بہاء الدین، نام محمد بن حسین بن عبد الصمد عاملی، حارث ہمدانی کیطرف نسبت

کر کے حارثی کہے جاتے ہیں، شہر بعلبک میں ۹۵۳ھ میں پیدا ہوئے، آپکے آباد واجداد صاحب کرامات بزرگوں میں سے تھے اور ہمیشہ جبل عامل میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ بہاء الدین عاملی نے ابتداءً اپنے والد سے تعلیم پائی پھر وطن سے باہر جاکر وقت کے اکابر علماء سے تحصیل علوم کر کے زبردست عالم ہوئے۔ بقول صاحب معجم آپ علماء کبار کے مرجع اور علماء اسلام کے سردار تھے، مذہب ملت کی ریاست آپ پر ختم تھی آپ ہی سے ٹھوس دلائل و براہین کا رواج ہوا۔ آپنے کئی بار حج کیا، نجف، مصر، مکہ، قدس، حلب، اصفہان، سرندیپ وغیرہ مختلف ممالک کی تیس برس تک سیاحت کی، چار سال مکہ میں اور دو سال مصر میں رہے۔ اصفہان میں شاہ عباس اول نے "مشیخۃ العلماء" کے منصب پر فائز کیا، بعد میں دنیوی مناصب ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دیا۔ ایک عرصہ تک تدریس کا مشغلہ رہا آپ سے بہت سے تشنگان علوم سیراب ہوئے، آپ اچھے شاعر بھی تھے بہائی تخلص تھا۔ آپکے حالات میں مذکور ہے کہ جو راسی کتابیں آپنے تصنیف کیں جن میں سے فن ہیئت میں تشریح الافلاک اور فن حساب میں خلاصۃ الحساب مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں۔ آپکی وفات ۱۲ر شوال سنہ ۱۰۳۰ھ کو اصفہان میں ہوئی، "وائے شیخ بہاء الدین" مادۂ تاریخ ہے

(تذکرہ وظفر)

صاحب تصریح

امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی، فن ہیئت کے زبردست عالم تھے، اپنے والد محترم سے تعلیم حاصل کی۔ صاحب نزہہ لکھتے ہیں کہ آپ

ن ریاضی کے ماہر علمار میں تھے اور اس فن میں بے نظیر تھے، بلکہ ریاضی کے
ب سے مشہور ہو گئے تھے۔ شیخ بہار الدین عاملی کی تشریح الافلاک کی شرح
ریح" کے نام سے ۱۱۰۳ھ میں آپ نے برجستہ لکھی ہے، اس کے علاوہ شرح چغمینی
یک عمدہ حاشیہ لکھا۔ فارسی کے بہت عمدہ شاعر بھی تھے۔ ۱۱۴۵ھ میں
کی وفات ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

اصطرلاب

صاحب بست باب

کنیت ابو جعفر، لقب نصیر الدین، نام محمد بن محمد بن حسن، ۱۱ جمادی الاولیٰ
۵۹۷ھ میں طوس میں پیدا ہوا اس لئے طوسی کہا جاتا ہے، معین الدین سالم
معتزلی رافضی اور کمال الدین بن یونس موصلی وغیرہ سے تحصیل علوم کیا، فراغت
کے بعد شاہ ہلاکو کا بہت مقرب وزیر ہوا، ہلاکو ہر کام میں اس سے مشورہ
لیتا تھا، طوسی نہایت خوبصورت، بلند اخلاق، پاکیزہ صفات اور کریم، حلیم الطبع
شخص تھا، عقیدۃً غالی شیعہ تھا، علم ریاضی، علم ارصاد، علم مجسطی اور
حکمت و فلسفہ کا بہت ماہر تھا۔ طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں کہ اپنے
زمانہ میں حکمار مدققین کا سردار و پیشوا تھا اور متقدمین و متاخرین کے علوم
پر گہری نظر رکھتا تھا۔ مسائل کی تدقیق و تحقیق اور مشکل مقامات کے
حل کرنے میں کمال رکھتا تھا، انشار پردازی میں ایسا اسلوب پیدا

کیا جس سے متقدمین عاری تھے۔ ۶۵۷ھ میں شہر مراغہ میں ایک عظیم ترین رصد گاہ بنائی اور ایک بہت بڑا قبہ تعمیر کرایا۔ جس وقت بغداد، شام اور جزیرہ وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور وہاں کی کتابیں لوٹی گئیں اس میں طوسی کو چار لاکھ کتابیں ہاتھ آئیں وہ اسی قبہ میں جمع کیں۔ اس نے بیسیوں کتابیں تصنیف کیں جن میں بست باب فی معرفۃ اسطرلاب اور تحریر اقلیدس داخل درس ہیں ان کے علاوہ شرح کتاب المجسطی، شرح اشارات، تجرید الکلام وغیرہ نہایت ٹھوس کتابیں ہیں۔ بعمر ۷۵ برس بغداد میں ۱۸ ذوالحجہ ۶۷۲ھ میں طوسی نے وفات پائی اور مشہد کاظم میں مدفون ہوا۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب بست باب

عبد العلی بن محمد بن حسین، برجند کے باشندہ ہونے کی وجہ سے برجندی مشہور ہوئے، اپنے وقت کے زبردست حنفی المسلک عالم، تمام علوم میں دسترس رکھنے والے اور علوم ریاضیہ میں بڑے ماہر تھے۔ فن اصطرلاب میں بست باب تصنیف کیا جو علامہ طوسی کے رسالہ کی شرح ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے، یہ فن بہت مفید ہے اس سے آفتاب کی بلندی اس کے طلوع ہونیکی کیفیت، ستاروں کے نکلنے کی حالت، نماز کے اوقات کا علم، قبلہ کی سمت اور اشیاء کا طول وعرض وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ بست باب کے علاوہ ۹۳۱ھ میں شرح مجسطی لکھی نیز حاشیہ شرح چغمینی، شرح رسالہ عضدیہ اور نقایہ مختصر الوقایہ کی شرح لکھیں۔ دسویں صدی ہجری کے علماء میں آپ تھے۔ (تذکرہ)

حساب

صاحب سبع شداد

لطف اللہ بن حسن توقانی رومی، مولیٰ لطفی سے مشہور، روم کے باشندہ
بڑے جید عالم وفاضل تھے۔ علوم دینیہ سنان پاشا سے اور علوم ریاضی علامہ
قوشجی سے حاصل کیا۔ بلاد روم میں بزمانۂ سلطان بایزید خاں بمقام بروسا
مرادخاں کے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر شہر درنہ میں مدرسہ
دار الحدیث میں مدرس ہوئے۔ ابن کمال پاشا رومی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔
آپکے علمی فضل وکمال کے سبب ہمعصروں نے حسد سے آپ پر ملحد و زندیق
کا فتویٰ لگایا اور مولیٰ خطیب زادہ نے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا چنانچہ دشمنوں
نے ۹۰۰ھ میں آپکو قتل کردیا۔ آپکی تصنیفات میں رسالہ سبع شداد جس میں
سید شریف جرجانی پر سات سوالات ہیں یہ فن ریاضی کی بہت عمدہ کتاب ہے،
داخل درس ہے، علاوہ ازیں سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور
شرح مفتاح پر آپنے حواشی لکھے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب خلاصۃ الحساب

آپکا تذکرہ ہیئت میں تشریح الافلاک کے تحت صفحہ ۱۸۵ پر گذر چکا۔

ہندسہ

صاحب تحریر اقلیدس

اس کے احوال اصطرلاب میں بست باب کے ضمن میں صفحہ ۱۸۷ پر تحریر ہو۔

مناظرہ

صاحب شریفیہ

یہ رسالہ آداب بحث و فن مناظرہ میں سید شریف جرجانی کا ہے صفحہ ۹۴ پر انکا تذ

صاحب رشیدیہ

لقب شمس الدین، نام محمد عبد الرشید بن مصطفیٰ ابن عبد الحمید، ن
عثمانی ہیں، ۱۰ ذوالقعدہ سنہ ۱۰۰۰ھ میں مقام بروہ میں پیدا ہوئے جو
جونپور میں سے ایک گاؤں ہے۔ جونپور میں علماء و اکابر وقت سے تحصیل
کیا اور مفتی نور الحق بن عبد الحق بخاری دہلوی سے مشکوٰۃ و بخاری شری
وغیرہ پڑھکر سند حاصل کی۔ بچپن میں ہی اپنے والد شیخ محمد مصطف
کے ہاتھ پر بیعت کی اور شیخ طیب بن معین بنارسی کی خدمت میں ر
طریقہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ میں داخل ہوکر سنہ ۱۰۴۰ھ میں خرقہ خلاف
حاصل کیا، ان کے علاوہ شیخ عبد القدوس جونپوری وغیرہ سے بھی آ

اجازت حاصل ہے۔ فراغت کے بعد عرصۂ دراز تک درس وافادہ میں مشغول رہے پھر اس کو ترک کر کے کتب حقائق ومعارف کے مطالعہ میں لگ گئے، شیخ محی الدین بن العربی کی کتابوں سے زیادہ دل چسپی رہی۔ شاہ جہاں نے آپکے علم وفضل کا چرچا سنکر اپنے یہاں طلب کیا لیکن آپنے انکار کر دیا اور گوشۂ عزلت ہی کو اختیار کیا۔ آپ بڑے خاموش طبع وقت کے مشہور علماء اور اکابر مشائخ میں تھے، متعدد کتابیں تصنیف کیں، مناظرہ رشیدیہ آپکی بہت مقبول کتاب ہے، جو مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے، اس کے علاوہ زاد السالکین، مقصود الطالبین، خلاصۃ النحو، شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح اسرار المخلوقات، دیوان اشعار وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ جمعہ ۹ رمضان ۱۰۸۳ھ کو عین نماز فجر میں آپکی وفات ہوئی۔

(تذکرہ وظفر)

عروض

صاحبُ الکافی

ابو العباس شہاب الدین احمد بن عباد بن شعیب الشافعی القنائی ثم القاہری، خواص سے مشہور تھے اور مسلکاً شافعی تھے یہ عروض وقوافی میں آپکی کتاب "الکافی" مولوی کے کورس میں داخل ہے، آپکی تالیفات میں نیل المقصد الامجد فیمن اسمہ احمد بھی مذکور ہے۔ ۸۵۸ھ میں آپکی وفات ہوئی

(ظفر)

صاحبؒ محیط الدائرہ

ڈاکٹر کرنیلیوس، فندیک الامیریکانی الیسوعی، لندنی الاصل ہیں، اعمال نیویارک کی بستی کندرہوگ میں ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے، علم طب، صیدلہ، ریاضیات، لغات قدیمہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی اور دیار سوریہ کے طبیب منتخب ہوئے پھر بیروت جاکر عربیت میں مہارت تامہ پیدا کی، بطرس بستانی کی معیت میں عبیہ لبنان میں ایک مدرسہ قائم کیا، بیروت کے کلیہ امریکیہ میں تعلیم کے متولی بھی رہے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں محیط الدائرہ فی علمی العروض والقافیہ عالم کے نصاب میں داخل ہے اس کے علاوہ اصول علم الہیئۃ، الروضۃ الزہریہ فی اصول الجبریہ، المرأۃ وغیرہ آپ کی قابل ذکر تصانیف میں ہیں۔ بیروت میں ۱۳۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی (ظفر)

طب

صاحب کامل الصناعہ

علاءالدین علی بن عباس الاہوازی المجوسی مشہور طبیب ہے، اس نے ابوماہر موسیٰ بن سیار وغیرہ سے پڑھا اور شاہ عضد الدولہ فناخسرو ابن رکن الدولہ علی حسن بن بویہ دیلمی کیلئے ادویہ مفردہ کے ذریعہ مداواۃ امراض میں ایک کتاب لکھی، علم طب میں اس کی کتاب کامل الصناعۃ الطبیہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

اس کی وفات ۳۸۴ھ میں ہوئی۔ (ظفر)

صاحب قانون

آپکا تذکرہ فلسفہ میں کتاب اشارات کے تحت ص۱۲۳ پر گذر چکا۔

صاحب قانونچہ

آپکے حالات ہیئت میں ملخص چغمینی کے ضمن میں ص۱۴۴ پر گذر چکے۔

صاحب موجز القانون

نام علی بن ابی حزم قرشی، علاء الدین بن النفیس سے مشہور ہیں، مصر کے باشندہ مسلکاً شافعی، ۶۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مہذب الدین دخوار سے علم طب حاصل کیا اور اس فن کے ایسے زبردست امام ہوئے کہ بقول طاش کبری زادہ فن طب میں آپکے زمانہ میں روئے زمین پر آپ جیسا کوئی نہ تھا بلکہ ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ علاج میں آپکا مقام شیخ بو علی سینا سے بھی آگے تھا، طبیب حاذق ہونیکے ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے۔ آپنے اصول فقہ، منطق اور طب میں متعدد کتابیں لکھیں، "الشامل" طب میں اسی جلدوں میں لکھی جو نامکمل رہ گئی اگر اسے پوری کرتے تو تین سو جلدوں میں ہوجاتی آپکی سب سے اچھی تصنیف طب میں "الموجز" ہے جو مدارس عربیہ میں داخل درس ہے بعمر اسی سال ۱۱ ذوالقعدہ ۶۸۷ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ ظفر)

صاحب شرح الموجز

لقب جمال الدین، نام محمد بن محمد بن محمد بن فخر الدین اقسرائی۔ بلاد روم میں مقام اقسرائی کے باشندہ تھے۔ اَق سرائی کا معنیٰ قصر ابیض (سفید محل) ہے۔ آپ امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کے پر پوتے تھے۔ تفسیر، طب، لغت اور ادب کے بہت اچھے عالم، بلاد قرامان میں "مدرسۃ السلسلہ" میں مدرس تھے اس مدرسہ میں وہی شخص مدرس رکھا جاتا تھا جس کو علامہ جوہری کی کتاب "الصحاح" زبانی یاد ہوتی تھی۔ آپنے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں شرح موجز القانون ایسی بہترین شرح ہے کہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے شامل نصاب ہے، علاوہ ازیں حاشیہ تفسیر کشاف اور شرح "الایضاح" معانی وبیان میں لکھی۔ ۷۷۵ھ ۱۳۷۳ء میں وفات پائی (تذکرہ)

صاحب شرح اسباب و نفیسی

لقب برہان الدین، نام نفیس بن عوض بن حکیم کرمانی، فن طب کے بہترین عالم اور سمرقند میں سلطان الغ بیگ کے خاص طبیب تھے، آپنے شیخ نجیب الدین محمد بن علی سمرقندی کی کتاب "الاسباب والعلامات" کی بہترین اور محققانہ شرح لکھی۔ کتاب الاسباب طب میں نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں تمام امراض جزئیہ اور ہر مرض کی علت اور اس کا سبب بیان کیا گیا ہے پھر ہر مرض کا علاج بھی اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ آپکی شرح کے بعد اس کتاب کو غیر معمولی شہرت

حاصل ہوئی ۔ یہ شرح سمرقند میں صفر ۸۲۷ھ میں لکھکر آپ نے سلطان الغ بیگ کی خدمت میں پیش کی ۔ اس کے علاوہ ابن النفیس کی کتاب موجز القانون کی بھی نہایت معتبر اور عمدہ شرح لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور و معروف ہے، اس کی تالیف بھی سمرقند میں ذوالحجہ ۸۴۱ھ میں مکمل کی ۔ یہ دونوں کتابیں مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں ۔ ان کے علاوہ بھی آپکی تصانیف ہیں ۔ آپکی وفات ۸۴۱ھ / ۱۴۳۸ء کے بعد ہوئی ۔ (تذکرہ وظفر)

تاریخ

صاحب سیرۃ ابن ہشام

کنیت ابو محمد، نام عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری، مصر کے باشندہ تھے، آبائی وطن بصرہ تھا ۔ اخبار و انساب، نحو و لغت اور عربیت وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بقول علامہ سیوطیؒ آپ لغت، نحو اور عربیت میں امام، ماہر ادیب اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے ۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں لیکن "سیرت ابن ہشام" کی وجہ سے علمی حلقوں میں زیادہ مشہور ہوئے اس میں آپ نے ابن اسحٰق کی سیرت کو مہذب و ملخص کیا ہے اس لئے آپکی طرف منسوب ہو کے "سیرت ابن ہشام" بولی جاتی ہے ورنہ کتاب کا اصل نام "السیرۃ النبویۃ" ہے، کتاب ایسی مشہور و متداول ہے کہ مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے ۔ آپ نے حمیر اور ملوک حمیر کے انسا

میں ایک کتاب لکھی اور اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح کی۔ آپکی وفات مصر میں ۱۳ ربیع الآخر سنہ ۱۲۱۳ھ یا ۱۲۱۸ھ کو ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب الملل والنحل

کنیت ابو الفتح، نام محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد، شہرستان میں سنہ ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے جو خراسان کا ایک شہر ہے اس لئے شہرستانی کہے جاتے ہیں، آپنے احمد خوافی و ابو نصر قشیری وغیرہ سے فقہ، ابو القاسم انصاری سے علم کلام اور علی بن احمد مدینی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، اور حافظ ابو سعید عبد الکریم سمعانی نے آپسے حدیث کی کتابت کی۔ آپ اشعری مذہب کے بلند پایہ متکلم، علوم وفنون میں امام وقت، بڑے قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔ بغداد میں تین سال لوگوں کی رشد و ہدایت کا کام کیا اور عوام میں بہت مقبول رہے۔ آپنے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن "الملل والنحل" زیادہ مشہور ہوئی اور بعض مدارس میں داخل درس ہے اس میں مختلف مذاہب و عقائد محققانہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں، کتاب اپنے موضوع پر بے نظیر اور لائق مطالعہ ہے۔ شہرستان میں شعبان سنہ ۵۴۸ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب مقدمہ (ابن خلدون)

کنیت ابو زید، لقب ولی الدین، نام عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی المالکی صاحب علم وریاست خاندان میں شہر تونس میں یکم رمضان سنہ ۷۳۲ھ، ۲۷ مئی

سنہ ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوئے، آپ حضرمی الاصل ہیں، سلسلۂ نسب صحابی رسول حضرت وائل بن حجرؓ سے ملتا ہے۔ آپکے اجداد میں خالد بن عثمان یمنی لشکر کے ہمراہ اپنے وطن سے نکل کر اندلس جا بسے، اہل مغاربہ نے اپنی عادت کے مطابق خالد کو خلدون سے بدل ڈالا، اس نسبت سے آپ ابن خلدون سے اور آپکا خاندان بنو خلدون سے مشہور ہوا۔ آپکے پردادا اور دادا منصب وزارت پر فائز تھے لیکن آپکے والد نے علم وادب کو اپنا مرکز توجہ بنایا اور ادب و شعر میں لوگوں پر سبقت لے گئے اور استاد کی حیثیت حاصل کی، والد محترم صاحب علم تھے اس لئے لڑکے کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی پہلے خود پڑھایا پھر تونس کے قابل اساتذہ کے درس میں بٹھایا، ابن خلدون تحصیل علم میں مسلسل کوشاں رہے۔ حفظ قرآن کرکے قرات عشرہ کی مشق کی، علوم نحو، فقہ، حدیث گہرے مطالعہ سے پڑھے، کتب ادب و دواوین کا مطالعہ کیا بہت سے اشعار ازبر کئے پھر علوم عقلیہ کی تکمیل کی۔ کتب احادیث کی تکمیل امام المحدثین والنحاۃ شیخ عبدالمہیمنؒ سے کی اور شیخ محمد بن ابراہیم آبلی کے زیر تعلیم آٹھ برس تک علوم ریاضیہ، منطق اور فنون حکمیہ میں مہارت حاصل کی۔ ابھی سترہ برس کے تھے کہ تونس میں شدید طاعون پھیل گیا جس سے گھر کا گھر صاف ہوگیا، آپکے خاندان کے سبھی افراد مرگئے صرف آپکے دو بھائی زندہ رہ گئے اس لئے آپنے وطن سے رحلت کا سامان باندھا، شاہ تیونس سلطان ابو اسحاق نے ۱۳۵۲ء میں سرکاری خطوط لکھنے کے لئے اپنے یہاں بلایا وہاں سے سلطان ابو عنان مرینی کے یہاں پھر سلطان ابو سالم کے یہاں رہے پھر اشبیلیہ میں ملک قشتالہ کے یہاں

سفیر ہوئے پھر امیر بجایہ کے یہاں دربانی کی۔ آپکی زندگی کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گذرا۔ بیس برس کی عمر میں وطن سے نکلے، چھبیس۲۶ برس کے بعد چار برس کے لئے پھر وطن آئے پھر مصر گئے اور آخر تک وہیں رہے گویا ۲۴ برس تیونس میں، ۲۶ برس مغرب اوسط و اقصیٰ و اندلس میں اور ۲۴ برس مصر و شام اور حجاز میں گذارے غرض قلب جزیرۂ عرب اور عراق چھوڑ کر پورے عرب پر چکر لگاتے رہے۔ ایک بار حج کیلئے اور ایکبار مقامات مقدسہ کی زیارت کیواسطے سفر کیا۔ ایک عرصہ تک تدریسی خدمات بھی انجام دیں، قاہرہ پہونچکر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیتے رہے پھر رئیس برقوق نے جامعہ عمرو کے متصل مدرسہ قمحیۃ میں مدرس رکھا اور مالکی مسلک کا عہدۂ قضا بھی سپرد کیا، اس کے بعد مدرسہ ظاہریہ وغیرہ سے منسلک رہے پھر خانقاہ بیبرسیہ کی مشیخت سنبھالی۔ آپ عرصۂ دراز تک مختلف مصائب و آلام سے دوچار رہے مگر کلیۃً تعلیم و تدریس سے کنارہ کش نہیں رہے۔ بیالیس برس کی عمر میں ۱۳۷۴ء ۷۷۶ھ میں قلعہ ابن سلامہ میں قیام کیا جو اولاد عریف کے شیوخ کا مسکن تھا یہاں آپکو قلبی سکون ملا تو چار برس مقیم رہ کر اپنی تاریخ "کتاب العبر و دیوان المبتداء و الخبر فی ایام العرب و العجم و البربر و من عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر"۔ اور اس کے مقدمہ کی تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور جو کچھ لکھا اپنے حافظہ سے لکھا لیکن عرب اور بربر کی تاریخ کے لئے کتابوں کی مراجعت ضروری سمجھا جس کے لئے سلطان ابو العباس سے اجازت لیکر تیونس گئے، سلطان نے پوری سہولتیں بہم پہونچائیں۔

ابن خلدون اپنی اس عظیم الشان اور مشہور تصنیف سے تیونس ہی میں فارغ ہوئے پھر قیام مصر کے زمانہ میں اپنی تاریخ اور مقدمہ پر نظر ثانی کی جس میں کچھ ترمیم واضافہ کیا۔ "مقدمہ" میں فضیلت تاریخ، تاریخ مذاہب کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید وتبصرہ، نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا کہ ایسا متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ اس مقدمہ پر فلاسفہ اور علماء مغرب نے خراج تحسین پیش کیا اور اعتراف کیا کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی، اقتصادی، سماجی وسیاسی علوم، نیز فلسفہ تاریخ اور عام قانون بنائے اور انکی بنیاد رکھی، علماء مشرق نے بھی آپکے علمی کمال کا لوہا مانا اور اس مقدمہ کا ترجمہ کیا۔ یہ مقدمہ بعض مدارس میں داخل درس ہے۔ آپکی وفات بعمر ۷۵ برس ۲۶ رمضان ۸۰۸ھ ۱۶ مارچ ۱۴۰۶ء میں ہوئی اور قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرہ صوفیہ میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب تاریخ الخلفاء

آپ کا تذکرہ تفسیر جلالین نصف اول کے تحت ص۲۵ پر گذر چکا۔

صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی بن حبیب زیدان ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء میں بیروت میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما اور تعلیم پائی، فراغت کے بعد مصر جاکر مجلہ "الہلال" نکالا جو بیس برس تک انکی ادارت میں نکلتا رہا، آپ مشہور فلسفی، لغوی، صحافی، ناول نگار

اور بڑے تاریخداں تھے۔ تاریخ، ادب، لغت و اجتماعیت کے موضوع پر آپکی متعدد بیش بہا تصانیف ہیں جن میں تمدن اسلام پر تاریخ التمدن الاسلامی بہت عمدہ کتاب ہے اور مدارس میں شامل نصاب ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ مصر الحدیث (۲ جلد) تاریخ العرب قبل الاسلام، تاریخ الماسونیۃ العالم، تراجم مشاہیر الشرق (۲ جلد) تاریخ اللغۃ العربیۃ (۴ جلد) الفلسفۃ اللغویۃ، علم الفراسۃ الحدیث، طبقات الامم، مختصر تاریخ الیونان والرومان، مختصر جغرافیہ مصر، علوم العرب وغیرہ آپکی مفید تصانیف ہیں۔ آپکی وفات ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں ہوئی (تذکرہ وظفر)

صاحب دروس التاریخ الاسلامی

محی الدین بن احمد بن ابراہیم خیاط، لبنان کے اندر مقام صیدا میں رجب ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے، بیروت میں نشو و نما پائی اور جمعیۃ المقاصد الخیریہ میں تعلیم حاصل کی، یوسف اسیر اور ابراہیم احدب وغیرہ سے اخذ علوم کیا اور صیدا کے بعض مدارس میں معلم ہو گئے۔ آپ بہترین ادیب و شاعر اور بلند پایہ مورخ تھے۔ جریدۂ اقبال و جریدۂ بیروت وغیرہ میں آپکے مضامین شائع ہوتے رہے جنھیں جمع کیا جائے تو کئی کتاب تیار ہو جائیں۔ مبتدیوں کیلئے دروس التاریخ الاسلامی ۵ اجزاء میں بہت عمدہ کتاب لکھی جو داخل درس ہے اس کے علاوہ دروس القراءۃ، دروس الصرف والنحو، دروس الفقہ تفسیر الغریب من دیوان ابی تمام اور شرح نہج البلاغۃ للشیخ محمد عبدہ پر

تعلیق لکھی، آپ کے اشعار بہت جاذب ہیں مگر ابھی دیوان کی شکل میں مرتب نہیں ہوئے۔ بیروت میں ۱۳ رجمادی الاولی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔

(تذکرہ وظفر)

صاحب المحاضرات و تاریخ التشریع الاسلامی

نام محمد بن عفیفی، شیخ خضری سے مشہور، نواح قاہرہ میں مقام زیتون کے باشندہ تھے ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنائے گئے پھر مدرسۃ القضاۃ الشرعی قاہرہ میں بارہ برس مدرس رہے اس کے بعد جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے پھر مدرسۃ القضاۃ الشرعی کے وکیل بنے پھر وزارۃ المعارف کے محافظ و نگراں ہو گئے۔ آپ بہترین عالم شرع، ادب و تاریخ اسلامی میں ماہر اور زبان آور خطیب تھے، بہت سی مفید کتابیں بھی لکھیں جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ (۲ حصہ) نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں اسلامی تاریخ کے ساتھ علل پر بھی بحث کی ہے۔ دوسری کتاب تاریخ التشریع الاسلامی ہے یہ دونوں مدارس میں داخل درس ہیں، ان کے علاوہ اصول الفقہ، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین، تہذیب الاغانی (۷ جلد) اور دروس تاریخیہ وغیرہ آپکی تالیفات ہیں آپ نے ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔ (تذکرہ وظفر)

صاحب دول العرب

محمد طلعت پاشا بن حسن بن محمد حرب، قاہرہ میں ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے،

مصر میں اقتصادیات کے لیڈر رہے، قاہرہ میں ۱۸۸۹ء میں لا کی ڈگری حاصل کی پھر مترجم ہوئے اس کے بعد کمپنیوں کے منتظم ہو گئے، ۱۹۰۹ء میں مالی تعاون کی کمپنی قائم کی۔ ایک رسالہ سے آپ کی شہرت زیادہ ہوئی جس میں قنال السویس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ ۱۹۱۰ء میں آپنے اٹھایا، اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنیکی اسکیم چلائی جو شدید مخالفتوں کے بعد کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہو گیا پھر اس کی بہت سی شاخیں قائم کیں، یہ سب آپکی کوشش و فکر سے ہوا آپ بہترین صاحب قلم و صاحب زبان بھی تھے، بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے جن میں "تاریخ دول العرب والاسلام" بہت مشہور اور بعض مدارس میں شامل نصاب ہے، اس کے علاوہ البراہین البینات علی تعلیم البنات، علاج مصر اقتصادی، کلمۃ الحق علی الاسلام، فصل الخطاب فی المراۃ والحجاب، خطب طلعت الحرب (۳ جلد) مکتبہ مصر الجدیدہ تصنیف کیں۔ قاہرہ میں ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں وفات پائی (تذکرہ وظفر)

تصوف

صاحب رسالہ قشیریہ

کنیت ابو القاسم، لقب زین الاسلام، نام عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ قشیری، قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے اس لئے قشیری اور نیشاپور میں قیام کیوجہ سے نیشاپوری کہے جاتے ہیں۔ ۳۷۶ھ/۹۸۶ء میں

پیدا ہوئے، اپنے دور میں علم و تقویٰ کے لحاظ سے خراسان کے شیخ کہلاتے تھے۔ آپکی تصنیفات میں "الرسالۃ القشیریہ" فن تصوف کا بے نظیر اور مقبول رسالہ ہے جو بعض مدارس میں شامل نصاب ہے اس کے علاوہ التیسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات آپکی تصانیف میں ہیں۔ ۴۶۵ھ ۱۰۷۲ء میں آپ کی وفات ہوئی (تذکرہ و ظفر)

صاحب تمہید

شیخ محمد بن عبد السعید بن شعیب کیشی، ابو شکور سالمی سے معروف ہیں، شیخ ابو بکر محمد بن حمزہ خطیب سمرقندی کے شاگرد تھے، سنہ ۵۶۰ھ کے بعد آپکی وفات ہوئی۔ (تذکرہ)

صاحب تعلیم المتعلم

شیخ برہان الدین، زرنوجی، زرنوج کے باشندہ ہونیکی وجہ سے زرنوجی کہے جاتے ہیں، چھٹی صدی ہجری کے علماء میں صاحب ہدایہ کے شاگرد ہیں نیز شیخ سدید الدین شیرازی، فخر الاسلام قاضی خاں، شیخ رضی الدین نیشاپوری، شیخ فخر الدین کاشانی وغیرہ سے بھی تلمذ حاصل ہے۔ آپ فقیہ وقت ہونیکے ساتھ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ آپکی کتاب "تعلیم المتعلم" مختصر ہونیکے باوجود بہت نفع بخش ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ کتاب عمدہ اور مفید ہے، چند

فصلوں پر مشتمل کم ضخامت والی زیادہ نفع والی"۔ ابن اسمٰعیل نے ۹۹۶ھ
میں اس کی شرح کی ہے اور شیخ عبدالمجید نے ارشاد الطالبین فی تعلیم
المتعلمین کے نام سے ترکی زبان میں اس کا ترجمہ کیا (تذکرہ وظفر)

صاحب عوارف المعارف

کنیت ابو حفص، لقب شہاب الدین، نام عمر بن محمد عبداللہ، شیخ
شہاب الدین سہروردی سے مشہور، قریشی و صدیقی تھے، بارہویں پشت
پر سلسلۂ نسب حضرت ابوبکرؓ صدیق سے مل جاتا ہے۔ آپ بغداد میں ۵۴۲ھ
میں پیدا ہوئے۔ سولہ برس کی عمر میں علم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ،
حدیث وغیرہ کی تحصیل سے فراغت پائی اس کے بعد کتب بینی میں مشغول
ہوئے خاص کر علم کلام میں دن رات اشتغال رکھتے، آپ کے چچا شیخ
ابوالنجیب سہروردی جو مربی و مرشد تھے بار بار نصیحت کرتے کہ علم ظاہری
کے بعد علم طریقت کی طرف توجہ کرنی چاہئے مگر آپ پر اس کا کچھ اثر نہ
ہوتا، آخر ایک روز شیخ ابوالنجیب آپکو لیکر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی
خدمت میں گئے اور اپنے بھتیجے کا ماجرا بتایا۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنا ہاتھ
آپکے سینہ پر رکھا اور پوچھا کہ علم کلام میں تم نے کس کس کتاب کا مطالعہ کیا ہے
دفعتہً علم کلام کا جو کچھ حصہ آپکے سینہ میں محفوظ تھا محو ہوگیا اور کچھ جواب نہ
دے سکے، غوث اعظمؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہم نے علم کلام کا سارا حصہ سینہ
سے محو کر کے اس کی جگہ معرفت خدا کا علم دیدیا، اسی روز سے علوم ظاہری

چھوڑ کر علوم باطنی کی تحصیل میں لگ گئے۔ ایک مرتبہ خلیفۂ بغداد کے پاس ایک فلسفی آیا اور چاہا کہ فلسفیانہ بحث سے خلیفہ کو راہ حق سے پھیر دے، آپکو معلوم ہوا، خلیفہ کے محل میں گئے، دیکھا کہ بحث جاری ہے اور فلسفی کہہ رہا ہے کہ فلک کی حرکت طبعی ہے وہ خود حرکت کرتا ہے، آپنے فرمایا نہیں بلکہ اس کو ایک فرشتہ حرکت دے رہا ہے، فلسفی تمسخر کے انداز مسکرانے لگا، آپ کو غصہ آیا، فلسفی اور خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر صحن میں للائے اور دعا کی الٰہی جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھا دے اور ان سے کہا کہ آسمان کیطرف نگاہ اٹھاؤ، دونوں نے اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھ لیا جو فلک کو حرکت دے رہا ہے آپکی اس کرامت سے دونوں باطل عقیدے سے تائب ہو گئے۔ آپ بہت قناعت پسند تھے، کثرت سے آپکے پاس تحائف وعطایا آتے وہ سب فقرا اور مساکین پر صرف کر دیتے۔ وفات کے وقت آپ کے پاس صرف تجہیز و تکفین بھر پیسے بچے تھے۔ سنہ ۶۳۲ھ میں آپکی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ)

صاحب فصوص الحکم

لقب محی الدین، نام محمد بن علی بن محمد عربی، ابن العربی سے مشہور، شہر مرسیہ (اندلس) میں ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، بڑے عارف باللہ، قطب زمانہ تھے، مسئلہ وحدۃ الوجود میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، اس سلسلہ کی آپکی تصنیفات صوفیا و مشائخ کے

یہاں بے نظیر ہیں ۔ مناقب غوثیہ میں ہے کہ آپکے والد پہلے لاولد تھے جب
۵۰ برس کی عمر ہوئی تو حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں آئے اور ان
اولاد کیواسطے دعا کی درخواست کی، غوث اعظم نے دعا کی تو غیب سے آو
آواز آئی کہ سائل کی قسمت میں اولاد نہیں ہے، اگر کوئی اپنی اولاد کا حص
اس کو دیدے تو اس کی پشت سے بھی اولاد ہو سکتی ہے، یہ غیبی آواز
غوث اعظم نے اپنی پشت علی بن محمد کی پشت سے ملائی اور فرمایا کہ میری
پشت میں ایک لڑکا باقی ہے وہ تم کو بخشتا ہوں اس کا نام محمد اور لقب محی ا
رکھنا یہ لڑکا اولیاء کبار میں سے ہوگا ۔ شیخ علی اس بشارت کے ساتھ گھ
پہونچے، شب میں بیوی سے ہمبستری کی وہ حاملہ ہو گئیں، نو ماہ کے بعد ش
محی الدین ابن العربی پیدا ہوئے، والد محترم آپکو غوث اعظم کے پاس لا
آپ نے محبت کی نظر کی اور فرمایا کہ یہ ہمارا لڑکا ہے، انشاء اللہ ولی زما
و قطب یگانہ ہوگا اور اسرار توحید الہٰی میں صاحب تصانیف عالیہ ہوگا ۔
ایکبار آپکی ملاقات شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہوئی، دونوں بڑ
پایہ کے ولی اور علم کلام میں ماہر تھے، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا او
علیحدہ ہو گئے، کوئی بات نہ ہوئی ، شیخ شہاب الدین سے خدام نے
وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ محی الدین ابن العربی دریائے دقائق است ا
کان دقائق سخن باو در چشم است نہ بزبان و بدل است نہ بہان ۔
مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپنے ۵۰۰ سے زائد کتابیں
تصنیف کیں جن میں سب سے مشہور فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں اور

مدارس میں شامل نصاب رہ چکی ہیں۔ آپنے شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۶ھ کو دمشق میں وفات پائی اور جبل قاسون جو صالحیہ سے مشہور ہے وہیں مدفون ہوئے۔

(تذکرہ)

لغت

صاحب کفایۃ المتحفظ

کنیت ابو اسحاق، نام ابراہیم بن اسمٰعیل بن احمد بن عبداللہ طرابلسی، برقہ اور طرابلس کے درمیان واقع شہر اجدابیہ کیطرف نسبت کرکے اجدابی کہے جاتے ہیں اور ابن الاجدابی سے مشہور ہیں۔ امام فاضل، ادیب کامل اور لغت کے بڑے ماہر عالم تھے۔ فن لغت میں کفایۃ المتحفظ ونہایۃ المتلفظ کتاب لکھی جو چالیس ابواب اور چودہ فصول پر مشتمل ہے۔ مختصر ہونے کے ساتھ نہایت جامع اور نافع ہے۔ قاضی شہاب الدین متوفی ۶۹۳ھ، ابو الفداء اسمٰعیل متوفی ۷۴۲ھ اور ابن جابر محمد بن احمد الاعمیٰ وغیرہ نے اس کو نظم کیا ہے۔ کتاب اپنی افادیت کے باعث مولوی کے امتحان میں داخل ہے، اس کے علاوہ کتاب الانوار وغیرہ آپنے تصنیف کیں۔ آپکا تذکرہ صاحب کشف الظنون وصاحب دائرۃ المعارف اور علامہ یاقوت حموی وغیرہ نے کیا ہے مگر کسی نے تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔ (ظفر)

ایک عالمی تاریخ

مؤلف کی نہایت مشہور کتاب "ایک عالمی تاریخ" کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اس کے بارے میں حضرت محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی لکھتے ہیں کہ "وہ مفید معلومات کا ایک مجموعہ ہے جس کو یکجا کرنے میں مؤلف نے خاصی محنت کی ہے" حضرت مولانا محمد میاں صاحب سابق شیخ الحدیث امینیہ دہلی کی تحریر ہے "کہ دنیا بھر کے علوم وفنون، ان سے متعلق اشخاص، تصانیف اور اقسام وانواع کا تذکرہ اس کتاب میں ہے۔ اس کو آپ ایک چھوٹا سا انسائیکلوپیڈیا بھی کہہ سکتے ہیں آپ معلومات کے اس ذخیرہ کو اپنے پاس ضرور رکھئے" مؤرخ اسلام قاضی اطہر صاحب مبارکپوری رقمطراز ہیں کہ یہ "مختلف مفید اور دلچسپ معلومات کا مجموعہ ہے اس میں تاریخی معلومات زیادہ ہیں خاص طور سے اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم وفنون سے متعلق نہایت کارآمد اور اہم باتیں درج ہیں — ماہنامہ تجلی دیوبند کا تبصرہ "کتاب مختلف قسم کی معلومات کا مجموعہ ہے، مصنف نے بڑی کاوش سے عالمی تاریخ واسلامی تاریخ کی مفید ترین خبروں کو یکجا کر دیا۔ اگر کہا جائے کہ دریا کو کوزہ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے تو بیجا نہیں ہوگا۔ کتاب بہت سی تاریخوں کا نچوڑ اور دسیوں کتابوں کا مغز ہے" — تبصرہ ندائے ملت لکھنؤ "کتاب مفید معلومات کی ایک کشکول ہے، مجموعی طور سے کتاب خاصی پر معلومات اور قابل قدر افزائی ہے۔

ان سب خوبیوں کے باوجود قیمت صرف چھ روپئے

تذکرۃ الفنون

تالیف

محمد عثمان معروفی کورتھی جعفرپور اعظم گڈھ یوپی

فہرست تذکرۃ الفنون

ماخذ و مراجع

ظفر المحصلین باحوال المصنفین — حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی مدظلہ

تذکرۃ المصنفین — مولانا حبیب الرحمٰن مظاہری خیرآبادی مفتی حیات العلوم مرادآباد

مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری — حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوری مدظلہ

تاریخ الحدیث — قاضی عبد الصمد صاحب صارم سیوہاروی

عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ — مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء

علم الفقہ — مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی متوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

دروس التاریخ الاسلامی — محی الدین بن احمد خیاط متوفی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء

سیرت المصطفیٰ — مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء

امداد السلوک — حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

امین الکافی ترجمہ متن الکافی — احمد بن عماد بن شعیب القصافی الشافعی متوفی ۸۵۹ھ

اصول حدیث — مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مدرس فیض عام مئو

ایک عالمی تاریخ — محمد عثمان معروفی غفرلہٗ (مؤلف کتاب)

غیاث اللغات — غیاث الدین بن جلال الدین تالیف ۱۲۴۲ھ

المنجد — لویس معلوف یسوعی متوفی ۱۹۴۶ء

مصباح اللغات — مولانا عبد الحفیظ بلیاوی متوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

بعض دیگر کتب و رسائل — ....

۴

پیش لفظ

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مدظلہ مبارکپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسلمانوں کے علمی محاسن و مفاخر میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہر قسم کے علوم و فنون کے اصول موضوعات، غرض و غایت انکی جامع و مانع تعریف، انکے مشہور علماء و مصنفین اور انکی کتابوں کے حالات پر ضخیم کتابیں لکھیں، اور "فن العلوم" کو مستقل فن قرار دیا، مفتاح السعادۃ طاش کبری زادہ، دستور العلماء قاضی عبد النبی احمد نگری، کشاف اصطلاحات الفنون مولانا علی اعلیٰ تھانوی، اور الفہرست ابن ندیم، کشف الظنون حاجی خلیفہ، الدر المکنون اور ہدیۃ العارفین اسمٰعیل الباني بغدادی، معجم المؤلفین رضا کحالہ وغیرہ اس فن کی خاص اور مشہور کتابیں ہیں مگر عام حالات میں یہ کتابیں نہ میسر آتی ہیں اور نہ اہل علم ان سے استفادہ کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مدارس اسلامیہ عربیہ کے طلبہ و مدرسین کیلئے خاص طور سے اس کی ضرورت پڑتی ہے ۔

اردو زبان میں اس موضوع پر شاید کوئی کتاب نہیں ہو، پچھلے دنوں درسی کتابوں کے مصنفین کے حالات میں بعض کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر درسی علوم و فنون پر کوئی کتاب نظر نہیں آتی، حالانکہ اسکی بھی ضرورت و افادیت مسلم ہے، عزیزی مولانا محمد عثمان صاحب معروفی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر یہ کتاب لکھکر مفید خدمت انجام دی ہے۔ اسمیں مروجہ علوم و فنون کی تعریف، موضوع، غرض اور دوسری باتیں مختصر طور سے نہایت سلیقہ کیساتھ اس میں بیان کی گئی ہیں۔ انکو درس و تدریس کی مشغولیت کیساتھ مفید اور معلوماتی کتابیں لکھنے کا ذوق ہے اور وہ ابتک کئی کتابیں لکھ چکے ہیں، جو مقبول ہوئیں امید ہے کہ ان کی یہ کتاب بھی مقبول ہوگی، خاص طور سے مدارس کے مدرسین و طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے ۔

قاضی اطہر مبارکپوری ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ

۹ راپریل ۱۹۸۳ء

گذارش مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہٗ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ جو علوم وفنون مدارس اسلامیہ میں رائج اور پڑھے پڑھائے جاتے ہیں انکی مختصر تاریخ وتدوین، انکی تعریف اور غرض وغایت وغیرہ سے متعلق اردو زبان میں ایک مختصر معلوماتی ذخیرہ مرتب کر دیا جائے تاکہ اساتذہ وطلبہ کو یکجائی پوری معلومات دستیاب ہو جائیں چنانچہ اس کتاب میں درس نظامیہ' درس عالیہ' ندوۃ العلماء اور بورڈ کے مولوی' عالم فاضل کے نصاب کی تقریباً سبھی کتابیں اور انکے مصنفین کا تذکرہ کیا گیا ہے اور مکررات کے ماسوا سات سو سے زائد اہل علم واہل قلم کا ذکر خیر مندرج ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ حتی الامکان ہر ایک کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات درج کر دی جائے۔

تالیف کے دوران جن اساتذہ وطلبہ نے یہ کتاب دیکھی پسندیدگی کا اظہار کیا اور بہت جلد اسکی طباعت کا مطالبہ کیا۔ ایک مدرس نے اس کتاب کا نام تذکرۃ الفنون تجویز کیا۔ چونکہ اس کی تالیف ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں ہوئی اس لئے صاحب وقعت اصطلاحات فنون اور
ھ ۱ ۱۴ ۳
تذکرۃ احوال الفنون کے مادوں سے سال تالیف بھی بر آمد کیا جا سکتا ہے۔
۱ ۹ ۸ ۳

یوں تو بیسیوں کتابوں سے اس کی تالیف میں مدد لی گئی ہے لیکن خاص طور سے مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی مدظلہ کی ظفر المحصلین باحوال المصنفین سے زیادہ اقتباس کیا گیا ہے۔ جسکو تفصیل مطلوب ہو وہ کتاب مذکور کیطرف مراجعت کرے۔

ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ دوران مطالعہ کوئی فرو گذاشت نظر آئے تو اغماض کریں اور مؤلف کو مطلع فرمائیں ۰

نہ نازم بسرمایۂ فضل خویش
بدریوزہ آوردہ ام دست پیش

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول عام اور مؤلف کے لئے سرمایۂ نجات بنا دیں ::-

محمد عثمان معروفی غفرلہٗ ۲۹ر شعبان ۱۴۰۳ھ، ۱۲ر جون ۱۹۸۳ء

علم تاریخ

لغوی معنیٰ | تاریخ مصدر ہے جس کا معنیٰ ہے وقت کا بیان کرنا۔ تاریخ الشیٔ: کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت۔ جمع تواریخ

اصطلاحی تعریف | تاریخ وہ علم ہے جس سے گذشتہ و موجودہ اقوام و قبائل کے حالات سمجھے جائیں یا جس میں حوادث و واقعات مع تاریخ بیان کئے جائیں۔ دوسری تعریف یہ ہے: ایسا متعین دن جس کی طرف دوسرے ایام کی نسبت کی جائے۔

غرض و غایت | تاریخ ایک ایسا مفید علم ہے جس سے امم ماضیہ و انبیاء سابقین کے حالات اور دینی و دنیاوی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

تاریخ کے ماخذ | آثار و رسوم تاریخ کے ماخذ ہیں۔ آثار مضبوطہ، آثار منقولہ، آثار قدیمہ۔

آثارِ مضبوطہ | جو کچھ محفوظ ہو قلمی و مطبوعہ کتب و اوراق سے جیسے مذہبی کتابیں، جنتریاں، عدالتوں اور محکموں کے کاغذات، دفاتر اور ادب و قانون کی کتابیں اور اس جیسے دیگر نشانات۔

آثارِ منقولہ | جو چیزیں اسلاف سے منقول ہوں جیسے قصے کہانیاں، مثل، اشعار وغیرہ یہ چیزیں اگرچہ مبالغہ سے خالی نہیں ہوتیں لیکن کلیۃً غیر مفید نہیں ہیں۔

آثارِ قدیمہ | شہروں، قلعوں اور عمارتوں کے نشانات و کھنڈرات، مجسمے، کتبے، پرانے نقش و نگار، سکے، ہتھیار، کپڑے اور گھریلو سامان وغیرہ۔

معاون علوم | مورخ کیلئے بہت سے علوم معاون ہیں۔ ان میں زیادہ اہم جغرافیہ، جنتری اور طبقاتِ زمین کا علم ہے۔

مبدا تاریخ | ایسے بڑے بڑے واقعات بہت ہیں جو مبدا تاریخ کی حیثیت سے معر
ہیں، ان میں ابتدائے عالم، ولادتِ عیسیٰؑ، ہجرتِ نبوی کا زیادہ استعمال ہے۔

ابتدائے عالم | مخلوق کی ابتدا کب سے ہے، اس میں مورخین کا ہمیشہ اختلاف ر
ہے، بعض کا قول ہے کہ ولادتِ عیسیٰؑ سے چار ہزار سال اور بقول بعض چھ ہزار سا
قبل سے اور بعض کے نزدیک لاکھوں سال پہلے سے انسان کا وجود ہے لیکن وسائلِ علم
کی قلت کے سبب صحیح حقیقت کا پتہ ملنا دشوار ہے۔ کتابوں میں تقریباً تین ہزار سال قبل
تک کے حالات ملتے ہیں۔

از آدم تا رسول اکرمؐ | از آدمؑ تا نوحؑ ۲۲۴۲ سال۔ از نوحؑ تا ابراہیمؑ ۱۱۴۳ سال
از ابراہیمؑ تا یوسفؑ ۱۷۵ سال۔ از یوسفؑ تا موسیٰؑ ۴۰۰ سال۔ از موسیٰؑ تا
داؤدؑ ۵۷۸ سال۔ از داؤدؑ تا عیسیٰؑ ۱۰۵۳ سال۔ از عیسیٰؑ تا رسول اکرمؐ ۶۰۰ سال
میزان کل از آدمؑ تا رسول اکرمؐ ۶۱۹۱ سال۔

بعض دیگر مصلح | حمورابی شاہِ بابل جس نے منصفانہ قوانین مرتب کیے ۲۱۰۰ قبل مسیح
آریوں کی آمد ۱۵۰۰۔ ق م
زرتشت نے زرتشتیت کی تلقین کی ۱۰۰۰۔ ق م
گوتم بدھ نے اپنے مذہب کی اشاعت کی ۵۵۷ تا ۴۷۷۔ ق م
عہدِ اشوک، امن و امان اور اخلاقی ترقی کا دور ۲۷۶ تا ۲۳۶۔ ق م۔

تاریخِ نبویؐ

ولادتِ باسعادت | آنحضورؐ کی پیدائش دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۲۲ اپریل ۵۷۱ء

یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ واقعہ اصحابِ فیل کے پچاس روز بعد ہوئی۔ تین چار روز والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا پھر آپؐ کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ایک ہفتہ بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے اور قبیلہ ہوازن میں ۵۷۷ء تک چھ برس پرورش کی، اس کے بعد دو ماہ دس دن والدہ ماجدہ نے پرورش کی، انکی وفات کے بعد دادا عبدالمطلب نے دو برس تک کفالت کی جب دادا کا ۸۲ یا ۸۵ یا ۹۵ یا ۱۱۰ یا ۱۲۰ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا تو چچا ابوطالب کفیل ہوئے جنھوں نے بڑی محبت سے پرورش کی۔ آنحضورؐ نے نو دس برس کی عمر میں ۵۸۰-۸۱ء میں گلہ بانی کی۔

پہلا سفرِ شام تیرہ سال کی عمر میں ۵۸۳ء میں ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کا پہلا سفر کیا اس سفر میں شہر بُصریٰ میں بحیرا راہب نے آپؐ کو دیکھ کر علامات نبوت کی نشاندہی کی۔ بُحیرا مقام تیماء کے علماءِ یہود میں سے یا بقول بعض نصرانی راہب تھا۔

پیشۂ تجارت ۵۹۱ء سے ۵۹۶ء تک آپؐ نے پیشۂ تجارت اختیار فرمایا اور آپؐ کو امین کا لقب ملا۔

دوسرا سفرِ تجارت ۵۹۵ء میں بعمر ۲۵ سال بطور مضاربت حضرت خدیجہ کا مالِ تجارت لے کر ملک شام کا دوسرا سفر کیا اس سفر میں مقامِ بُصریٰ میں نسطورا راہب نے، بحیرا راہب کیطرح علاماتِ نبوت کی شہادت دی۔

نکاح سفر سے واپسی کے دو ماہ بعد حضرت خدیجہ سے نکاح کیا۔ اس وقت آپؐ کی عمر پچیس ۲۵ برس دو ماہ دس دن تھی اور حضرت خدیجہ کی چالیس ۴۰ برس۔

تحکیم ۶۰۵ء میں جب آپ کی عمر پینتیس ۳۵ برس تھی کہ قریش نے از سر نو خانۂ کعبہ کی تعمیر کی، حجر اسود نصب کرنے کے وقت سخت اختلاف ہوگیا اور تلواریں

نکل آئیں. آپؐ نے ایک حکمت سے حجرِ اسود کو اپنی جگہ نصب کرکے بہت بڑے جھگڑے

کو دور کیا۔

تنہائی پسندی | ۶۰۶ء سے ۶۱۰ء تک آپؐ یکسوئی اور غارِ حرا میں جاکر تحنث

و عبادت کے شغل اور قوم کو جہالت سے نکالنے کی تدابیر میں مصروف رہے۔ ۶۰۹ء

میں سچے خواب کثرت سے نظر آنے لگے۔

بعثتِ نبوی | آپؐ کو چالیس برس کی عمر میں دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۴۱ میلادی

۱۲ فروری ۶۱۰ء کو خلعتِ نبوت و رسالت عطا ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شبِ جمعہ

۱۸ رمضان سنہ نبوی ۷ اگست ۶۱۰ء کو غارِ حرا میں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي

خَلَقَ ۝ سے نزولِ قرآن کا آغاز ہوا۔ وضو اور فجر و عصر کی نماز فرض ہوئی۔

سب سے پہلے اسلام لانیوالے | مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زیدبن حارثہؓ۔

اعلانِ دعوت | تین برس تک خفیہ دعوتِ اسلام ہوتی رہی۔ ۳ سنہ نبوی میں بحکمِ خدا

آپؐ نے کوہِ صفا پر علانیہ دعوتِ اسلام کا مشہور خطبہ دیا اور بتدریج اسلام پھیلنے لگا

حبشہ کی پہلی ہجرت | مسلمانوں پر کفار کی ناقابلِ برداشت ایذارسانیوں کی وجہ سے

آنحضورؐ کے حکم سے رجب ۵ سنہ نبوی میں پہلی بار گیارہ مردوں اور پانچ عورتوں نے

ہجرتِ حبشہ کی اور وہاں رجب سے شوال تک مقیم رہے۔

اسلام فاروقِ اعظمؓ | ۶ سنہ نبوی میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ اسلام لائے تو ان سے

اسلام کو بہت قوت ملی۔

حبشہ کی دوسری ہجرت | ۶ سنہ نبوی میں آنحضورؐ کی اجازت سے دوبارہ چھیاسی

ر سترہ عورتوں نے ہجرت حبشہ کی، ان کے امیر حضرت جعفر بن ابی طالب تھے جن کے
ر نجاشی شاہِ حبشہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ آنحضورؐ کے ہجرت مدینہ کی خبر جب ان
ں کو ملی تو بیس آدمی حبشہ سے مدینہ چلے گئے اور باقی ماندہ ۷ھ میں فتح خیبر
نت مدینہ پہونچے۔

طعہ بنی ہاشم | شنبہ یکم محرم سنہ ۷ نبوی ۶۱۵ء سے سنہ ۹ نبوی ۶۱۸ء تک تین برس
ں نے آنحضورؐ کو مع اہل بیت کے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور کھانے پینے کی
ں چیزیں روک دیں تاکہ آنحضورؐ کو مجبوراً قتل کرنے کیلئے حوالہ کر دیا جائے اور
مضمون کی ایک تحریر اندرون کعبہ آویزاں کر دی۔ سنہ ۱۰ نبوی میں اس ظالمانہ
وری کا خاتمہ ہوا۔

م الحزن | شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد آٹھویں مہینہ میں رمضان یا شوال
سنہ ۱۰ نبوی میں ابوطالب کی بعمر اسی سال وفات ہوگئی اس کے تین یا پانچ روز کے
حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوگیا، یہ دونوں آپؐ کیلئے بہت بڑے ظاہری سہارا
حیثیت پناہ تھے، ان کی رحلت سے آپؐ کو اتنا غم ہوا کہ اس سال کا نام ہی عام
ن پڑ گیا۔

ف کا سفر دعوت | اب قریش کی ایذا رسانیاں اور شدید ہوگئیں تو آپؐ نے
شوال سنہ ۱۰ نبوی کو طائف کا تبلیغی سفر کیا تاکہ وہاں اسلام کے کچھ حامی پیدا
یں وہاں کے تین سرداروں کو اسلام کی دعوت دی مگر ان ظالموں نے
شوں کے ذریعہ آپؐ پر پتھر برسا کر لہولہان کر دیا۔ وہاں سے واپسی میں مقام
میں آپؐ نے چند روز قیام کیا، وہیں نصیبین کے سات جن آپؐ سے قرآن سنکر

ایمان لائے آپؐ جب مکہ کے قریب پہونچے تو مطعم بن عدی کی پناہ طلب کی۔ ا
آکر قریش کے سامنے اعلان کیا کہ میں نے محمدؐ کو پناہ دی ہے اسلئے کوئی ان سے تو

معراج | معراج کب ہوئی اس میں دس اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ دوشنبہ
سنہ نبوی ۲۲ مارچ ۶۱۹ء کو معراج ہوئی۔ شب معراج ہی میں پانچ نمازیں
ہوئیں۔ اس سے پہلے فجر و عصر صرف دو نمازیں فرض تھیں۔

مدینہ میں اسلام کی ابتداء | قریش کی مخالفت سے تنگ آکر آنحضورؐ نے د
قبائل میں اور موسم حج میں باہر سے آنے والوں میں اسلام کی تبلیغ شروع کی
۱۱ سنہ نبوی ۶۲۰ء میں مدینہ سے آنے والوں میں خزرج کے چھ آدمی ایمان
جو مدینہ میں اسلام کے پھیلنے کا سبب بنے۔ دوسرے سال ذوالحجہ ۱۲ سنہ نبوی، ر
۶۲۱ء کو منیٰ میں عقبہ کے قریب مدینہ کے بارہ آدمیوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت
کی جو بیعت عقبہٴ اولیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ تیسرے سال ذوالحجہ ۱۳ سنہ نبوی
میں بھی اسی گھاٹی میں بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی جس میں مدینہ کے تہتر مرد اور
عورتیں تھیں۔ اس کے بعد آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا اور پوشی
پر ہجرت مدینہ شروع ہو گئی۔

ہجرتِ مدینہ | مکہ سے مسلمانوں کے نکل جانے سے قریش سخت غضبناک ہوئے او
الندوہ میں جمع ہو کر آنحضورؐ کے قتل کا فیصلہ کیا۔ بیعتِ عقبہ کے تین ماہ بعد آ
بحکم خدا ہجرت کے ارادہ سے ترپن (۵۳) برس کی عمر میں شب جمعہ ۲۷ صفر ۱ھ
۶۲۲ء ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر غار ثور میں تین روز روپوش رہے۔ د
کو غار سے نکل کر عبداللہ بن اُریقط لیثی کی رہبری میں مدینہ کیلئے روانہ ہو

افلہ میں آنحضورؐ، حضرت ابوبکرؓ، ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن
ا تھے۔ جمعہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ھ، ۲۷ ستمبر سنہ ۶۲۲ء کو قبا میں داخل ہوئے وہاں چودہ
قیام فرمایا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھا جو اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے۔ جمعہ ۲۶ ر
الاول ۱۱ اکتوبر کو مدینہ کیلئے روانہ ہوئے، راستہ میں محلہ بنی سالم میں سب سے پہلی
ں نماز ادا فرمائی، اسی روز شام کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

ر مسجد نبوی سنہ ۱ھ میں آنحضورؐ نے مسجد نبوی کی تعمیر کی پھر سنہ ۷ھ میں فتح خیبر
بعد دوبارہ تعمیر کر کے سو گز سے زیادہ طویل و عریض بنا دی۔ اذان کی ابتدا بھی
ھ یا سنہ ۲ھ سے ہوئی۔

د سے معاہدہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد آنحضورؐ نے یہود مدینہ بنو قینقاع، بنو نضیر
قریظہ سے معاہدہ کیا کہ یہود و مسلمان آپس میں کوئی تعرض نہ کریں گے اور بیرونی
ن کے مقابلہ میں متحد رہیں گے۔

یل قبلہ ہجرت کے سترہ ماہ بعد ۱۵ شعبان سنہ ۲ھ سنہ ۶۲۳ء میں تحویل قبلہ کا حکم
ل ہوا، اس سے پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔

ضیت صوم اخیر شعبان میں روزہ کی فرضیت نازل ہوئی، پہلا روزہ چہار شنبہ
رمضان سنہ ۲ھ فروری سنہ ۶۲۴ء سے شروع ہوا۔ اسی رمضان کے اخیر میں صدقہ فطر
نماز عید کا حکم نازل ہوا، اسی سال بقرعید کی نماز اور قربانی کا حکم ہوا۔ سنہ ۱ھ
ر بقول بعض سنہ ۲ھ میں روزہ کی فرضیت کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی۔ شوال سنہ ۳ھ
ں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ مشہور قول کے مطابق سنہ ۴ھ میں پردہ کا حکم
ازل ہوا اور آیت تیمم بھی نازل ہوئی۔ سنہ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر اہلی گدھوں

کے گوشت اور متعہ کی حرمت کا اعلان ہوا۔

حکمِ جہاد | ۱۱ صفر ۲ھ میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا۔ تیرہ برس تک آنحضور
سے تبلیغ اسلام کرتے اور کفار کے ہر ظلم و جور برداشت کرتے رہے مگر اب حمایت
اشاعت اسلام کیلئے جہاد کا حکم دیا گیا۔

غزوات و سرایا | جس جہاد میں آنحضورؐ خود شریک تھے اسے غزوہ اور جس میں تش
نہیں تھے اسے سریہ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کی تعداد میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے
غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ اور سرایا کی پینتیس ۳۵ ہے۔ نو ۹ غزوہ میں جنگ کی نوبت
آئی۔

تاریخ غزوات | غزوہ ابوار ۱ سب سے پہلا غزوہ ہے، صفر ۲ھ ۶۲۳ء میں ساٹھ مہاجرین کو
قافلۂ قریش اور بنوضمرہ کے تعاقب میں آنحضورؐ ابوار کیطرف روانہ ہوئے، قتال کی نوبت
نہیں آئی، اس کو غزوہ وُدّان بھی کہا جاتا ہے۔ ابوار اور وُدّان کے درمیان چھ میل
فاصلہ ہے یہ دونوں مقام کے نام ہیں۔ غزوہ بواط ۲، ربیع الاول ۲ھ جون ۶۲۳ء
میں دو سو اصحاب کو لیکر آنحضورؐ قریش کے تعاقب میں مقام بواط تک تشریف لے
مقابلہ نہ ہوا۔ غزوہ عشیرہ ۳، جمادی الاولی ۲ھ ۶۲۳ء میں دو سو مہاجرین کو
قافلۂ قریش کے تعاقب میں آپؐ نے عشیرہ کی جانب خروج کیا، قافلہ سے ملاقات نہ ہو
آپؐ جمادی الاخری کے شروع میں مدینہ واپس آئے۔ غزوہ بدر اولی ۴، جمادی الاخری
۲ھ میں کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہ سے اونٹ بکریوں کو شب خون مار کر
بھاگا اس کے تعاقب میں آنحضورؐ مقام سفوان تک گئے جو بدر کے قریب ہے مگر ملاقات
نہ ہوئی۔ کرز بن جابر بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ بدر کبری ۵، ۱۷ رمضان

سنہ ۲ھ جنوری سنہ ۶۲۴ء میں مقام بدر میں یہ عظیم الشان جنگ ہوئی۔ مسلمان کل تین سو تیرہ تھے جن میں بائیس شہید ہوئے۔ کفار ایک ہزار تھے جن میں ستر مقتول اور ستر اسیر ہوئے۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر، جو غزوہ بنی سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔ شوال سنہ ۲ھ میں سلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر پا کر آنحضورؐ نے دو سو اصحاب کے ساتھ خروج کیا اور چشمہ کدر پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام منتشر ہو گئے۔ وہاں تین روز قیام فرما کر بلا مقابلہ واپس ہوئے۔ غزوۂ بنی قینقاع، بنو قینقاع نے جنگ بدر کے موقع پر مدینہ میں بغاوت کی تھی۔ آنحضورؐ نے ۱۵ر شوال سنہ ۲ھ سے اول ذوالقعدہ تک محاصرہ کر کے ان کو جلاوطن کر دیا۔ غزوۂ سویق، یکشنبہ ۵ر ذوالحجہ سنہ ۲ھ اپریل سنہ ۶۲۴ء کو آنحضورؐ نے دو سو اصحاب کے ساتھ ابوسفیان کا تعاقب کیا جب کہ انھوں نے دو سو کفار کے ساتھ مقام عُریض میں آ کر (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) ایک انصاری اور ایک اجیر کو قتل کیا اور کچھ درخت جلا دیا۔ راستہ میں بھاگتے ہوئے ستو کے تھیلے بوجھ ہلکا کرنے کیلئے چھوڑتے گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ غزوۂ غطفان، جو غزوہ انمار اور غزوۂ ذی اَمَر بھی بولا جاتا ہے۔ محرم سنہ ۳ھ میں واقع ہوا۔ قبیلہ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ و بنی محارب کے ساڑھے چار سو آدمی دعثور غطفانی کی زیر قیادت اطراف مدینہ میں غارت گری کے ارادہ سے نجد میں جمع ہوئے۔ آنحضورؐ بھی چار سو اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلہ کیلئے نکلے مگر وہ لوگ پہاڑیوں میں چھپ گئے۔ اسی سفر میں آپؐ ایک درخت کے سایہ میں اکیلے آرام فرما تھے کہ دعثور ننگی تلوار لئے آپہنچا اور کہا کہ میری تلوار سے آپؐ کو کون بچا سکے گا؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ: تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ نے اسے اٹھا کر فرمایا کہ اب تجھے کون بچائے گا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

غزوہ[10] نجران، ربیع الثانی ۳ھ میں خبر ملی کہ حجاز کے معدن مقام نجران میں بنی سلیم
اسلام کی مخالفت میں جمع ہو رہے ہیں۔ اس لئے آنحضورؐ تین سو اصحاب کے ساتھ
نجران کیطرف نکلے مگر وہ لوگ منتشر ہو گئے کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ غزوہ احد[11]، ۵ شوال
۳ھ کو ابو سفیان کی زیر سرکردگی تین ہزار کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا جس میں سات
سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں، ان کے
مقابلہ میں کل ساڑھے چھ سو مسلمان تھے۔ شنبہ ۱۵ شوال ۳ھ جنوری ۶۲۵ء
کو یہ جنگ ہوئی، پہلے مسلمان غالب آئے، بعد میں ایک غلطی کیوجہ سے مغلوب
ہو گئے۔ ستر مسلمان شہید اور چالیس زخمی ہوئے۔ تین کافر مارے گئے ۔۔
غزوہ[12] حمرا الاسد۔ جنگ احد سے واپس ہو کر قریش مقام روحا میں ٹھہرے اور
سوچا کہ مسلمان خستہ اور زخمی ہو چکے ہیں اس لئے مدینہ لوٹ کر ان کا کام تمام
کر دیا جائے۔ اس خبر پر آنحضورؐ نے معرکہ احد میں شریک ہونے والے تمام لوگوں
کو لیکر تعاقب میں یکشنبہ ۱۶ شوال کو روانہ ہو کر مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام
حمرا الاسد پر قیام فرمایا۔ قریش یہ خبر سنکر مکہ واپس ہو گئے۔ غزوہ بنی نضیر[13]، ربیع الاول
۴ھ جنوری ۶۲۵ء میں بنو نضیر کی بار بار بدعہدیوں اور عیاریوں کیوجہ سے آنحضورؐ
نے پندرہ دن تک انکا محاصرہ کیا اور ان کی امان طلبی پر مدینہ خالی کر دینے کا
حکم دیا کہ اپنا جتنا سامان لے جا سکو لیکر دس دن میں جلا وطن ہو جاؤ۔ غزوہ[14] ذات الرقاع۔
جمادی الاولیٰ ۴ھ میں خبر ملی کہ بنی ثعلبہ و بنی محارب مقابلہ کی تیاری کر رہے ہیں۔
اس لئے آنحضورؐ چار سو اصحاب کیساتھ نجد کیطرف روانہ ہوئے مگر جنگ کی نوبت نہ
آئی۔ غزوہ[15] بدر اخیرہ، شعبان ۴ھ میں پندرہ سو اصحاب کے ساتھ آنحضورؐ

حسب وعدہ بدر پہونچے کیونکہ جنگ احد میں ابوسفیان سے وعدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال بدر میں جنگ ہوگی۔ ابوسفیان بھی دو ہزار پچاس آدمیوں کے ساتھ مر الظہران تک آیا مگر مقابلہ کی ہمت نہ پاکر قحط سالی و گرانی کا بہانہ کر کے واپس چلا گیا۔ مسلمان آٹھ روز وہاں ٹھہر کر بلا مقابلہ واپس ہوئے اور بازار بدر میں تجارت کر کے خوب نفع اٹھایا۔

غزوہ دومۃ الجندل[16]، دومۃ الجندل کے لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ ۲۵ ربیع الاول ۵ھ کو آنحضورؐ ایک ہزار اصحاب کیساتھ انکی طرف نکلے مگر وہاں کے لوگ منتشر ہو گئے، آپؐ ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ لوٹ آئے۔ غزوہ بنی مصطلق[17]، یا غزوہ مریسیع، بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے ایک بڑی فوج جمع کر لی تھی۔ ۲ شعبان ۵ھ دسمبر ۶۲۶ء کو آنحضورؐ نے صحابہؓ کے ساتھ انکی طرف خروج کیا وہاں پہونچتے ہی مسلمانوں نے حملہ کر کے دس آدمیوں کو قتل کر دیا دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے گرفتار ہوئے۔ مریسیع ایک چشمہ یا تالاب ہے وہیں بنی مصطلق سے مقابلہ ہوا۔ غزوہ خندق[18] و احزاب، شوال ۵ھ فروری ۶۲۷ء میں واقع ہوا۔ اس میں ابوسفیان دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے استیصال کیلئے مدینہ پہونچا۔ مسلمانوں نے اپنی حفاظت کیلئے مدینہ کے گرد گہری خندق تیار کی اور دو ہزار کی جمعیت کیساتھ مقابلہ کیلئے کوہ سلع کے قریب جا ٹھہرے۔ یہودیوں نے اندرون مدینہ بدعہدی کر دی، مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے، نہایت شدت اور ابتلاء کا وقت تھا، سردی بھی بہت سخت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بہت تیز ہوا چلا دی جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے، طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں اور دیگیں الٹ گئیں، آنکھوں میں گرد و غبار بھر گئے۔

سارا لشکر کفار سراسیمہ ہوگیا۔ ایسی حالت میں ابوسفیان نے واپس ہونیکا اعلان کردیا
غزوۂ بنی قریظہ[19]، ذوالقعدہ ۵ھ ۶۲۷ء میں یہ غزوہ ہوا کیونکہ غزوۂ خندق میں
بنو قریظہ بدعہدی کرکے کفار قریش کے ساتھ مل گئے تھے اس لئے غزوۂ خندق سے فراغت
کے بعد فوراً جبرئیلؑ نے آکر حکم خدا سنایا کہ بنو قریظہ کیطرف خروج کرنا ہے۔ آنحضورؐ
نے پچیس[25] روز تک انکا محاصرہ کیا بالآخر سب گرفتار ہوئے، ان کے چار سو مرد قتل کئے
گئے۔ عورتیں اور بچے لونڈی غلام بناکر نجد و شام کیطرف فروخت کردیئے گئے ——
غزوۂ بنی لحیان[20]، ربیع الاول ۶ھ جون ۶۲۷ء میں شہدائے رجیع کے انتقام کیلئے
آنحضورؐ دو سو سواروں کے ساتھ تشریف لے گئے، بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں جا
چھپے کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ غزوۂ ذی قرد[21]، بلاد غطفان کے قریب ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے
جو آنحضورؐ کے اونٹوں کی چراگاہ تھا۔ ربیع الاول ۶ھ میں عیینہ بن حصن فزاری نے
چالیس سواروں کے ہمراہ چھاپہ مار کر محافظ کو قتل کردیا اور اونٹوں کو لے بھاگا، سلمہ
بن اکوعؓ نے دوڑ کر سارے اونٹ چھڑا لئے۔ ان کی تیس[30] چادریں بھی چھین لیں۔ آنحضورؐ
پانچ یا سات سو آدمی لیکر وہاں پہونچے۔ دو مشرک مارے گئے اور ایک مسلمان شہید
ہوئے۔ غزوۂ حدیبیہ[22]، یکم ذوالقعدہ ۶ھ فروری ۶۲۸ء کو بقصد عمرہ تقریباً
پندرہ سو اصحاب کے ساتھ آنحضورؐ مدینہ سے نکلے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے۔
وہیں ایک بستی بھی ہے جو اسی نام سے مشہور ہے اور مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر واقع
ہے، آنحضورؐ یہیں مقیم ہوئے اور حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا کہ اہل مکہ کو بتادیں کہ ہم عمرہ
ادا کرنے آئے ہیں۔ سب نے کہا کہ محمدؐ کو امسال ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے
اور حضرت عثمان کو روک لیا، مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ وہ قتل کردیئے گئے

آنحضورؐ نے اس کا بدلہ لینے کیلئے اصحاب سے بیعت لی جو بیعتِ رضوان سے موسوم ہے، اس بیعت کی خبر پاکر قریش مرعوب ہو گئے اور صلح کی سلسلہ جنبانی کی، بالآخر صلح ہوئی جو صلح حدیبیہ سے مشہور ہے۔ مسلمان بغیر عمرہ ادا کئے مدینہ لوٹ آئے اور دوسرے سال جاکر اس عمرہ کی قضا کی۔ غزوۂ خیبر[۲۳] محرم ۷ھ ۶۲۸ء میں آنحضورؐ کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں کیونکہ غدار یہودِ خیبر بد عہدی کرکے جنگِ احزاب میں کفار کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ آنحضورؐ نے چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کے ساتھ خروج کیا۔ اس غزوہ میں چودہ یا پندرہ یا اٹھارہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے[۹۳] کافر مارے گئے اور غنیمت میں زمین، باغات، بیل گائے، اونٹ زیادہ ہاتھ آئے۔ عمرۃ القضاء[۲۴]، ذوالقعدہ ۷ھ۔ صلح حدیبیہ میں عمرہ ادا نہ ہو سکا تھا، اسکی قضاء کیلئے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ وہ سب لوگ چلیں جو حدیبیہ میں شریک تھے انکے علاوہ بھی لوگ تھے جن سب کی مجموعی تعداد دو ہزار ہو گئی تھی، عمرہ ادا کرکے تین روز مکہ میں رہے پھر مدینہ کیلئے روانہ ہوئے۔ سردارانِ قریش غیظ و غضب کی وجہ سے پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ غزوۂ[۲۵] فتح مکہ، صلح حدیبیہ کے موقع پر بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف اور بنی بکر قریش کے حلیف ہو گئے تھے مگر بنی بکر نے قریش کی مدد سے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو حرم شریف میں قتل کرکے صلح کی شرط توڑ ڈالی، بنی خزاعہ نے آنحضورؐ سے اس کی فریاد کی تو آپ دس ہزار کا لشکر تیار کرکے فاتحانہ مکہ پہونچے اور اہلِ مکہ کے امان کا اعلان عام کرا دیا۔ حضرت خالد بن ولید جس جانب سے مکہ میں داخل ہوئے ادھر مختلف قبائل کی ایک جماعت مزاحم ہو گئی، اس جھڑپ میں بارہ کافر مقتول اور دو مسلمان شہید ہو گئے۔ پنجشنبہ ۲۰ رمضان سنہ ۸ھ جنوری ۶۳۰ء کو فتح مکہ ہوا۔

غزوۂ حنین داد طاس، ۱۰ شوال ۸ھ فروری ۶۳۰ء کو یہ جنگ ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد قبائل ہوازن و ثقیف نے یہ خیال کیا کہ مسلمانوں کا حملہ کہیں ہم پر نہ ہو جائے اس لئے انھوں نے بیس ہزار کی جمعیت مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے اکٹھا کرلی۔ مسلمانوں کی تعداد بھی بارہ ہزار تھی اور انکو اپنی کثرت پر ناز بھی ہو گیا تھا اس لئے ابتداءً شکست کھاگئے بعد میں مسلمانوں کو ہی فتح نصیب ہوئی۔ اکثر دشمن ہلاک ہوئے اور مالِ غنیمت بہت زیادہ ملا، چھ مسلمان بھی شہید ہوئے، محاصرۂ طائف، قریش کے کچھ لوگ حنین میں شکست کھاکر طائف چلے گئے اور وہاں جنگ کی تیاری مکمل کرلی۔ آنحضورؐ نے انیس دن تک ان کا محاصرہ کیا، وہ قلعہ بند تھے اور اوپر سے تیر برسا کر بارہ مسلمانوں کو شہید کر ڈالا، کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اس لئے مسلمان وہاں سے واپس چلے آئے، ایک مدت کے بعد یہاں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ غزوہ بھی شوال ۸ھ ہی میں واقع ہوا۔ غزوۂ تبوک یا جیش عسرت، پنجشنبہ رجب ۹ھ اکتوبر ۶۳۰ء کو آنحضورؐ تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑے کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے، تبوک شام اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے چودہ مرحلہ پر ایک مقام ہے جو دشمنوں کی سرحد تھی۔ کیونکہ خبر ملی تھی کہ ہرقل شاہِ روم نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے چالیس ہزار رومیوں کا لشکر جرار تیار کرلیا ہے، تبوک پہونچکر آنحضورؐ نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا، ہاں اتنا ہوا کہ دشمن مرعوب ہو گئے، شہر جربا، اذرح اور ایلہ کے فرمانرواؤں نے صلح کی اور جزیہ دینا منظور کیا، یہیں سے جاکر حضرت خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کو گرفتار کر لائے اس نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دیکر آنحضورؐ سے صلح کرلی۔ آپؐ

اخیر شعبان یا شروع رمضان میں مدینہ واپس ہوئے، واپسی میں منافقین نے آپؐ کو ایک گھاٹی میں گرا کر ہلاک کرنے کی ناپاک سازش کی تھی۔ اس غزوہ کو جیش عسرت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ قحط و گرانی، فاقہ اور بے سروسامانی کا زمانہ تھا اس لئے لشکر کی تیاری کیلئے آنحضورؐ نے چندہ کیا جس میں صحابہ کرامؓ نے دل کھول کر تعاون کیا آنحضورؐ کا یہ آخری غزوہ ہے۔

تاریخ سرایا سریہ (۱) حمزہؓ بجانب سیف البحر، رمضان سنہ ۱ھ۔ سریہ (۲) عبیدہؓ بن حارث بجانب رابغ، شوال سنہ ۱ھ۔ سریہ (۳) سعدؓ بن ابی وقاص بجانب خرار، ذوالقعدہ سنہ ۱ھ۔ سریہ (۴) عبداللہؓ بن جحش بجانب نخلہ، رجب سنہ ۲ھ۔ سریہ (۵) زیدؓ بن حارثہ برائے قافلہ قریش، جمادی الاخریٰ سنہ ۳ھ۔ سریہ (۶) ابی سلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد، یکم محرم سنہ ۴ھ۔ سریہ (۷) عبداللہؓ بن انیس، دوشنبہ ۵ محرم سنہ ۴ھ۔ سریہ (۸) القراء یعنی قصہ بیر معونہ، صفر سنہ ۴ھ۔ سریہ (۹) محمدؓ بن مسلمہ بسوئے قرطاء، ۱۰ محرم سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۰) عکاشہ بن محصن بسوئے غمر، ربیع الاول سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۱) محمد بن مسلمہ بجانب ذی القصہ، ربیع الآخر سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۲) زیدؓ بن حارثہ بجانب جموم، ربیع الآخر سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۳) زید بن حارثہ بمقام عیص، جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۴) زیدؓ بن حارثہ بجانب حسمیٰ، جمادی الاخریٰ سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۵) زیدؓ بن حارثہ بجانب وادی القریٰ، رجب سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۶) عبدالرحمٰنؓ بن عوف بجانب دومۃ الجندل، شعبان سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۷) علیؓ بجانب فدک، شعبان سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۸) زیدؓ بن حارثہ بسوئے ام قرفہ، ۷ رمضان سنہ ۶ھ۔ سریہ (۱۹) عبداللہؓ بن عتیک رمضان سنہ ۶ھ دسمبر سنہ ۶۲۷ء۔ سریہ (۲۰) عبداللہؓ بن رواحہ، شوال سنہ ۶ھ جنوری سنہ ۶۲۸ء سریہ (۲۱) کرز بن جابر فہری بسوئے عرنیین، شوال سنہ ۶ھ۔ بعث (۲۲) عمروؓ بن امیہ ضمری بمکہ۔

سریہ ۲۳ اخرم بن ابی العوجاء بجانب بنی سلیم، ذوالحجہ ۷ھ۔ سریہ ۲۴ غالب رض بن عبداللہ لیثی سوئے کدید، صفر ۸ھ۔ سریہ ۲۵ عمرو بن عاص بسوئے ذات السلاسل، جمادی الاخری ۸ھ سریہ ۲۶ ابوعبیدہ بسوئے سیف البحر، رجب ۸ھ۔ سریہ ۲۷ عیینہ بن حصن فزاری بسوئے بنی تمیم، محرم ۹ھ۔ سریہ ۲۸ عبداللہ بن عوسجہ بسوئے بنی عمرو بن حارثہ، صفر ۹ھ۔ سریہ ۲۹ قطبہ رض بن عامر بمقابلہ خثعم، صفر ۹ھ۔ سریہ ۳۰ ضحاک رض بن سفیان بجانب بنی کلاب، ربیع الاول ۹ھ۔ سریہ ۳۱ علقمہ بن مجزز مدلجی بسوئے حبشہ، ربیع الآخر ۹ھ۔ سریہ ۳۲ علی رض بن ابی طالب برائے بت شکنی قبیلہ طے، ربیع الآخر ۹ھ۔ سریہ ۳۳ خالد رض بن ولید سوئے نجران، ربیع الثانی ۱۰ھ۔ سریہ ۳۴ علی رض سوئے یمن، رمضان ۱۰ھ سریہ ۳۵ اسامہ رض بن زید برائے شام دوشنبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ۔

سلاطین کے پاس خطوط صلح حدیبیہ کے بعد محرم ۷ھ مئی ۶۲۹ء میں آنحضور ﷺ نے سلاطین کے پاس بذریعہ قاصد دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، قیصر روم کے پاس دحیہ کلبی رض کو، کسریٰ خسرو پرویز شاہ ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ سہمی رض کو، نجاشی شاہ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری رض کو، مقوقس عزیز مصر و اسکندریہ کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رض کو، منذر بن ساوی شاہ بحرین کے پاس علاء بن حضرمی رض کو، شاہان عمان جیفر اور عبد پسران جلندی کے پاس عمرو بن العاص رض کو، رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے پاس سلیط بن عمرو رض کو، امیر دمشق حارث غسانی کے پاس شجاع بن وہب اسدی رض کو قاصد بنا کر بھیجا۔ ان سلاطین میں نجاشی شاہ حبشہ، منذر شاہ بحرین اور جیفر و عبد پسران جلندی شاہ عمان مشرف باسلام ہوئے۔

حج صدیق اکبر رض ۹ھ میں حج فرض ہوا تو آنحضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رض کو امیر بنا کر

ذوالقعدہ سنہ ۹ھ میں حج کیلئے بھیجا، یہ اسلام کا پہلا حج ہے، بعد میں حضرت علی کو بھی بھیجا کہ وہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور جن مشرکین سے کوئی معاہدہ ہے تو مدت معاہدہ کے بعد کوئی عہد و ذمہ نہیں رہے گا اور جن سے کوئی مدت معاہدہ نہیں انھیں چار ماہ کی مہلت ہوگی، چنانچہ اس کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرسکا۔ یہ حج دوشنبہ ۹ر ذوالحجہ سنہ ۹ھ مارچ سنہ ۶۳۱ء کو ہوا۔ اسی سال نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہوا، عبداللہ بن اُبی راس المنافقین کا انتقال ہوا، سود کی حرمت اور عورتوں سے لعان کا حکم نازل ہوا۔

عام الوفود فتح مکہ کے بعد ہی سے ہر طرف سے وفود بارگاہِ رسالت میں آکر مشرف باسلام ہونے لگے اور اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرتے، وفود کا زیادہ تسلسل سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ھ میں رہا اس لیے انہی دونوں سالوں کو عام الوفود کہا جاتا ہے۔ وفود کی تعداد پینتیس (۳۵) یا بقولِ بعض ساٹھ سے زیادہ ہے۔

حجۃ الوداع آنحضورؐ نے اعلان کرایا کہ امسال حج کا ارادہ ہے، شنبہ ۲۵ر ذوالقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آپؐ مدینہ سے روانہ ہوکر یکشنبہ ۴ر ذوالحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ جمعہ ۹ر ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ ۹ر مارچ سنہ ۶۳۲ء کو حج ادا فرمایا، آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ چودہ ہزار سے زیادہ حجاج تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی اشاعت چند سالوں میں کس پیمانہ پر ہوگئی تھی، اسی موقع پر دین کے مکمل ہونے کی آیت بھی نازل ہوئی، جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی بعثت کا مقصد مکمل ہوچکا۔ یہیں آپؐ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ یہ تمام احکام لوگوں تک پہونچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

جیش اُسامہؓ دوشنبہ ۲۶ر صفر سنہ ۱۱ھ کو آنحضورؐ نے اسامہؓ بن زید کی زیر قیادت

رومیوں کے مقابلہ میں اُنہی کیطرف جو مقام موتہ میں ایک جگہ کا نام ہے لشکر کشی کا حکم دیا (یہ لشکر آنحضور صلعم کی علالت کیوجہ سے مقام جُرف میں مقیم تھا جرف مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے) اس لشکر کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد ہی روانہ کیا جو چالیس دن میں کامیابی کے ساتھ واپس ہوا اور زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کا قاتل مارا گیا کیوں کہ امیر دمشق منذر بن حارث غسانی نے آنحضور صلعم کے قاصد کو قتل کر دیا تھا تو جمادی الاولی ۸ھ ستمبر ۶۲۹ء میں آپ صلعم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر تین ہزار کے لشکر کیساتھ بھیجا اور مقام موتہ میں شرجبیل کے ایک لاکھ رومی لشکر سے مزاحم ہوا، اس میں زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بارہ مسلمان شہید ہوئے تھے اس بنا پر آنحضور صلعم نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ تیار کیا تھا۔

سفر آخرت | چہار شنبہ ۲۸ صفر ۱۱ھ مئی ۶۳۲ء سے مرض کی ابتدا ، درد سر اور بخار سے ہوئی ، پنجشنبہ کو علالت کے باوجود اپنے دست مبارک سے نشان لشکر تیار کر کے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب مرض میں شدت ہو گئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لیکر دو شنبہ ۵ ربیع الاول کو حضرت عائشہ کے حجرہ میں منتقل ہو گئے۔ مسجد میں جانا بند ہو گیا، آنحضور صلعم نے ۸ ربیع الاول پنجشنبہ کو مغرب کی سب سے آخری نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر کو امامت کا حکم دیا انھوں نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں۔ بالآخر تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں بروز دو شنبہ دوپہر کیوقت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ۹ جون ۶۳۲ء کو آپ صلعم کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو بتیس (۳۲) گھنٹے کے بعد شب چہار شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۱ھ ۱۱ جون ۶۳۲ء کو اسی حجرہ میں جہاں وصال ہوا تھا تدفین عمل میں آئی۔ آنحضور صلعم کی تبلیغ و رسالت کے کل ایام ۸۱۵۶ ہوتے ہیں اور دنیوی زندگی کے کل ایام ۲۲۳۳۰-۶ گھنٹے ہو جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم

نزول قرآن شب قدر یوم جمعہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوی، ۱۷ اگست سنہ ۶۱۰ء میں جب آنحضورؐ کی عمر مبارک چالیس سال چند ماہ کی ہوئی تو غار حرا میں سب سے پہلی آیت اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ۔ نازل ہوئی۔ اور تیئیس ۲۳ سال تک حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر سنہ ۱۱ھ میں نزول قرآن ختم ہوا۔

بلحاظ نزول آیات و سور کی قسمیں ہجرت سے پہلے قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ مکی اور [ہجرت کے بعد جو نازل ہوا وہ مدنی ہے] کہلاتا ہے۔ یہی قول مشہور ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس کا نزول مکہ میں ہوا وہ مکی ہے اگرچہ ہجرت کے بعد ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا وہ مدنی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جس میں اہل مدینہ سے ہے وہ مدنی ہے۔

حفظ و کتابت قرآن چونکہ اہل عرب کا حافظہ نہایت قوی تھا اس لئے جتنا قرآن نازل ہوتا اسے آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ زبانی یاد کر لیتے تھے اور آپؐ بلحاظ ترتیب اس کا مقام بتا دیتے اور کسی کاتب کو بلوا کر لکھوا دیتے تھے۔

کاتبین وحی آنحضورؐ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کے لکھنے والے کثیر ہیں۔ سب سے پہلے کاتب وحی اُبی بن کعب ہیں۔ ان کے علاوہ درج ذیل ہیں۔

زید بن ثابت، خالد بن سعید، ابان بن سعید، علاء بن الحضرمی، معاویہ بن ابی سفیان، حنظلہ اسدی، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

جمع و ترتیب آنحضورؐ کے زمانہ میں پورا قرآن ایک جگہ جمع نہ تھا کیونکہ آپؐ کی زندگی میں اس کے نزول اور بعض احکام کے منسوخ ہونے کا انتظار باقی تھا۔ آپؐ

کی وفات کے بعد جب وحی کا سلسلہ بند ہوگیا اور جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ اگر اسی طرح آئندہ معرکوں میں قاریان قرآن مقتول ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائیگا اس لئے آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ جو کام آنحضورؐ نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں؟ حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ واللہ یہ بات بہتر ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کو شرح صدر ہوگیا اور حضرت زید بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم سمجھدار نوجوان اور کاتب وحی ہو قرآن کو تفتیش و تحقیق کر کے جمع کر دیجائے انھوں نے پوری جستجو کے ساتھ کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں کے ٹکڑے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ باوجود حافظ قرآن ہونے کے حضرت حضرت زید بن ثابت کسی سے بغیر دو شہادتوں کے قرآن کا کوئی حصہ تحریر نہ کرتے تھے یہ منقول صحیفہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ان کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس اور ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمر کے پاس بجنسہٖ محفوظ رہا۔

لغت قریش پر اجماع آرمینیہ اور آذر بائیجان کی معرکہ آرائی میں شامی اور عراقی دونوں شریک تھے۔ وہاں ان دونوں ملکوں کی قرأت کا اختلاف دیکھ کر حضرت حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس آکر عرض کیا کہ آپ امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کیطرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی بچا لیجئے۔ تو انھوں نے حضرت حفصہؓ کے یہاں سے مصحف صدیقی کو منگوا کر حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعد بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارثؓ کو حکم دیا کہ قرآن کریم کی نقول تیار کریں اور جہاں اختلاف قرأت ہو وہاں خاص قریش کی زبان میں لکھیں کیوں کہ انھیں کی زبان میں قرآن

نزل ہوا ہے چنانچہ اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں کو حضرت عثمان رضؓ نے ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہ رضؓ کے پاس بھیجدیا۔ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے

سورۃ آیات وغیرہ کی تعداد جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی تمام سورتیں ۱۱۴ ہیں اور ایک قول کے مطابق ۱۱۳ ہیں جبکہ "انفال" اور "براءۃ" دونوں کو ایک سورہ مانا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قرآن کی تمام آیتیں ۶۶۱۶ ہیں اور حروف کی تعداد ۳۲۳۶۷۱ ہے۔ الدانی کا قول ہے کہ آیات کے چھ ہزار ہونے پر علماء سلف کا اجماع ہے اور چھ ہزار سے زائد کی تعداد میں اختلاف ہے اس سلسلہ میں ۶۲۰۴ - ۶۲۱۴ - ۶۲۱۹ - ۶۲۲۵ - ۶۲۳۶ - ۶۲۵۰ - ۶۶۶۶ تک کے اقوال ہیں۔

قرآن کے کلمات کی تعداد میں بھی علماء کا اختلاف ہے، اسکے متعلق ۷۷۲۷۷ - ۷۷۴۳۷ - ۷۷۹۳۴ - ۸۶۴۲۰ وغیرہ اقوال ملتے ہیں۔ حروف کی تعداد ۳۲۰۲۶۷۰ مذکور ہے۔ تعداد کا اختلاف، کلمہ کی حقیقت، مجاز، تلفظ اور رسم الخط کے اعتبار سے ہوا۔ کسی نے شمار کرنے میں کسی کی رعایت کی کسی نے کسی کی۔

اعراب اور سیپارے ۸۶ھ میں گورنر عراق حجاج بن یوسف کے حکم سے نصر بن عاصم، یحیٰی، خلیل بن احمد وغیرہ نے حروف پر مروجہ اعراب اور نقطے لگائے اور اسی سنہ میں قرآن کو تیس پاروں میں اور ہر پارہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

علم تفسیر

تفسیر و تاویل کا لغوی معنیٰ | تفسیر تفعیل کے باب سے کشف و ایضاح یعنی کھولنے او
واضح کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ اس کا مادہ فسر الامر۔ باب نصر و ضرب سے بمعنیٰ واض
کرنا۔ ظاہر کرنا۔ تاویل بھی تفعیل سے ہے جس کی اصل آؤل ہے۔ نصر کے باب سے
بمعنی رجوع اور لوٹنا۔ تاویل آیت سے مراد اللہ کے کلام کو ایسے معنیٰ کی طرف پھیر
دینا جن کا وہ محتمل ہو۔

تفسیر کا اصطلاحی معنیٰ | "ھو علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن
ومدلولاتھا واحکامھا الافرادیۃ والترکیبیۃ ومعانیھا التی تحمل علیھا
حالۃ الترکیب وتتماتھا لذٰلک" یعنی تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظ قرآن
کی کیفیتِ نطق ان کے مدلولات اور احکام افرادیہ و ترکیبیہ اور ان معانی سے بحث
کی جاتی ہے جن پر بحالت ترکیب ان الفاظ کو محمول کیا جاتا ہے اور ان کے تتمات بھی
شامل تفسیر ہیں۔ تعریف میں لفظ علم بمنزلہ جنس تمام علوم کو شامل ہے۔ کیفیت نطق
کی قید سے علم قرارت، مدلولات الفاظ (معانی) کی قید سے علم لغت، احکام افرادی و تر
کی قید سے صرف و نحو بیان و بدیع، حالتِ ترکیب کی قید سے مدلولات حقیقیہ و مجازیہ
اور ان کے تتمات کی قید سے معرفت ناسخ و منسوخ، ظاہر و نص، توضیح قصص و
احکامات کی طرف اشارہ ہے۔

وجہ تسمیہ | اس علم سے الفاظ قرآن کے مدلولات کی تشریح اور معانی نظم کا کشف
و ایضاح ہوتا ہے یعنی اللہ کی کتاب کا سمجھنا، اس کے معانی کی وضاحت اور ا

احکام کا استخراج ہوتا ہے اس لئے اس کو تفسیر کہتے ہیں۔

تفسیر و تاویل میں فرق (۱) تفسیر ایسے لفظ کے بیان و ایضاح کا نام ہے جو صرف ایک پہلو کا حامل ہو۔ اور تاویل نام ہے مختلف معانی کے حامل لفظ کو کسی ایک معنی کی طرف لوٹانا (۲) تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔

تفسیر کا موضوع قرآن پاک ہے اس لحاظ سے کہ اس کے مقاصد و مطالب بیان کئے جائیں۔

تفسیر کی غرض و غایت تحصیل سعادت اور اجتناب شقاوت ہے۔

علم تفسیر کی فضیلت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا" حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خیر کثیر سے قرآن کی معرفت اور اس کی تفسیر مراد ہے۔ قرآن کی تفسیر کرنے والا ایک شہید کے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر کا جاننا فرض کفایہ ہے اور دینی علوم شرعیہ میں سے ایک بزرگ ترین علم ہے۔

تفسیر میں کون کون علوم ضروری ہیں تفسیر کے دو جز ہیں، ایک ناسخ و منسوخ و اسباب نزول کی معرفت، مقاصد آیات کی تشریح، الفاظ غریبہ کی توضیح، ابہام و اجمال کی تنقیح، تفسیر کا یہ حصہ نقل صحیح اور اقوال سلف سے متعلق ہے، متقدمین اسی کو تفسیر کہتے تھے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو صرف و نحو، بیان و معانی اور لغت وغیرہ علوم سے متعلق ہے جو حصہ اول کے مبادی ہیں۔ ان دونوں جزؤں کے لحاظ سے فن تفسیر میں صرف و نحو بیان و معانی، بدیع و لغت، فقہ و اصول فقہ، حدیث و اصول حدیث، قرارت

وکلام، تاریخ و رجال، زہد و رقاق، جدل و خلاف، سیرت و اسرار، حقائق و حساب وغیرہ سب کی ضرورت ہے۔

طبقاتِ مفسرین | مفسر اول تو خود آنحضورؐ ہیں آپؐ کے بعد صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین نے یہ فرض انجام دیا پھر ان کے فیض یافتہ علماء نے حسبِ ضرورت تفاسیر لکھیں جن کی تعداد آج ہزاروں سے متجاوز ہے۔

طبقۂ اولیٰ | صحابہ کرام میں فرقِ مراتب کے لحاظ سے دس اشخاص مشہور مفسر ہوئے چار خلفائے راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان میں حضرت علیؓ سے کثرت سے روایتیں منقول ہیں اور وہ خود فرماتے ہیں کہ بخدا کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھ کو یہ علم نہ ہو کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور زیادہ روایتیں منقول ہیں۔ وہ اپنے بارے میں بتاکید فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کن لوگوں کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے تو تفسیر میں ایک کبیر نسخہ ثابت ہے جس کی روایتیں اہم تفسیروں میں درج ہیں۔ رہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو وہ حبرِ امت اور ترجمان القرآن ہی ہیں چنانچہ تفسیر قرآن کے بارے میں آپ سے اتنی کثیر روایتیں آئی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا

طبقۂ ثانیہ | میں حضرات تابعین ہیں جنھوں نے بیشتر اقوال صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا۔ اس طبقہ کے مفسرین میں حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ (مولیٰ ابن عباس)، ضحاک بن مزاحم، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، قتادہ وغیرہ ہیں، ان میں

سب سے زیادہ مشہور حضرت مجاہد ہیں۔

طبقۂ ثالثہ | اس طبقہ میں تبع تابعین ہیں جو صحابہ اور تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ ان میں سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح، شعبہ بن الحجاج، اسحٰق بن راہویہ، ابن جریج، ابوالحسن مقاتل بن سلیمان مروزی وغیرہ ہیں۔

طبقۂ رابعہ | اس میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری، ابوالقاسم ابراہیم بن اسحٰق انماطی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان، ابن مردویہ، ابن المنذر وغیرہ مشاہیر امت ہیں۔ اول الذکر کی تفسیر ابن جریر طبری عظیم الشان تفسیر ہے۔

طبقۂ خامسہ | اس میں ابو محمد عبداللہ جوینی، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، ابوالحسن واحدی نیشاپوری وغیرہ ہیں۔

طبقۂ سادسہ | اس میں چھٹی صدی کے متاخرین یعنی ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی، ابوالقاسم حسین راغب اصفہانی، ابوحامد زین الدین محمد بن محمد غزالی، ابوجعفر محمد بن حسین بن علی طوسی، ابوالقاسم محمد بن عمر جاراللہ زمخشری وغیرہ ہیں۔

طبقۂ سابعہ | میں ابوعبداللہ محمد فخرالدین رازی، ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی مالکی، موفق الدین احمد بن یوسف موصلی، قاضی ناصرالدین عبداللہ بن عمر بیضاوی وغیرہ ہیں۔

طبقۂ ثامنہ | میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، ابوالفداء عمادالدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر قرشی، شرف الدین عبدالواحد بن المنیر، قطب الدین بن محمود بن مسعود شیرازی، شرف الدین حسن بن محمد طیبی وغیرہ ہیں۔

طبقۂ تاسعہ | اس طبقہ میں نویں صدی اور اس کے بعد کے مفسرین داخل ہیں۔

جلال الدین محمد بن احمد محلی، جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی، شیخ علی بن احمد بن حسن مہائمی، شہاب الدین دولت آبادی، علامہ سعد الدین تفتازانی، عبد الرحمٰن بن عمر بلقینی، ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی وغیرہ۔

علم اصولِ تفسیر

لغوی معنیٰ | اصول تفسیر میں مضاف اصولؔ، اصل کی جمع ہے جو فرع کی ضد ہے۔ اصلؔ کے معنیٰ بنیاد، قاعدہ، دلیل، نسب، جڑ، ماخذ، مصدر، منبع وغیرہ۔ باب کرم سے اس کا معنیٰ:۔ جڑ والا ہونا، جڑ پکڑنا، شریف الاصل ہونا۔ مضاف الیہ تفسیر باب تفعیل سے کشف و ایضاح یعنی کھولنا اور واضح کرنا۔ فَسَرَ باب نصر و ضرب سے واضح کرنا۔ ظاہر کرنا۔

اِصطلاحی تعریف | اصول تفسیر، ایسے قواعد کا جاننا ہے جنکو مستحضر رکھنے سے علیٰ وجہ الصحۃ نظم قرآن کے معانی مقصودہ کی تشریح اور احکام شرعیہ کا استنباط کیا جائے۔

وجہ تسمیہ | اس علم کے ذریعہ قرآنی الفاظ کے مدلولات کی تفصیل، شرح معانی نظم اور استخراج احکام شرعیہ کے قواعد معلوم ہوتے ہیں اس لئے اس علم کا نام اصول تفسیر ہے۔

موضوع | اس علم کا موضوع نظم قرآن ہی مگر علی الاطلاق نہیں بلکہ مذکور حیثیت کیساتھ

غرض و غایت | سنت نبویہؐ اور آثار صحابہؓ کے مطابق نظم قرآن سے احکام شرعیہ کے استخراج کا ملکہ حاصل کرنا، یعنی کلام اللہ کی مراد سمجھنے اور اس سے احکام دینیہ

کے استنباط میں خطا واقع ہونے سے بچا۔

تدوین اصول تفسیر | قرآن حکیم ایک مکمل قانون ہدایت، جامع اصول و کلیات اور صدہا علوم و فنون کا سرچشمہ ہے ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن ⁂ تقاصر عنہ افہام الرجال۔ چنانچہ اس سے متعلق تین سو سے زیادہ علوم و فنون مدون کئے گئے اور ہر فن پر مستقل کتابیں لکھی گئیں ان تمام علوم یا ان کے اکثر مجموعہ کو علوم القرآن یا اصول التفسیر کہا جاتا ہے۔ اسلام میں قرآن کریم سب سے پہلے کتابی صورت میں مرتب ہوا، اسی طرح اس کے علوم پر کام کا آغاز بھی سب سے پہلے ہوا۔ صحابی رسولؐ حضرت ابی بن کعب انصاریؓ متوفی ۱۹ھ نے فضائل قرآن لکھی۔ مشہور تابعی ابوالاسود دؤلی متوفی ۶۹ھ نے نقطِ مصاحف پر ایک رسالہ لکھا حضرت عکرمہ متوفی ۱۰۷ھ تلمیذ ابن عباسؓ نے قرآن کریم کے اسباب نزول پر کتاب لکھی۔ دوسری صدی میں ائمہ فن خلیل ابن احمد بصری متوفی ۱۷۰ھ، عبداللہ بن عامر یحصبی متوفی ۱۱۸ھ، ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ، مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ، حسین بن واقد مروزی متوفی ۱۵۷ھ، ابو عمارہ حمزہ بن حبیب کوفی متوفی ۱۵۸ھ، نافع بن عبدالرحمٰن مدنی متوفی ۱۶۹ھ وغیرہ نے قرآن کریم کے خاص خاص موضوع و مباحث پر مستقل تصنیفات لکھیں۔ اسی طرح تیسری صدی میں بھی علوم قرآن پر بہت کام ہوا۔ چوتھی صدی میں علاّ ابوبکر محمد بن خلف محولی متوفی ۳۰۹ھ نے ۲۷ جزوں میں کتاب "الحاوی فی علوم القرآن" اور حافظ احمد بن جعفر مشہور بہ ابن المنادی متوفی ۳۳۶ھ نے مختلف علوم قرآن پر تقریباً چار سو مستقل کتابیں لکھیں۔ علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے "فنون الافنان فی علوم القرآن"

تصنیف کی۔ علاّ بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے ۴۷ اقسام علوم قرآن پر مشتمل "البرہان فی علوم القرآن" نامی کتاب لکھی۔ علامہ بلقینی متوفی ۸۲۴ھ نے مواقع العلوم من مواقع النجوم" لکھی۔ علاّ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے نہایت اہم اور مشہور مقدمہ "الاتقان فی علوم القرآن" لکھا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے "الجواہر المصون والسر المرقوم" لکھی جس میں ہزاروں علوم قرآن پر تبصرہ کیا ہے۔ اس طرح علوم قرآن پر بہت سی کتابیں ہر صدی میں لکھی گئیں۔ بارہویں صدی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے ایک مختصر مفید اور جامع کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" لکھی۔

علمِ قرأت

لغوی معنیٰ | قرأت بروزن ہدایت مصدر ہے بمعنیٰ پڑھنے کی کیفیت۔ باب فتح و نصر سے قَرَأَ یَقْرَأُ قِرَاءَةً وَقُرْآنًا الکتاب: - پڑھنا۔

اصطلاحی معنیٰ | الفاظ قرآن دو طرح کے ہیں۔ ایک متفق علیہ جو تمام صحابہؓ سے ایک ہی طرح مروی ہیں۔ دوسرے مختلف فیہ جو لغات کے مختلف ہونے کیوجہ سے مختلف طرق سے نازل ہوئے۔ اس لئے علم قرأت اس علم کا نام ہے جس میں وہ الفاظ و مسائل بیان کئے جائیں جو باعتبار نزول کئی طرح سے آئے ہیں۔ بالفاظ دیگر جس میں اختلافات قرأت متواترہ مشہورہ کے اعتبار سے صور نظم قرآنی پر بحث کی جائے۔

موضوع | اس علم کا موضوع قرآن کریم کے الفاظ ہیں کیونکہ اس میں انھیں کے حالات تلفظ سے بحث کی جاتی ہے۔

و غایت | نظم قرآن کی تلاوت اور ضبط اختلافات متواترہ کے ملکہ کی تحصیل ہے۔

خیر القرون | آنحضورؐ جن جن وجوہ سے قرآن کریم پڑھتے آپؐ سے سنکر صحابہ کرامؓ
کے مطابق پڑھتے تھے تاہم درج ذیل حضرات کو اس سلسلہ میں امامت کا درجہ حاصل
خلفائے راشدین (۵) حضرت اُبیؓ بن کعبؓ (۶) حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی و
مع قرآن (۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۸) حضرت ابو الدرداء جامع قرآن (۹) حضرت
موسیٰ اشعریؓ (۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۱۱) حضرت ابو ہریرہؓ (۱۲) عبداللہ بن ابی السائب مخزومیؓ

تابعین | صحابہ کرامؓ سے پڑھنے والوں کے پانچ فرقے ہیں (۱) قراء مدنیین (۲) قراء
مکیین (۳) قراء کوفیین (۴) قراء بصریین (۵) قراء شامیین۔

مدنیین | (۱) سعید بن المسیب متوفی سنہ ۹۴ھ (۲) عمر بن عبد العزیز متوفی سنہ ۱۰۱ھ۔
(۳) عروہ بن زبیر بن العوام متوفی سنہ ۶۳ھ (۴) عطاء بن یسار متوفی سنہ ۱۰۳ھ (۵) ابو داؤد
عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج متوفی سنہ ۱۱۷ھ (۶) ابو بکر محمد بن مسلم زہری (۷) ابو عبداللہ مسلم بن جندب۔

مکیین | (۱) ابو عاصم عبید بن عمیر بن قتادہ (۲) عطاء بن ابی رباح قرشی متوفی سنہ ۱۱۵ھ
(۳) طاؤس بن کیسان یمانی متوفی سنہ ۱۰۶ھ (۴) مجاہد بن جبیر متوفی سنہ ۱۰۳ھ (۵) عکرمہ
مولیٰ ابن عباسؓ متوفی سنہ ۱۰۵ھ۔

قراء کوفیین | (۱) ابو شبل علقمہ بن قیس نخعی متوفی سنہ ۶۲ھ (۲) ابو عمرو اسود بن یزید نخعی
متوفی سنہ ۷۵ھ (۳) ابو مسلم عبیدہ بن عمرو کوفی متوفی سنہ ۷۲ھ (۴) ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل
ہمدانی (۵) ابو یزید ربیع بن خثیم کوفی (۶) ابو عبد الرحمن عبداللہ بن حبیب السلمی الضریر
متوفی سنہ ۷۴ھ (۷) ابو مریم زر بن حبیش متوفی سنہ ۸۲ھ (۸) ابو معاویہ عبید بن نضلہ
(۹) ابو عمران ابراہیم بن یزید نخعی متوفی سنہ ۹۶ھ (۱۰) ابو عمرو عامر بن شراحیل شعبی

متوفی سنہ ۱۰۵ھ ۔

قرار بصریین (۱) ابو العالیہ رفیع بن مہران رباحی متوفی سنہ ۹۶ھ (۲) ابو رجاء عمران بن تیم عطاردی متوفی سنہ ۱۰۵ھ (۳) نصر بن عاصم لیثی (۴) ابوسعید حسن بن ابی الحسن الیسار بصری متوفی سنہ ۱۱۰ھ (۵) ابوبکر محمد بن سیرین متوفی سنہ ۱۱۰ھ (۶) ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ سدوسی متوفی سنہ ۱۱۷ھ ۔

قرار شامیین ابوہاشم مغیرہ بن ابی شہاب عبداللہ بن عمرو مخزومی متوفی سنہ ۹۱ھ ۔ عبداللہ عامر آپ کے شاگرد ہیں ۔

قرار سبعہ مع رُوات فن قرارت میں صحابہ و تابعین کے بعد سات قاری مشہور ہوئے جن کی قرارتوں نے بہت زیادہ رواج پایا اور ہر ایک قاری کے دو دو راوی ہیں ۔ قرار سبعہ مع روات درج ذیل ہیں ۔

قاری یا راوی	نام مع ولدیت	مشہور نام	ولادت	وفات	مدفن
قاری اول	ابورویم نافع بن عبدالرحمٰن مدنی	نافع	۷۰	۱۶۹	مدینہ منورہ
راوی اول	ابوموسیٰ عیسیٰ بن مینا مدنی	قالون	۱۲۰	۲۲۰	״
راوی دوم	عثمان بن سعید القرشی مصری	ورش	۱۱۰	۱۹۷	قرافہ مصر
قاری دوم	ابومعبد عبداللہ بن کثیر العبدی مکی	ابن کثیر	۴۵	۱۲۰	مکہ معظمہ
راوی اول	ابوالحسن احمد بن محمد مکی	بزی	۱۷۰	۲۴۰	״
راوی دوم	ابوعمرو محمد بن عبدالرحمٰن مکی	قنبل	۱۹۵	۲۹۱	״
قاری سوم	ابوعمرو زبان بن العلاء بصری	ابوعمرو	۶۸	۱۵۵	کوفہ

ی یا راوی	نام مع ولدیت	مشہور نام	ولادت	وفات	مدفن
ی اول	ابو عمرو حفص بن عمر دوری	دوری	۱۵۰	۲۵۰	مکہ معظمہ
وی دوم	ابو شعیب صالح بن زیاد سوسی	سوسی	۱۷۲	۲۶۱	رقہ
ی چہارم	ابو عمران عبد اللہ بن عامر دمشقی	ابن عامر	۹	۱۱۸	دمشق
وی اول	ابو الولید ہشام بن عمار دمشقی	ہشام	۱۵۳	۲۴۶	〃
وی دوم	ابو عمرو عبد اللہ بن احمد دمشقی	ابن ذکوان	۱۷۳	۲۴۲	〃
ی پنجم	ابو بکر عاصم بن ابی النجود کوفی	عاصم	۰	۱۲۷	کوفہ یا سماوہ
ی اول	ابو بکر شعبہ بن عیاش کوفی	شعبہ	۹۵	۱۹۳	کوفہ
ی دوم	ابو عمرو حفص بن سلیمان کوفی	حفص	۹۰	۱۸۰	〃
ی ششم	ابو عمارہ حمزہ بن حبیب کوفی	حمزہ	۸۰	۱۵۶	حلوان
وی اول	ابو محمد خلف بن ہشام اسدی	خلف	۱۵۰	۲۲۰	بغداد
وی دوم	ابو عیسیٰ خلاد بن خالد شیبانی	خلاد	۰	۲۲۰	کوفہ
ی ہفتم	ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی	کسائی	۱۱۹	۱۸۹	رنبویہ
وی اول	ابو الحارث لیث بن خالد بغدادی	ابو الحارث	۰	۲۴۰	بغداد
وی دوم	ابو عمر حفص بن عمر دوری	دوری	۱۵۰	۲۵۰	مکہ معظمہ

علم تجوید

لغوی معنیٰ | باب تفعیل سے تجوید کا معنیٰ کسی چیز کو عمدہ بنانا، خوبصورت بنانا، سنوا
القاموس :- فن تجوید کے لحاظ سے پڑھنا۔ باب نصر سے جودۃ :- عمدہ ہونا، اچھا ہ
اصطلاحی معنیٰ | تجوید وہ علم ہے جس میں اصول کے مطابق تلاوتِ قرآن کی عمد
صحتِ تلفظ اور خوبصورتی سے پڑھنے کے قواعد بیان کئے جائیں۔

وجہ تسمیہ | اس علم میں وصل و وقف کی درستگی اور مخارج و صفات کی عمدگ
قرآن کو سنوار کر پڑھنے کے قواعد کا بیان ہوتا ہے اس لئے اس کا نام تجوید ہوا

موضوع | اس علم کا موضوع تلفظ و تلاوت نظم و نسق کی کیفیت ہے۔

غرض و غایت | صحت اور عمدگی سے قرآن عزیز کی تلاوت کرنا۔

تدوین قرارت و تجوید | خیر القرون میں قرارتیں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں۔ تیس
صدی میں تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا۔ ابو عبید قاسم بن سلام متوفیٰ ۲۲۴ھ
نے "کتاب القرارت" تصنیف کی۔ فن تجوید میں سب سے پہلے موسیٰ بن عبید ا
بغدادی متوفیٰ ۳۲۵ھ نے کتاب تصنیف کی۔ ان کے بعد قرارت و تجوید میں
بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں۔

علم حدیث

لغوی معنیٰ | لفظ حدیث، قدیم کی ضد ہے، خبر، ذکر، بات، بیان وغیرہ کے معنیٰ
جس کا مفہوم اردو میں گفتگو، کلام، بات وغیرہ ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف علم حدیث وہ علم ہے جس میں آنحضورؐ کے قول وفعل وتقریر سے بحث کیجائے۔ تقریر یہ ہے کہ آپؐ نے کسی کام کو دیکھکر یا کسی بات کو سن کر سکوت فرمایا تو اسے بھی جزو دین سمجھا جائے گا کیونکہ اگر وہ دین کے خلاف ہوتا تو آپؐ ضرور اس کی اصلاح فرماتے۔ عند البعض صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال بھی حدیث میں شامل ہیں۔

وجہ تسمیہ اس علم کے ذریعہ احکام دین کا صحیح بیان، نبی اکرمؐ اور آپ کے اصحاب کی باتیں اور ان کے طریق عمل کی سچی خبریں معلوم ہوتی ہیں اس لئے اس علم کا نام علم حدیث رکھا گیا۔ قرآن میں آپؐ کو حکم ہوا "واما بنعمۃ ربک فحدث"۔ آنحضورؐ کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں۔

موضوع علم حدیث کا موضوع نبی اکرمؐ اور آپ کے اصحابؓ کے اقوال وافعال وتقریرات ہیں۔

غرض وغایت باعتبار اتصال وانقطاع احادیث کی سند کے اقسام اور روایت کے احکام وآداب معلوم کرنا۔

کتابت حدیث ابتداء اسلام میں آنحضورؐ نے احادیث کے لکھنے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ قرآن وحدیث میں خلط ملط ہونے کا اندیشہ تھا اور اس وقت قرآن کریم جمع وکتابت کا زیادہ اہتمام تھا۔ بعد میں جب یہ اندیشہ جاتا رہا تو کتابت حدیث کی اجازت مل گئی۔ متعدد مواقع پر آنحضورؐ کا ضروری احکام وہدایات لکھوانا ثابت ہے

عہد رسالت میں احادیث کے مجموعے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ایک ہزار حدیثیں جمع کیں اور اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مجموعہ لکھا تھا۔ حضرت علیؓ نے ایک صحیفہ مرتب کیا تھا۔ حضرت انسؓ، حضرت سعد

بن ربیع انصاریؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ، حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمیؓ
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ نے بھی حدیثیں لکھی تھیں۔ آنحضورؐ نے بھی کبھی کبھی
احکامات تحریر کرا دیا تھا جیسے کتاب الصدقہ تحریر کرا کے محصلین زکوٰۃ کے پاس روانہ کی
گئیں، عمرو بن حزم حاکم یمن کو ایک تحریر لکھا دی جس میں فرائض، صدقات، دیات، طلا
عتاق، صلوٰۃ وغیرہ کے احکام تھے۔ معاذ بن جبلؓ کو ایک تحریر بھیجی، وغیر ذلک۔

عہدِ خلافت راشدہ میں حضرت ابوبکرؓ نے پانسو حدیثوں کا مجموعہ مرتب کیا۔ حضرت ابن
عباس نے حضورؐ کے حالات لکھے اور ایک مجموعہ مرتب کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے
کتاب الفرائض مرتب کی۔ امام حسنؓ نے حدیثیں جمع کیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے
ایک مجموعہ مرتب کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دفتر تھا جس میں ۲۴۷ حدیثیں
لکھی ہوتی تھیں وغیر ذالک۔

تدوین حدیث صحابہ کرام کے تحریر کردہ احادیث کے ذخیرے فنی حیثیت سے مرتب و
مدون نہ تھے۔ صفر سنہ ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے تمام
ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔
قاضی مدینہ ابوبکر بن عمرو بن حزم متوفی سنہ ۱۱ھ کو فرمان بھیجا کہ رسول اللہ صلعم کی حدیث
اور سنت سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہو جانے
کا خوف ہے۔ چنانچہ ان کے حکم سے ائمہ کبار تابعین نے جمع و تدوین حدیث کا دروازہ
کھولا۔ امام زہری، امام شعبی، امام مکحول اور قاضی ابوبکر بن حزم کی تصنیفات اسی
دور کی ہیں۔ دوسری صدی میں اس سلسلہ میں اتنی وسعت و ترقی ہوئی کہ احادیث
مرفوعہ، آثار صحابہ اور تابعین کے اقوال و فتاوی ایک ایک کرکے مدون کر دیئے گئے۔

امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے بعد والوں کیلئے ترتیب وتبویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کردیا اس کے بعد مؤطا امام مالک، جامع سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ کی کتاب الزہد والرقائق، مؤطا امام محمد، سلیمان بن داؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ کی مسند ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ کی مصنف عبدالرزاق، عبداللہ بن الزبیر قریشی حمیدی متوفی ۲۱۹ھ کی مسند حمیدی، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ کی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ تصنیف ہوئیں۔ تیسری صدی میں علم حدیث کا فن ترقی کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ محدثین وطالبین حدیث نے دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا، شہر شہر اور قریہ قریہ میں پہنچکر تمام منتشر اور پراگندہ روایتوں کو یکجا کیا۔ مسند حدیثیں الگ کی گئیں، صحت سند کا التزام کیا گیا، اسماء الرجال کی تدوین ہوئی، جرح وتعدیل کا مستقل فن بنا۔ صحاح ستہ جیسی اہم کتابیں تصنیف ہوئیں اور دیگر بہت سی کتابیں وجود میں آئیں۔

اقسام تصانیف کتب حدیث کی درج ذیل مختلف قسمیں ہیں۔

جامع وہ کتاب ہے جس میں ۱ سیر ۲ آداب ۳ تفسیر ۴ عقائد ۵ فتن ۶ احکام ۷ اشراط ۸ مناقب جملہ آٹھوں اقسام کی حدیثیں جمع ہوں جیسے جامع صحیح بخاری۔

سُنن حدیث کی وہ کتاب جو فقہی ترتیب پر مرتب کی گئی ہو جیسے سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

مسند وہ کتاب جس میں ترتیب سے ایک ایک صحابی کی احادیث جمع کی گئی ہوں۔ صحابہ کی ترتیب خواہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا سبقت اسلام کے اعتبار سے یا فضیلت وغیرہ کے اعتبار سے جیسے مسند ابوداؤد طیالسی، مسند امام احمد وغیرہ۔

معجم وہ کتاب ہو جس میں ایک ایک استاذ کی مرویات ترتیب سے مذکور ہوں۔ ترتیب اساتذہ باعتبار حروف تہجی ہو یا وفات کے اعتبار سے یا فضیلت وغیرہ کے اعتبار سے جیسے امام طبرانی کی معجم اوسط، معجم صغیر، معجم کبیر

مُستدرک | وہ کتاب ہے، جس میں ان حدیثوں کو جمع کیا گیا ہو جو کسی مصنف کی شرائط کے مطابق ہونے کے باوجود اس سے قصداً یا سہواً چھوٹ گئی ہوں جیسے مستدرک حاکم علی الصحیحین۔

مُستخرج | وہ کتاب جس میں کسی کتاب کی احادیث اس کے مؤلف کے علاوہ اپنی سند سے ذکر کی گئی ہوں، یہ سند مؤلف کے شیخ یا اس کے اوپر جاکر ملتی ہو جیسے المستخرج علی صحیح مسلم لابی عوانہ۔

کتاب العلل | وہ کتاب جس میں احادیث معلولہ جمع کر کے ان کے عِلَل بیان کئے گئے ہوں جیسے کتاب العلل الامام مسلم وکتاب العلل للترمذی۔

جزء | وہ کتاب جس میں ایک صحابی یا کسی ایک شیخ یا کسی ایک مسئلہ سے متعلق حدیثیں جمع کی جائیں جیسے جزء ابی بکر، جزء رفع الیدین، جزء القراءۃ۔

اربعین | جس میں چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہوں خواہ ایک مسئلہ سے متعلق یا چند مسائل سے۔

علم اصول حدیث

اصطلاحی تعریف | ایسے اصول وقواعد کا جاننا جن کے ذریعہ سند ومتن کے احوال باعتبار رد وقبول معلوم ہوں۔

موضوع | اصول حدیث کا موضوع سند ومتن ہے مقبول ومردود ہونیکے اعتبار سے

غرض وغایت | اقوال غیر سے حدیث کی حفاظت اور باعتبار صحت وضعف درجات حدیث کو معلوم کرنا۔

تدوین دیگر علوم کیطرح علم حدیث کیلئے بھی اصول وضوابط کی ضرورت تھی تاکہ حدیث کی صحت وسقم معلوم ہوسکے۔ بالخصوص جبکہ بدعات، الحاد وزندقہ، فرقہ بندی، تدلیس ووضع حدیث وغیرہ کے زبردست فتنے برپا ہوئے تو علم حدیث کی تکمیل وترتیب اور حفاظت ونصرت کیلئے تقریباً سو علوم ایجاد ہوئے جو مستقل فن کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے علم الروایہ، علم الدرایہ، علم اسماء الرجال، علم الجرح والتعدیل، علم الموضوعات وغیرہ۔ علم اصول حدیث:۔ ان میں ایک اہم علم ہے اس فن میں سب سے پہلے ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی متوفیٰ ۳۶۰ھ نے المحدث الفاصل لکھی جو غیر مکمل تھی پھر حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری متوفیٰ ۴۰۵ھ نے معرفۃ علوم حدیث نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کی تکمیل کیلئے ابو نعیم اصفہانی متوفیٰ ۴۳۰ھ نے اس میں اضافہ کیا۔ خطیب بغدادی متوفیٰ ۴۶۳ھ نے الکفایہ اور الجامع لآداب الشیخ والسامع۔ قاضی عیاض متوفیٰ ۵۴۴ھ نے الالماع۔ ابو حفص میانجی نے مالا یسع المحدث جہلہ تصنیف کیں پھر ان سب کتابوں کے مجموعہ سے ابن الصلاح متوفیٰ ۶۴۳ھ نے ۶۵ اصطلاحات درج کرکے اس فن کا ایک بہترین مجموعہ مرتب کیا جو مقدمہ ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے۔ اس مقدمہ کی تلخیص امام نووی متوفیٰ ۶۷۶ھ نے تقریب کے نام سے لکھی۔ علامہ سیوطی متوفیٰ ۹۱۱ھ نے اس کی شرح تدریب لکھی۔ زین الدین عراقی متوفیٰ ۸۰۶ھ نے اس مقدمہ کو الفیہ کے نام سے منظوم کیا جس کی شرح فتح المغیث کے نام سے حافظ شمس الدین سخاوی متوفیٰ ۹۰۲ھ نے کی۔ پھر اس فن میں سید شریف جرجانی متوفیٰ ۸۱۶ھ نے مختصر الجرجانی تصنیف کی، اس کی شرح ظفر الامانی مولانا عبدالحئی متوفیٰ ۱۳۰۴ھ نے کی۔ مقدمہ ابن الصلاح کا بہترین خلاصہ حافظ

ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے نخبۃ الفکر کے نام سے لکھا جو داخلِ درس ہے۔

اقسامِ حدیث حدیث کی دو قسمیں ہیں، متواتر اور آحاد، حدیث کی اکثر قسمیں آحاد کے تحت ہیں۔

متواتر جس کے راوی ہر دور میں اتنی کثرت سے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً ناممکن ہو۔

آحاد جس کے راویوں کی تعداد حدِ تواتر کو نہ پہنچے۔ آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ مشہور، عزیز، غریب

مشہور جس کے راوی کسی طبقہ میں تین سے کم نہ ہوں۔ اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

عزیز جس کے راوی کسی طبقہ میں صرف دو ہوں اگرچہ دوسرے دور میں دو سے زیادہ ہوں۔

غریب جس کے راوی کسی زمانہ میں ایک ہی رہے ہوں۔ خبر متواتر سے علم الیقینی اور آحاد سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔

آحاد کی دو قسمیں مقبول، مردود۔ مقبول وہ ہے جس میں راوی کی راستی وصدق معلوم ہو۔

مردود جس میں راوی ثقہ نہ ہو یا اسکے صدق وراستی کا علم نہو۔ مقبول کی دو قسمیں ہیں صحیح، حسن۔

صحیح لذاتہ جس کی سند متصل ہو، تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں نیز شاذ اور معلل نہ ہو۔

صحیح لغیرہ جس میں تمام راوی تام الضبط نہ ہوں مگر یہ کمی دوسرے طرق سے دور ہوجاتی ہو۔

حسن لذاتہ جس میں صحیح کی تمام شرطیں موجود ہوں مگر کسی راوی کے حافظہ میں کچھ کمی اور اس کی تلافی بھی نہ ہوسکی ہو۔

حسن لغیرہ جس میں کسی طرح کا ضعف ہو مگر وہ تعدد طرق سے دور کردیا گیا ہو (صحیح اور حسن دونوں حجت ہیں اور عمل میں برابر ہیں)

حسن صحیح جو حدیث دو سندوں سے مروی ہو، ایک کے اعتبار سے حسن اور دوسری کے اعتبار سے صحیح ہو۔

ضعیف جو صحیح اور حسن کے خلاف ہو۔ حدیث کے ضعیف و مردود ہونے کی دو بنیادی وجہ ہیں ایک سند کے اندر سقوط وانقطاع، دوسرے راوی کا ضبط یا عدالت کے اعتبار سے مجروح ہونا۔ اقسامِ ضعیف۔

منقطع	جس کی سند میں سے کوئی راوی چھوٹا ہو۔ کبھی غیر متصل پر منقطع کا اطلاق ہوتا ہے۔
مُعلّق	جس کی سند کے شروع کا راوی یا متواتر کئی راوی یا پوری سند محذوف ہو۔
مرسل	جس کی سند انتہا رسے ساقط ہو یعنی صحابی کا ذکر نہ ہو اور تابعی کہے کہ رسول ؐ نے یہ فرمایا۔
مُعضَل	جس کی سند کے درمیان سے مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
مُدلّس	جس میں راوی اپنے شیخ کا نام چھوڑ کر اوپر کے شیخ سے روایت کرے جس سے یہ حدیث سنی نہیں ہے۔
موضوع	جس کا کوئی راوی جھوٹا ہو کبھی خود ساختہ حدیث کی نسبت آنحضور ؐ کیطرف کر چکا ہو۔
متروک	جس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔
منکر	جس کا راوی فاسق یا بدعتی یا بکثرت غلطیاں کرنیوالا یا روایت سننے میں بہت غفلت برتنے والا یا کثیر الوہم ہو یا سچے لوگوں کے مخالف اس کی روایت ہو۔
مُدرج	جس میں راوی نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث میں شامل کر دیا ہو۔
مُضطرب	جس میں راویوں نے سند یا متن میں اختلاف کیا ہو۔
مُعلّل	جس میں کوئی علت پوشیدہ ہو جو صحتِ حدیث میں خرابی پیدا کرتی ہو۔
شاذ	جو معتمد لوگوں کی روایت کے خلاف ہو اور اگر ثقہ راوی ضعیف راوی کے خلاف روایت کرے تو معروف ہے۔
مُعنعن	جو حدیث عن فلاں عن فلاں کے ساتھ روایت کی گئی ہو۔
متصل	جس کی سند میں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو۔
مرفوع	جس حدیث کا سلسلہ آنحضور ؐ تک بلا انقطاع پہنچتا ہو۔
موقوف	جس قول و فعل یا تقریر کی نسبت کسی صحابی کیطرف ہو۔
مقطوع	جس کا سلسلہ کسی تابعی پر جا کر ختم ہو جائے۔

اثر | صحابی کا قول وفعل۔ کبھی کبھی حدیث اور اثر ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں۔

متن | حدیث کی اصل عبارت یعنی فرمان نبوی۔ سند:۔ حدیث کے راویوں کا سلسلہ۔

صحابی | جس نے بحالت ایمان آنحضورؐ سے ملاقات کی اور ایمان پر خاتمہ ہوا۔

تابعی | جو بحالت ایمان کسی صحابیؓ سے ملا اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

تبع تابعی | جس نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی اور ایمان ہی پر وفات پائی۔

مُخضرَم | جسے جاہلیت و اسلام دونوں زمانہ ملا اور عہد نبوی میں اسلام لایا مگر آنحضورؐ سے ملاقات نہ ہو سکی

القاب اصحاب حدیث | راوی یا مسند:۔ جسکو صرف حدیث کی روایت کرنے سے تعلق ہو۔

محدث | جو روایت حدیث کے ساتھ اس کی درایت وتحقیق میں بھی مشغول ہو۔

حافظ | جس کو سند کے ساتھ ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حجت | جس کو مع سند تین لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حاکم | جس کو تمام حدیثیں متن و سند اور احوال رواۃ کے ساتھ معلوم ہوں۔

علم اسماء الرجال

یہ علم راویانِ حدیث کی سوانح عمری یا تاریخ ہے۔ اس میں راویوں کے نام، حسب ونسب، قوم ووطن، علم وفضل، دیانت وتقویٰ، ذکاوت وحفظ، صحت ومرض، ولادت ووفات وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔ بغیر اس علم کے حدیث کی جانچ مشکل ہے اس کے ذریعہ ائمہ حدیث نے مراتب احادیث ورُوات کا پتہ لگایا اور بہت سی

کات و مشکلات کو حل کیا ہے۔ اس فن کے متعلق مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے "کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری نہ آج تک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے"

علمِ فقہ

لغوی معنیٰ | فقہ کا لغوی معنیٰ کسی چیز کو جاننا ہے، پھر یہ علم شریعت کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ باب سَمِعَ فَقَهًا، باب کَرُمَ فَقَاهَةً: جاننا، فقیہ ہونا۔ باب سمع فِقْهًا: کسی چیز کا جاننا، سمجھنا۔ باب کرم فَقُهًا: علم میں غالب ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ | فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے جو احکام کی ادلۂ مفصلہ سے حاصل ہو۔ احکامِ فرعیہ وہ ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور احکام اصلیہ وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے۔ احکام کی ادلۂ مفصلہ: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس ہیں۔

موضوع | مکلف آدمی کا فعل و عمل ہے جس کے احوال سے اس علم میں بحث ہوتی ہے۔ مکلف کی قید سے مجنون اور نابالغ کے افعال خارج ہو گئے۔

غرض و غایت | سعادت دارین کی ظفر یابی۔ یا احکام شرعیہ کے موافق عمل کرنے کی قوت پیدا کرنا ہے۔

فقہ کی بنیاد | اَلْفِقْهُ زَرَعَهُ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَعَجَنَهُ اَبُوْيُوْسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ فَسَائِرُ النَّاسِ يَاْكُلُوْنَ مِنْ خُبْزِهٖ۔ (ترجمہ) زراعتِ فقہ کی تخم ریزی کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اور اس کی سیرابی کی حضرت علقمہؒ نے اور اس کاشت کو کاٹا حضرت ابراہیم نخعیؒ نے

اور اسکی ریاست کیا حضرت حمادؒ نے اور اس کو باریک پیسا حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اور اسی آٹے کو گوندھا حضرت امام ابویوسفؒ نے اور اس کی روٹی پکائی حضرت امام محمدؒ نے پھر سارے لوگ اس روٹی سے تناول کرتے ہیں۔

قدرے وضاحت کیلئے مذکورہ بالا حضرات کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے، ساٹھ برس سے زائد عمر میں بعہد عثمانؓ ۳۲ھ میں وفات پاکر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ سب سے پہلے استنباط فروع میں کلام کرنے والے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ہی آنحضورؐ نے انکو اپنے پاس رکھ لیا اور فرمایا کہ تمہیں اندر آنے کیلئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں جب چاہو پردہ ہٹاکر چلے آیا کرو اور ہماری ہر قسم کی باتیں سنو۔ انھوں نے سرکار کی خدمتِ عالیہ کو لازم پکڑ لیا اور ہمہ وقت حاضر رہ کر علوم نبوت سے دامنِ مراد بھرا۔ صحابۂ کرامؓ انکو خاندانِ نبوت کا ایک فرد سمجھنے لگے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کا فرمان ہے کہ ابن مسعودؓ کے سوا کوئی صحابی آنحضورؐ کے اخلاق و اعمال و سیرت کے اعتبار سے اشبہ نہیں ہے۔ آنحضورؐ نے اپنی حیات میں ان کو درس و تعلیم کی اجازت دیدی اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ قرآن و حدیث اور مسائل ابن مسعودؓ سے حاصل کرو۔

حضرت مسروق تابعیؒ کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا علم چھ اصحاب میں منحصر ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ، اُبیؓ اور زیدؓ پھر ان چھ کا علم محصور ہے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں۔

حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی فقیہ عراق آنحضورؐ کی حیات میں پیدا ہوئے اور ۶۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ،

ابو الدرداءؓ، سعدؓ، حذیفہؓ، عائشہؓ وغیرہم کے علوم سے فیضیاب ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مسند تعلیم و رشد پر بٹھائے گئے، جس طرح ابن مسعودؓ آنحضور صلعم کے علوم، اعمال اور اخلاق و عادات کا نمونہ تھے اسی طرح ان امور میں حضرت علقمہ ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے۔ ابو المثنیٰ کا قول ہے کہ جس نے ابن مسعودؓ کو نہ دیکھا ہو وہ علقمہ کو دیکھ لے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ جب علقمہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ پڑھا اور جو مجھے آتا ہے وہ سب علقمہ پڑھ چکے اور ان کو آگیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی کوفی فقیہ عراق | ولادت ۵۰ھ وفات ۹۶ھ

چند صحابہ کرامؓ کی زیارت سے مشرف تھے۔ خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ میں ہے کہ ابراہیم سے زیادہ عالم بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں کوئی نہ تھا۔ ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ بھی علم میں ان سے زیادہ نہ تھے۔ تہذیب التہذیب میں ابو المثنیٰ سے منقول ہے کہ علقمہؒ فضل و کمال و اعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہیں اور ابراہیم نخعیؒ تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں چنانچہ علقمہ کے بعد ان کی مسند علم پر ابراہیم نخعی بیٹھے۔

حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی فقیہ عراق | وفات ۱۲۰ھ انھوں نے حضرت انسؓ اور محدثین عظام زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، عکرمہ، ابو وائل، حسن بصری، عبد الرحمٰن بن بریدہ، عبد الرحمٰن بن سعید اور علامہ شعبیؒ سے روایت کی۔ ان کے شاگردوں میں بھی عاصم، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام اور ہشام وغیرہ بڑے بڑے ائمہ فن حدیث پیدا ہوئے۔ امام بخاری و مسلم نے بھی ان سے روایت کی۔ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی کی حدیثوں کا واقف حماد سے زیادہ کوئی نہ تھا۔

ان کے شاگردوں میں سب سے افقہ یہی تھے اس لئے ابراہیم کے بعد ان کی مسند علم پر یہی بیٹھائے گئے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ولادت ۸۰ھ ۶۹۹ء وفات ۱۵۰ھ ۷۶۷ء ۔ آپ حضرت حماد سے حدیث و فقہ حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے ۔ آپ نے چار ہزار شیوخ سے احادیث حاصل کیں ۔ اتنے ہی شیوخ سے عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی حاصل کی تھیں تو ان کو محدثین نے بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا اور خود انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظم کا لقب دیا۔

تدوین فقہ حنفی مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحبؒ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا کیونکہ صحابہؓ وتابعینؒ نے علم شریعت میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا لیکن امام صاحب نے صحابہ وتابعین کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی اور اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس کو تدوین فقہ کیلئے منتخب کیا جو سب اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلہ محدثین کے شیخ الشیوخ تھے ۔ ان چالیس کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاء بھی اکثر اوقات حدیثی و فقہی بحثوں کو سننے اور ان میں اپنے اپنے علم وصوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔

موفق ص۳۹ میں ہے کہ امام صاحب چار ہزار اساتذہ سے فقہ حدیث کی تکمیل کر کے جب مسند درس پر بیٹھے تو ایک ہزار شاگرد جمع ہو گئے ان میں سے چالیس کو تدوین فقہ کیلئے منتخب کیا ۔ دنیا کی بے نظیر شورائی طرز کی مجلس تدوین فقہ

سال سے زیادہ تک پورے شد و مد سے جاری رہی۔ ابوہاشم کوفی ہمدانی کی
یت ہے دانکو امام صاحب کی صحبت ملی ہے۔ کہ امام صاحب مجلس تدوین میں جب
سند علم پر بیٹھتے اور خصوصی ارکان مجلس آپ کے گرد بیٹھ جاتے اور کسی مسئلہ
شروع ہوتی اثنار بحث میں آوازیں بھی بلند ہوجاتی تھیں لیکن جب امام صاحب
فرماتے توسب خاموش ہوجاتے تھے آپ پوری تحقیق فرمالیتے توسب مل کر اسکو
بط کرلیتے تھے پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد دوسرے مسئلہ کو شروع کرتے تھے۔
صاحب نے تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل وجزئیات کو منقح کراکے انکو ابواب
پر مرتب کرایا جن سے کتاب الفرائض، کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں۔

مجلس تدوین فقہ حنفی کے چالیس۴۰ ارکین

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بغدادی ولادت ۱۱۳ھ / ۷۳۱ء وفات ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء
۹ ابرس امام اعظم کی خدمت میں رہے اور (۱۷) سترہ برس قاضی القضاۃ رہے
شخص ہیں جنھوں نے امام ابوحنیفہ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہونچایا،
فقہ کی کتابیں لکھیں۔ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگئے تھے تو امام صاحب نے فرمایا۔
ن مرگیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائیگا" ایک بار امام صاحب نے فرمایا
۳ مرد ہیں ان میں ۱۸ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چند فتویٰ دینے کی اور
ابویوسفؒ وزفرؒ قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں۔" امام صاحب کی وفات تک
باً ۲۹ برس تدوین فقہ کے کام میں مشغول رہے۔ امام ابو یوسفؒ کے بعض
ور تلامذہ یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام محمدؒ، حسن بن زیاد لولوئیؒ، شقیق بن ابراہیم

بلخیؒ، جعفر بن یحییٰ برمکیؒ، احمد بن منیع شیخ امام بخاریؒ، علی بن المدینیؒ، فضیل بن عب
وکیع بن الجراحؒ، ہشام بن عبدالملک، ابوالولید طیالسیؒ، ہلال بن یحییٰ الرائیؒ
بن معین وغیرہ۔

(۲) امام محمد بن حسن شیبانی ولادت ۱۳۲ھ ۷۴۹ء وفات ۱۸۹ھ ۸۰۴ء اصلی مسکن جزیرہ ش
ولادت واسط میں ہوئی پھر والدین مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے۔ یہیں آپ
کی تربیت و تعلیم ہوئی۔ چودہ برس کی عمر میں امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر چار
تک علم حاصل کیا امام صاحبؒ کی رحلت کے بعد امام ابویوسفؒ سے تکمیل کی۔ امام
سے تین سال مدینہ میں رہ کر استفادہ کیا اور مؤطا امام محمد کو مرتب کیا ان کے عل
امام زفر، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ، سفیا
بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک وغیرہ آپ کے شیوخ حدیث میں سے ہیں اور تلامذ
سے بعض کے نام یہ ہیں امام شافعی، علی بن معبد، اسد بن فرات، یحییٰ بن معین
موسیٰ بن سلیمان، قاسم بن سلام وغیرہ۔

امام ذہبی کا قول ہے کہ "امام ابویوسفؒ کے بعد ملک عراق میں فقہ کی اما
امام محمدؒ پر ختم ہوئی۔" آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار تک بتائی جاتی ہیں
کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے اندر بیٹھے رات دن لکھتے رہتے تھے۔ نقل کتب پر
رومی عورتیں مامور تھیں۔ ایک بڑے ادارہ کے برابر آپ نے تصنیفی خدمت
انجام دی۔ عرصہ دراز تک آپ کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں
متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے تھے۔ انھیں کتابوں کی
میں دیگر ائمہ مذاہب کی کتابیں حجت اور ام وغیرہ تالیف ہوئیں۔ بیس برس کی ع

۲۶۱

رس دینا شروع کر دیا تھا۔

م زفر بن الہذیل بن قیس عنبری بصری | ولادت بہ اصبہان سنہ ۱۱۰ھ دفات

بان سنہ ۱۵۸ھ بیس برس سے زیادہ امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں رہے۔ امام اعظمؒ

ن کے بارے میں فرمایا کہ یہ ائمۃ المسلمین میں سے بڑے امام اور دین کے نشانوں

سے ایک نشان ہیں اور ایک بار امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ کے بارے میں فرمایا کہ

نوں ارباب قضا و اصحاب فتویٰ کی تربیت و سرپرستی کر سکتے ہیں چنانچہ امام زفرؒ

ث و فقہ اور استنباط میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے درجہ میں تھے۔

م مالک بن مغول بجلی حنفی متوفی سنہ ۱۵۹ھ | شیخ امام بخاری و مسلم و اصحاب سنن اور

سے سب نے روایت حدیث کی ہے۔

م داؤد بن نصیر طائی کوفی متوفی سنہ ۱۶۰ھ | بیس برس امام اعظم سے استفادہ کیا۔ سفیان

عیینہ اور ابن علیہ آپ کے شاگرد ہیں۔

م مندل بن علی کوفی | ولادت سنہ ۱۰۲ھ، دفات سنہ ۱۶۸ھ۔ محدث، صدوق، فقیہ فاضل

کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔

م نصر بن عبد الکریم متوفی سنہ ۱۶۹ھ | محدث، فقیہ، تلمیذ امام اعظم تھے۔ سفیان ثوری

ہ نے آپ سے روایت کی۔

عمرو بن میمون بلخی متوفی سنہ ۱۷۱ھ | امام ترمذی کے شیخ ہیں، بیس برس تک بلخ کے قاضی رہے۔

م حبان بن علی متوفی سنہ ۱۷۲ھ | ابن ماجہ میں ان سے روایت ہے۔ امام مندل کے چھوٹے بھائی ہیں۔

م ابو عصمہ نوح بن ابی مریم جامع متوفی سنہ ۱۷۳ھ | سب سے پہلے امام صاحب کی فقہ جمع

شروع کیا۔ مرو اور خراسان کے قاضی تھے۔

(۱۱) امام زہیر بن معاویہ | ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۷۳ھ - اصحاب صحاح ستہ اور یحی
وغیرہ کے شیخ ہیں -

(۱۲) امام قاسم بن معن متوفی ۱۷۵ھ | حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ ا
سنن وغیرہ کے استاد ہیں -

(۱۳) امام حماد بن ابی حنیفہ متوفی ۱۷۶ھ | امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن
وغیرہ کے طبقہ میں تھے -

(۱۴) امام حیاج بن بسطام متوفی ۱۷۷ھ | بغداد میں ایک لاکھ آدمی آپکے درس میں حدیث لکھتے

(۱۵) امام شریک بن عبد اللہ کوفی متوفی ۱۷۷ھ | آپ سے عبد اللہ بن مبارک اور یحی بن سعید
نے روایت کی - شہر واسط پھر کوفہ کے قاضی ہوئے -

(۱۶) امام عافیہ بن یزید القاضی متوفی ۱۸۰ھ | نسائی نے آپ سے روایت کی تخریج کی - مدت
کوفہ میں قاضی رہے -

(۱۷) حضرت عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ | ان کی امامت پر سب کا اتفاق ہے - کتابوں میں
کی بیس ہزار احادیث موجود ہیں -

(۱۸) امام ابو محمد نوح بن دراج نخعی کوفی متوفی ۱۸۲ھ | کوفہ و بغداد کے قاضی رہے - ا
ماجہ نے آپ سے باب التفسیر میں تخریج کی -

(۱۹) امام ہشیم بن بشیر سلمی واسطی متوفی ۱۸۳ھ | رجال صحاح ستہ میں سے ہیں بقو
عبد الرحمن بن مہدی سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں -

(۲۰) امام ابو سعید یحی بن زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی کوفی متوفی ۱۸۲ھ | تدوین فقہ میں تیس
تک مسائل مدونہ لکھتے رہے - امام صاحبؒ کے چالیس اصحاب میں عشرہ متقدمین میں سے

بغداد میں ایک مدت تک درس دیا۔ مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۹۲ برس عمر پائی۔ آپکے تلامذہ میں امام احمدؒ، ابن معین، قتیبہ، حسن بن عرفہ، ابوبکر بن شیبہ وغیرہ ہیں۔

(۲۱) امام فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۶ھ | اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں سبنے آپ سے تخریج کی۔ امام شافعی، یحیٰ القطان وغیرہ شاگرد ہیں۔

(۲۲) امام اسد بن عمرو بن عامر بجلی کوفی متوفی ۱۸۸ھ یا ۱۹۰ھ | عشرہ متقدمین میں سے ہیں۔ طویل مدت تک امام صاحبؒ کی خدمت میں رہے۔ تیس سال تک مسائل فقہ لکھا۔ امام صاحبؒ کی کتابوں کے سب سے پہلے لکھنے والے تھے۔ امام ابویوسفؒ کے بعد ہارون رشید نے انھیں کو بغداد اور واسط کا قاضی بنایا اور اپنی لڑکی سے ان کا عقد کر دیا۔ امام احمدؒ محمد بن بکار، احمد بن منیع وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی۔

(۲۳) امام علی بن مسہر قریشی کوفی متوفی ۱۸۶ھ | اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔ مدت تک موصل کے قاضی رہے۔

(۲۴) امام یوسف بن خالد سمتی متوفی ۱۸۹ھ | امام صاحبؒ سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے۔ امام شافعیؒ کے استاذ ہیں۔

(۲۵) امام عبد اللہ بن ادریس کوفیؒ | ولادت ۱۱۵ھ وفات ۱۹۲ھ۔ محدث، ثقہ، حجت کثیر الحدیث، استاذ ابن مبارک و امام احمد ہیں۔

(۲۶) امام فضل بن موسیٰ سینائی | ولادت ۱۱۵ھ وفات ۱۹۲ھ۔ مشہور محدث افقیہ ابن مبارکؒ کے برابر عمر اور علم میں سمجھے جاتے تھے۔

(۲۷) امام علی بن ظبیان متوفی ۱۹۲ھ | مشرقی بغداد کے قاضی رہے، بعہد ہارون رشید قاضی القضاۃ ہوئے۔

(۲۸) امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۴ھ | بغداد میں دو اور کوفہ میں تیرہ سال تک دار القضاء کے متولی رہے۔

(۲۹) امام وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۷ھ | اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ درواۃ میں ہیں۔ امام شافعی وامام احمد کے بھی شیخ ہیں۔

(۳۰) امام ہشام بن یوسف متوفی ۱۹۷ھ | تمام ائمہ حدیث نے آپ سے روایت کی۔ بخاری و سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی۔

(۳۱) امام نقد رجال یحییٰ بن سعید القطان بصری متوفی ۱۹۸ھ | اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، امام شافعی و امام احمد کے استاد ہیں۔

(۳۲) امام شعیب بن اسحٰق دمشقی متوفی ۱۹۸ھ | امام بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔

(۳۳) امام ابو عمر و حفص بن عبد الرحمٰن بلخی متوفی ۱۹۹ھ | ابو داؤد و نسائی نے آپ سے تخریج کی۔

(۳۴) امام ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی متوفی ۱۹۹ھ | امام صاحب سے فقہ اکبر کے راوی ہیں۔ مدت تک بلخ کے قاضی رہے۔

(۳۵) امام خالد بن سلیمان بلخی متوفی ۱۹۹ھ | امام اعظم سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔

(۳۶) امام عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کوفی متوفی ۲۰۲ھ | جامع المسانید میں امام اعظم سے انکی روایات ہیں۔

(۳۷) امام حسن بن زیاد لؤلؤی متوفی ۲۰۴ھ | چالیس سال افتاء کا کام کیا بقول بعض امام محمد سے زیادہ فقیہ تھے۔

(۳۸) امام ابو عاصم نبیل ضحاک بن مخلد بصری متوفی ۲۱۲ھ | اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔

(۳۹) امام مکی بن ابراہیم بلخی متوفی ۲۱۵ھ | اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اکثر ثلاثیات انھیں سے روایت کی۔

(۱) امام حماد بن دلیل قاضی | امام صاحبؒ سے فقہ میں تخصص حاصل کیا۔ ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے۔

علم اصول فقہ

اصطلاحی تعریف | اصول فقہ ایسے قواعد کا جاننا ہے جن سے احکام شرعیہ فرعیہ اپنے تفصیلی دلائل سے مستنبط ہوں بالفاظ دیگر استنباط مسائل فقہیہ اور قیاس کے قواعد وضوابط کا نام اصول فقہ ہے۔

موضوع | اصول فقہ کا موضوع ادلۂ اربعہ کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع وقیاس مع احکام ہیں۔

غرض وغایت | ادلۂ تفصیلیہ کیساتھ احکام شرعیہ کو اور استنباط مسائل کے قواعد کو جاننا۔

تدوین | فقہائے مجتہدین نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق مسائل کا استنباط کیا اور اجتہادی مسائل کا بیان بغیر اصول وضوابط کے ناممکن ہے۔ امام ابو حنیفہؒ جو علم فقہ کے مدون اول ہیں تدوین فقہ کے وقت یقیناً اصول فقہ کی بنیاد قائم کئے ہوں گے چنانچہ ان کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اصول فقہ پر کتابیں لکھی تھیں پھر امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ نے اصول فقہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا جو دراصل ان کی کتاب الام کا مقدمہ ہے۔ اس کے بعد اس فن میں علماء اسلام نے مختصر اور مطول کتابیں لکھیں اور اس فن کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا ——

علم فرائض

لغوی معنیٰ | فرائض فریضہ کی جمع ہے فرض سے مشتق، فرض کے معنیٰ واجب، حصہ، مقدار، اندازہ کرنا، مقرر کرنا، قطع کرنا وغیرہ۔ علم فرائض میں یہ سب معنیٰ پائے جاتے

ہیں اس لئے اس کو فرائض کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف | فرائض، علم فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جاننا ہے جن سے دارثین کا حق میت کے ترکہ سے معلوم ہو۔

موضوع | فرائض کا موضوع میت کا ترکہ اور اس کے وارثین ہیں۔

غرض وغایت | مستحقین کے حقوق کے مطابق ترکہ تقسیم کرنیکا علم حاصل کرنا ہے۔

تدوین | علم فقہ کی تدوین کا جو زمانہ ہے ظاہر ہے کہ وہی علم فرائض کی تدوین کا بھی ہوگا۔ ابتداءً اس کے احکام ومسائل ابواب فقہ سے الگ نہ تھے۔ جب اس فن کی فروعات اور کثرت مباحث کیوجہ سے ایک امتیازی شان پیدا ہوئی تو فقہاء نے فرائض میں مستقل طور پر کتابیں لکھیں۔

علم فتاویٰ

لغوی معنیٰ | فتویٰ، فُتویٰ، فُتیا: جمع فتاویٰ بمعنیٰ ماہر شریعت کا شرعی فیصلہ۔ اَفتاہ اِفتاءً: فتویٰ دینا۔

اصطلاحی تعریف | علم فتاویٰ وہ علم ہے جس میں واقعات جزئیہ میں فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ بعد کے کوتاہ ہمت لوگوں کیلئے سہولت ہو۔

تاریخ فتاویٰ | دین کی خدمت کیلئے علماء کے دو طبقے رہے ہیں اول محدثین کا جن کی گہری نظر حدیث کی روایت وبیان اور اس کی اسناد والفاظ کے اوپر رہی اور دوسرا طبقہ فقہاء کا ہے جنھوں نے آیات واحادیث سے مسائل واحکام کا استنباط واستخراج کیا اور الفاظ سے زیادہ معانی اور اصول وقواعد پر نظر رکھی، مفتیوں کا تعلق

اسی طبقہ سے ہے۔

سب سے پہلے مفتی آنحضورؐ تھے پھر صحابۂ کرام میں ایک سو تیس سے زائد بیان کئے گئے ہیں جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ اتنے کثیر ہیں کہ ان کی ضخیم ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ صحابہؓ کے بعد تابعین و تبع تابعین نے پھر بعد کے علماء و فقہاء نے اس سلسلہ کو قائم رکھا۔

علم عقائد یا کلام

مباحث عقائد اسلامیہ کا نام علم کلام ہے جبکہ اصول شرعیہ سے استنباط کے ساتھ ادلۂ عقلیہ سے بھی کام لیا جائے ورنہ صرف علم العقائد ہے۔ علم کلام کو اصول دین اور علم احکام بھی کہا جاتا ہے۔

لغوی معنی | عقائد جمع ہے عقیدہ کی بمعنیٰ دل میں جما یا ہوا یقین اور اعتقاد۔ کلام کا معنی بات، قول، مضمون وغیرہ۔

اصطلاحی تعریف | متقدمین کے نزدیک علم کلام وہ ہے جس سے ادلۂ تفصیلیہ کے ساتھ عقائد دینیہ کے اثبات اور ان سے دفع شبہات پر قدرت حاصل ہو اور متاخرین کے یہاں علم کلام وہ ہے جس میں معرفت عقائد دینیہ کیلئے ذات و صفات باری تعالیٰ اور فلسفیات و اقسام ممکنات سے بحث ہو۔

وجہ تسمیہ | اس علم کی تدوین کے وقت لوگوں کی عادت تھی کہ جب اس فن میں گفتگو شروع کرتے تو اکثر الکلام فی کذا وکذا، کہکر مسائل کے عنوانات قائم کرتے اس

لئے اس کا نام علم کلام ہو گیا۔ شرح عقائد میں کلام کہنے کی اور بھی وجوہ مذکور ہیں۔

موضوع | اس علم کا موضوع قدمار متکلمین کے یہاں ذات وصفات باری تعالیٰ ہیں اور متاخرین کے یہاں اس سے عام ہے یعنی موجود و معدوم اس اعتبار سے کہ اس کا تعلق عقائد دینیہ کے ساتھ ہے۔

غرض وغایت | سعادت دینیہ یا اصول شرعیہ کے موافق عقائد اسلامیہ کی صحیح معرفت حاصل کرنا۔

تدوین | اس فن میں بھی شرف اولیت امام ابوحنیفہؒ ہی کو حاصل ہے جیسے فقہ اور اصول فقہ میں چنانچہ آپ کی کتاب "الفقہ الاکبر" اس سلسلہ میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد عباسی خلیفہ مہدی کے عہد ۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ میں کچھ کتابیں لکھی گئیں پھر جب ہارون رشید کے دور میں مبتدعین وزنادقہ نے سر اٹھایا اور غیر مسلموں نے اسلام پر اعتراضات شروع کئے تو علمار اسلام نے علم کلام کی باضابطہ تدوین وتصنیف شروع کر دی۔ اس دور کا پہلا مؤلف ابوالہذیل معتزلی متوفی ۲۳۵ھ بتلایا گیا ہے۔

علمِ معانی

لغوی معنیٰ | معانی معنیٰ کی جمع ہے مراد ومقصود کے معنیٰ میں باب ضرب سے۔ معنیٰ اسم مفعول ہے معنوی تھا تعلیل کے بعد معنیٰ ہو گیا۔

اصطلاحی تعریف | معانی وہ علم ہے جس سے لفظ عربی کے ایسے حالات معلوم ہوتے ہیں جن کے ذریعہ لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ علم ہے جس کے قواعد مستحضر رکھنے سے کلمہ وکلام کو باموقع استعمال کرنا آجاتا ہے۔

موضوع | تراکیب بلغار مقتضائے حال کے مطابق ہونے کے اعتبار سے۔

غرض وغایت | مقتضائے حال کے مطابق کلام کو ترکیب دینے میں خطاء سے بچنا۔

تدوین | جعفر بن یحییٰ برمکی متوفی ۱۸۷ھ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس علم کے کچھ ابتدائی اصول انھوں نے لکھے مگر مدون اول جاحظ اصفہانی متوفی ۲۵۵ھ ہیں جن کی کتاب "البیان والتبیین" قابل دید ہے اس کے بعد شیخ عبد القاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ھ کی کتاب "دلائل الاعجاز" نہایت عمدہ ہے۔ پھر سکاکی متوفی ۶۲۶ھ کی کتاب "مفتاح العلوم" نے اس علم کی تشنگی دور کردی یہ کتاب تین قسموں میں بارہ علوم صرف ونحو، منطق وعروض وغیرہ پر مشتمل ہے۔ تیسری قسم میں علم بلاغت کا ذکر ہے۔

علمِ بیان

لغوی معنیٰ | بیان ضرب کے باب سے ظاہر اور واضح ہونے کے معنیٰ میں ہے۔ مافی الضمیر کو ادا کرنے والی فصیح گفتگو کو بھی بیان کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف | بیان وہ علم ہے جس سے ایک ہی مضمون کو مختلف اور واضح ترین طریقوں سے ادا کر سکیں۔

موضوع | الفاظ وعبارات ہیں وضوع وخفاء دلالت کے اعتبار سے۔

غرض وغایت | مختلف ترکیبوں سے ایک معنیٰ کو بیان کرنیکا طریقہ معلوم کرنا۔

تدوین | اس فن میں ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ تمیمی متوفی ۲۰۹ھ کی "مجاز القرآن" پہلی کتاب ہے جس میں انواع اسالیب قرآن کو جمع کیا گیا اس کے بعد ابو علی محمد بن حسن حاتمی متوفی ۳۸۸ھ کی "سر الصناعہ واسرار البلاغہ" اور شمس المعالی قابوس مقتول ۴۰۳ھ کی "کمال البلاغہ" اس فن کی عمدہ کتابیں ہیں۔ پھر ابو الحسن محمد بن طاہر شریف رضی

متوفی ۴۰۶ھ نے "تلخیص البیان عن مجازات القرآن" اور "مجازات النبویہ" دو کتابیں لکھیں جن میں قرآن وحدیث کے استعارات واسرار اور آنحضور ؐ کے اقوال موجزہ سے گفتگو کی۔ ابو منصور عبدالملک بن محمد ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ کی "سحر البلاغہ وسر البراعۃ" اور عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ھ کی "اسرار البلاغہ" اس فن کی بہت عمدہ کتابیں ہیں۔ اور علامہ جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کی "اساس البلاغہ" بہترین کتاب ہے جو فن کے حقائق ودقائق سے پُر ہے۔

علمِ بدیع

لغوی معنیٰ | بدیع بمعنیٰ انوکھا، نو ایجاد، انوکھی چیز بنانے والا۔ باب فتح سے بَدَعَ الشَّیْءَ بغیر نمونہ کے کوئی چیز بنانا۔

اصطلاحی تعریف | بدیع وہ علم ہے جس سے کلام کی لفظی ومعنوی خوبیاں معلوم ہوں جو آرائش کلام کے لئے آتی ہیں۔

موضوع | باعتبار مذکور تراکیب بلغاء اس علم کا موضوع ہیں۔

غرض وغایت | فصیح اور مقتضائے حال کے مطابق کلام میں تحسین کے طریقے معلوم کرنا۔

تدوین | خلیفہ عبداللہ بن المعتز متوفی ۲۹۶ھ نے سب سے پہلے اس فن کو ایجاد کیا اور اس کا نام بدیع رکھا اور "کتاب البدیع" تالیف کی۔ جس میں اپنی عالی دماغی سے سترہ انواع بدیع کو جمع کیا۔ ان کے بعد ابو الفرج قدامہ متوفی ۳۳۷ھ نے تیرہ کا اضافہ کر کے انواع بدیع کو تیس تک پہونچایا اور "نقد النثر" "نقد الشعر" "جواہر الالفاظ" جیسی لاجواب کتابیں لکھیں۔ ابو ہلال حسن بن عبداللہ عسکری متوفی ۳۹۵ھ نے مزید سات بڑھا کر انواع بدیع کو ۳۷ تک پہونچایا اور ایک بے نظیر کتاب "الصناعتین" لکھی پھر قاضی

ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے "اعجاز القرآن" لکھی جس میں شواہد امثلہ اور آیات قرآنیہ کا تذکرہ کرکے کتاب کا حسن بڑھا دیا۔ اس کے بعد ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی متوفی ۴۵۶ھ نے انواع بدیع کو ستر تک پہنچایا اور ایک مفصل کتاب "العمدہ فی محاسن الشعر و آدابہ" تصنیف کی۔ ابن ابی الاصبع نے اس فن کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرکے بیس انواع کا اضافہ کیا۔ ان کے بعد ابن منقذ نے کتاب "التفریع فی البدیع" میں پچانوے (۹۵) انواع کو جمع کیا اور صفی الدین نے ایک سو چالیس تک پہونچا دیا مگر علامہ سکاکی نے اصولی طور پر صرف انتیس (۲۹) انواع ذکر کیں اور کہہ دیا کہ انھیں میں سے جو چاہو استخراج کرلو۔

بلاغت معانی، بیان، بدیع، یہ تینوں علوم، علوم بلاغت ہیں۔

علمِ ادب

لغوی معنیٰ ادب کا معنیٰ دعوت ہے، وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے. اسے "مدعاۃ" اور "مادبہ" کہا جاتا ہے۔ باب ضرب سے دعوت کا کھانا تیار کرنا، دعوت میں بلانا۔ باب کرم سے زیرک و دانشمند ہونا، صاحب ادب ہونا۔ باب تفعیل سے مہذب بنانا، ادب سکھانا۔ باب تفعل سے شائستہ بننا، ادب سیکھنا۔ ادب، اخلاقی ملکہ جو نا شائستہ باتوں سے روکتا ہو، زیرکی، خوش طبعی، جمع آداب، نیز ہر قسم کے علوم و معارف،

اصطلاحی تعریف ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ بول چال اور تحریر کی غلطیوں سے محفوظ رہے۔

موضوع بعض محققین ابن خلدون وغیرہ کی رائے ہے کہ علم ادب کا کوئی موضوع نہیں ہے۔ علامہ انباری کے نزدیک آٹھ علوم اور علامہ زمخشری و جرجانی کے نزدیک

بارہ علوم ہیں آٹھ اصول یعنی لغت، صرف، اشتقاق، نحو، معانی، بیان، عروض، قافیہ
اور چار فروع یعنی رسم الخط، قرض الشعر، انشاء نثر، محاضرات۔

غرض وغایت | دلچسپ اور مؤثر پیرایہ میں اپنے کلام کو غیر کے ذہن نشین کرنا، ذہن و زبان کو لفظی معنوی تحریری غلطیوں سے بچانا نیز عربی ادب کے ذریعہ قرآن وحدیث پورے طور سے سمجھنا اور سمجھانا۔

تاریخ ادب | ادب کی اصلیت تہذیب وشائستگی اخلاق کیلئے مشہور حدیث "اَدَّبَنِی رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ" سے ثابت ہے۔ عہد بنی امیہ سے ادب کی اصل تاریخ شروع ہوئی اور تعلیم وتربیت کے معنی میں ادب کا استعمال ہونے لگا جو اساتذہ امراء کے بچوں کی تعلیم وتربیت پر مامور ہوتے وہ مؤدب کہے جاتے تھے، اشعار اور تاریخی واقعات کے راویوں کو بھی مؤدب کہا جاتا تھا۔ "لسان العرب" کے مؤلف ابوالفضل متوفی ۷۱۱ھ نے لکھا ہے کہ ادب نام ہے تہذیب نفس اور تعلیم شعر ونثر کا۔ دوسری صدی ہجری میں ادب کا اطلاق نثر ونظم، انساب، اخبار، لغت، نحو، صرف اور نقد پر ہونے لگا۔ اسی دور میں حماد راویہ متوفی ۱۵۵ھ نے فن ادب میں سبعہ معلقہ کو جمع کیا۔ تیسری صدی ہجری میں عربی ادبیات کی امہات الکتب تصنیف ہوئیں جیسے "البیان والتبیین" للجاحظ المتوفی ۲۵۵ھ "الشعر والشعراء" لابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ "کامل" للمبرد المتوفی ۲۸۵ھ۔ چوتھی صدی میں تنقیدی اور فنی حیثیت سے ادب میں بحثیں ہوئیں۔ قدامہ بن جعفر متوفی ۳۱۰ھ نے نقد کے اصول استخراج کئے اور "نقد الشعر" "نقد النثر" تصنیف کی۔ ابوالفرج اصبہانی متوفی ۳۵۶ھ "الاغانی" اور ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ نے "العقد الفرید" لکھی۔ متنبی متوفی ۳۵۴ھ کا دیوان بھی اسی صدی کی یادگار ہے۔ پانچویں صدی کے اختتام تک ادبی علوم نے

مستقل علوم کی حیثیت اختیار کرلی، اس صدی کی نہایت عمدہ کتاب ابو منصور عبد الملک بن محمد ثعالبی متوفی سنہ ۴۳۰ھ کی "یتیمۃ الدہر فی محاسن اہل العصر" ہے۔

علم صرف

لغوی معنیٰ | باب ضرب سے صرف کا معنیٰ پھیرنا، ہٹانا، دفع کرنا، واپس کرنا ہے صرف اللہ قلوبہم، اللہ نے ان کے قلوب کو پھرادیا یعنی وہ گمراہ ہوگئے۔

اصطلاحی تعریف | علم صرف وہ علم ہے جس میں کلمات عربیہ کے صیغوں کی وضع و ہیئت وغیرہ سے بحث ہو۔ بالفاظ دیگر جس میں کلمات کی ساخت اور ادل بدل کے قواعد معلوم ہوں۔

موضوع | علم صرف کا موضوع اسم، فعل اور حرف ہیں۔

غرض وغایت | کلمات کا صحیح تلفظ معلوم کرنا اور ان کی بناوٹ اور تغیر و تبدل کے قواعد کا پہچاننا۔

تدوین | اس علم کے وضع کرنے والے ابو الاسود دئلی کے تلمیذ معاذ بن مسلم فرار متوفی سنہ ۱۸۷ھ ہیں اور ان کے شاگرد امام کسائی متوفی سنہ ۱۸۹ھ نے اسکو ترقی دی اس کے بعد امام کسائی کے شاگرد ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفرار دیلمی متوفی سنہ ۲۰۷ھ نے اس علم کو باضابطہ مدون کیا ورنہ اس سے پہلے یہ علم نحو کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا۔ پھر عمدہ عمدہ کتابیں اس فن میں لکھی گئیں جیسے ابو عثمان بکر بن محمد متوفی سنہ ۲۴۸ھ کی "تصریف مازنی"۔ ابو الفتح عثمان بن جنی نحوی متوفی ۳۹۲ھ کی "تصریف ملوکی"۔ ابو الفضل احمد بن محمد میدانی متوفی سنہ ۵۱۸ھ کی نزہۃ

النظر فی علم الصرف" وغیرہ۔

علم نحو

لغوی معنیٰ نحو کی جمع انحاء اس کے مختلف معانی ہیں۔ قصد و ارادہ، مثل، جہت، راستہ، مقدار، نوع، جانب، فصاحت، پھیرنا ہٹانا۔

اصطلاحی تعریف نحو ان اصول کا جاننا ہے جن سے کلمات کے آخر کی حالتیں معرب و مبنی ہونے کے اعتبار سے اور ایک کلمہ کے دوسرے کلمہ کے ساتھ مرکب ہونے کی کیفیت معلوم ہو۔

موضوع علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

غرض وغایت کلام عرب کی خطاء لفظی سے ذہن کو بچانا۔

تدوین علم نحو کے واضع اول حضرت علیؓ ہیں چنانچہ ابوالاسود دئلی سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے دست مبارک میں ایک رقعہ دیکھکر میں نے عرض کیا یہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ عجمیوں کے اختلاط کیوجہ سے کلام عرب بگڑا چلا ہے اس لئے میں نے کچھ اصول منضبط کئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ اس خرابی کا ازالہ ہو سکے۔" اس کے بعد وہ رقعہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور تمہارے ذہن میں کچھ مزید بات آجائے تو اسے بھی شامل کرلو۔ اس رقعہ کا مضمون یہ تھا "الکلام کلہ اسم وفعل وحرف. فالاسم ما انباء عن المسمیٰ والفعل ما انبئ بہ والحرف ما افاد معنیً" میں آپ کی ہدایات کے مطابق ابواب نحو مرتب کرتا رہا جب اچھا خاصا مجموعہ ہوگیا تو آپ نے اس پر فرمایا "ما احسن ھذا"

الذی قد نحوت، فلذلک سمی النحو" یہ بھی منقول ہے کہ ابوالاسود دئلی
ضرت عمرؓ کے حکم سے قواعد نحو جمع کئے۔ ابوالاسود دئلی کے بعد ان کے تلامذہ نے اس
رقی دی پھر ابو عمر بصری اور ان کے تلمیذ خلیل ابن احمد متوفی سنہ ۱۶۰ھ نے اس
ضابطہ مرتب و مہذب کیا۔ خلیل کے شاگرد سیبویہ متوفی سنہ ۱۶۱ھ نے اس علم میں
جامع "کتاب" لکھی جو بعد والوں کا ماخذ ہے۔ عیسیٰ بن عمر ثقفی متوفی سنہ ۱۴۹ھ
لم نحو میں نہایت عمدہ دو کتابیں "الاکمال" اور "الجامع" لکھیں۔ آپ عربیت
ارت و نحو کے زبردست عالم تھے۔ ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی سنہ ۱۸۹ھ
غت و قرارت اور نحو کے امام تھے، آپ کے شاگردوں میں ابوزکریا یحییٰ بن
الفرار کوفی متوفی سنہ ۲۰۷ھ ہیں جو کوفہ میں نحو و ادب اور لغت میں سب سے
ہ واقفیت رکھنے والے تھے۔ اسی طرح سیبویہ کے شاگردوں میں ابوالحسن اخفش
ی سنہ ۲۱۵ھ ہیں جو بصرہ کے ممتاز نحوی اور علم نحو میں "کتاب الاوسط" کے
ف ہیں۔ اخفش کے تلامذہ میں صالح بن اسحٰق متوفی سنہ ۲۲۵ھ نے نحو میں
عمدہ کتاب "المختصر" مشہور بہ الفرخ لکھی آپ نحو و لغت اور فقہ کے بڑے
تھے۔ ابو عثمان مازنی بصری متوفی سنہ ۲۴۹ھ امام نحو و ادب نے کتاب "علل النحو"
۔ ابو عثمان مازنی کے شاگرد عربیت و نحو کے امام ابوالعباس مبرد بصری متوفی
ھ نے "المقدمہ" نحو کی مشہور کتاب لکھی۔ مبرد کے مشہور شاگرد زجاج نحوی متوفی
ہیں جو اکابر اہل عربیت سے ہیں۔ ابوالحسن ابن کیسان بغدادی متوفی سنہ ۳۲۰ھ نے
" اور "علل النحو" دو کتابیں نہایت عمدہ لکھیں۔ ابوالقاسم زجاجی متوفی سنہ ۳۲۹ھ کی
ت نافع کتاب "الجمل الکبیرہ" ہے۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سے نحوی پیدا ہوئے اور

علم نحو میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں ۔

علم منطق

لغوی معنیٰ | باب ضرب سے نُطقاً و منطقاً : بولنا۔ منطق، گفتگو، گویائی ۔ نطق کا
استعمال نطق ظاہری یعنی گفتگو پر بھی ہوتا ہے اور نطق باطنی یعنی فہم و ادراک
کلیات پر بھی غیر انسان پر بھی ہوتا ہے ۔ جیسے علمنا منطق الطیر ۔

اصطلاحی تعریف | منطق جس کو علم میزان بھی کہتے ہیں وہ علم عملی ہے جو ذہن کو
خطا فی الفکر سے بچائے ۔

موضوع | معرف و حجت یعنی وہ معلومات تصوریہ و تصدیقیہ جن سے مجہولات
تصوریہ و تصدیقیہ کو معلوم کیا جائے ۔

غرض و غایت | خطا فی الفکر سے ذہن کو بچانا یا نظر و فکر میں غلطی واقع ہونے سے

تدوین | ہر سمجھدار آدمی کوشش کرتا ہے کہ اپنے مقصد پر دلیل و برہان پیش
کرے، قیاس کر کے نتیجہ نکالے، غور و فکر میں ذہن کو خطا سے بچائے یہی منـ
ہے جو ایک فطری علم ہے ۔ اس علم کا باضابطہ ظہور حضرت ادریس ؑ سے ہوا۔ مخا
کو ساکت و عاجز کرنے کیلئے بطور معجزہ اس کا استعمال کیا گیا ۔ پھر اسے یونا
نے اپنایا ۔ یونان کے رئیس حکیم ارسطو نے سب سے پہلے حکمت اور منطق کو مدو
کیا جو ۳۸۴ قبل مسیح تھا اسی وجہ سے یہ معلم اول کہا جاتا ہے ۔ پھر ہارون
مامون کے عہد میں فلسفۂ یونانی عربی میں منتقل ہوا تو شاہ منصور بن نو
سامانی نے حکیم ابو نصر فارابی متوفی ۳۳۹ھ کو دوبارہ اس کی تدوین کا حکم

ہوں نے تقریباً دو درجن کتابیں تصنیف کیں اس لئے فارابی معلم ثانی کہا
ہے۔ چونکہ فارابی کی تحریریں منتشر تھیں اس لئے سلطان مسعود کے حکم سے
خ ابو علی حسین بن عبد اللہ ابن سینا متوفی ۴۲۸ھ نے تیسری بار باقاعدہ
دون کیا اور فارابی کی تصانیف سے اقتباس کرکے "شفا" وغیرہ کتابیں تصنیف
یں اس لئے بو علی سینا کو معلم ثالث کہتے ہیں اور اسی کی تدوین شدہ حکمت و
نطق اس وقت رائج ہے۔

علم مناظرہ

لغوی معنیٰ | مناظرہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے بمعنی باہم نظر کرنا، بحث کرنا، مشابہ ہونا۔

اصطلاحی تعریف | مناظرہ وہ علم ہے جس میں اظہار حق کیلئے مطلوب کو ثابت کرنے اور مقابل کے مدعیٰ اور اس کی دلیل کو باطل ٹھہرانے کے قواعد بیان ہوں۔ اگر اظہار حق نہیں بلکہ الزام خصم کی نیت ہو تو مجادلہ ہے اور اگر شیخی کا اظہار ہو تو مظاہرہ ہے۔

موضوع | مناظرہ کا موضوع اثبات مدعا و نفی مطالب کے آداب ہیں۔

غرض و غایت | امر حق کا معلوم کرنا اور ضلالت و گمراہی سے بچنا۔

تدوین | مناظرہ اور بحث و جدل کا علم بھی علوم عقلیہ میں سے ایک قدیم علم ہے جو یونان ہی میں پہلے وجود میں آیا۔ حکمائے یونان کی تصنیفات کا دور اسلام میں جب عربی میں ترجمہ ہوا تو اس میں یہ فن بھی تھا۔ امام فلسفہ حکیم ارسطاطالیس متوفی ۳۲۲ سنہ قبل مسیح جو سکندر بادشاہ کا استاد تھا اس نے اس فن میں "طوبیقا" نامی کتاب تصنیف کی تھی، عہد اسلام میں اسحاق نے سریانی زبان میں اس کا ترجمہ

کیا اور یحییٰ بن عدی نے سریانی سے عربی ترجمہ کیا پھر ہزاروں اوراق میں اسکی شرح لکھی گئی۔ اس کے علاوہ اس فن میں مسلمانوں کی بہت سی مستقل تصنیفات ہیں۔ "رشیدیہ" اصول مناظرہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔

علم حکمت و فلسفہ

لغوی معنیٰ حکمت کے معنیٰ: حق کے موافق گفتگو، کام کی درستی، انصاف، بردباری، علم، فلسفہ۔ جمع حِکَم از باب کرُم دانا ہونا۔ فلسفہ کا معنیٰ حکمت و دانائی، مسائل علمیہ میں غور و خوض۔ تَفَلْسَفَ الرجلُ: فلسفی بننا، مسائل علمیہ میں بحث کرنا، حذاقت کا دعویٰ کرنا۔ فیلسوف بمعنیٰ فلسفی جمع فلاسفہ۔ فلسفہ یونانی لفظ فیلا سے ماخوذ جعلی مصدر ہے دانا ہونے کے معنیٰ ہیں۔ فیلا بمعنیٰ دوست اور سوفا بمعنیٰ علم و حکمت۔ فیلسوف کا معنیٰ حکیم، علم دوست۔

اصطلاحی تعریف حکمت وہ علم ہے کہ نفس الامر میں موجودات خارجیہ سے حسب طاقت بشری بحث کی جائے۔ بالفاظ دیگر موجودات واقعیہ کے احوال واقعیہ کو بقدر طاقت انسانی جاننے کا نام حکمت یا فلسفہ ہے۔

موضوع حکمت و فلسفہ کا موضوع موجودات واقعیہ ہیں۔

غرض و غایت معرفت صلاح مبدأ و معاد یا قوت علمیہ و عملیہ کی تکمیل کیلئے احوال موجودات کو پہچاننا۔

تاریخ فلسفہ امم ماضیہ میں اہل روم و فارس کے یہاں علوم فلسفہ و حکمت کی زیادہ گرم بازاری تھی۔ قتل دارا کے بعد جب سکندر ان کی مملکت پر غالب آیا

انکی کتب پر قابض ہوا تو یہ علوم اہل یونان کی طرف منتقل ہوئے۔

یونان ارض روم کے چند شہروں اور بستیوں کا مجموعہ ہے یہی سرزمین حکمائے یونانیین کا منشاء و ماوی ہے اسی کی طرف سقراط، افلاطون، ارسطاطالیس، بطلیموس، بلیناس، جالینوس وغیرہ منسوب ہیں۔

فلسفہ کا مروج اول یونان میں سب سے پہلے "انکسفوراس" فیلسوف نے فلسفہ کو ظاہر کیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ حکمت و فلسفہ کی سند حضرت لقمان حکیم تک پہونچتی ہے۔ فیثاغورس فلسفی انھیں کا شاگرد تھا جو ۵۳۶ قبل مسیح تھا اس کا شاگرد بقراط ۴۶۰ ق م تھا۔ بقراط کا شاگرد سقراط ۳۹۹ ق م ہے، اس کا شاگرد افلاطون ۳۴۸ ق م ہے، افلاطون کا شاگرد ارسطاطالیس ۳۲۲ ق م ہے، اس کا شاگرد اسکندر بادشاہ ۳۲۳ ق م ہے۔ اس کی کتاب "سمع الکیان من کتب الطبیعات" مشہور ہے۔

تدوین فیثاغورس، بقراط، سقراط، افلاطون وغیرہ حکماء نے حکمت و فلسفہ کو باضابطہ مدون نہیں کیا تھا۔ حکیم ارسطو طالیس جسے ارسطاطالیس بھی کہتے ہیں اسی نے سب سے پہلے تدوین کی اور متعدد کتابیں المنطقیات، الطبیعیات، الالٰہیات، الخلقیات کی تصنیف کیں۔ خالد بن یزید بن معاویہ نے سب سے پہلے یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرایا۔ پھر خلیفہ ابو جعفر منصور متوفی ۱۶۹ھ نے شاہ روم سے کتاب اقلیدس و بعض کتب طبیعیات حاصل کر کے بذریعہ بطریق وغیرہ ترجمہ کرا کے شائع کیں۔ ۱۹۸ھ میں جب مامون رشید کو خلافت ملی تو اس نے بیش بہا تحائف و ہدایا کے ذریعہ شاہان روم سے اقلیدس، بطلیموس،

بقراط، جالینوس، ارسطو، افلاطون وغیرہ کی کتب حاصل کر کے ماہر مترجمین حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ، ابن یحییٰ الحجاج، ابن البطریق وغیرہ سے ترجمہ کرا کے لوگوں کو پڑھنے پڑھانے کی دعوت دی۔ دور مامون میں علم فلسفہ کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ دولت عباسیہ دولت رومیہ کے ہم پلہ ہوگئی مگر یہ تراجم غیر ملخص تھے تو شاہ منصور بن نوح سامانی کے حکم سے ابونصر فارابی متوفی ۳۳۹ھ نے دوبارہ اس کی تدوین کی اور قریب دو درجن کتابیں تصنیف کیں۔ فارابی کی منتشر تحریروں کو بحکم سلطان مسعود شیخ ابوعلی ابن سینا متوفی ۴۲۸ھ نے تیسری بار باقاعدہ مدون کیا چنانچہ ارسطو کو معلم اول، فارابی کو معلم ثانی اور ابن سینا کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔ حکمت و فلسفہ میں ابن سینا کی شفا، نجاۃ، اشارات، عیون الحکمۃ، الحکمۃ القدسیہ، الحکمۃ المشرقیہ۔ علامہ قزوینی کی عین القواعد اور اثیر الدین ابہری کی ہدایۃ الحکمۃ نہایت عمدہ اور مشہور کتابیں ہیں۔

علم ہیئت

لغوی معنیٰ | عزت کے وزن پر ہیئت کے معنی: صورت، شکل، حالت، کیفیت، ساخت، جمع ہیئات بروزن خیرات۔ باب ضرب سے خوش شکل ہونا۔

اصطلاحی تعریف | ہیئت وہ علم ہے جس سے اجرام فلکیہ اور کرۂ زمین کی ساخت و بناوٹ، ان میں باہمی بعد و مسافت اور ان کے اشکال و مقادیر وغیرہ کے احوال و کیفیات معلوم ہوں۔ بالفاظ دیگر جس میں اجرام بسیطہ علویہ و سفلیہ سے بحیثیت کمیت و کیفیت اور وضع و حرکت لازمہ بحث ہو۔

موضوع | بحیثیت مذکورہ اجرام فلکی اور کرۂ زمین علم ہیئت کا موضوع ہے۔

غرض وغایت | اجرام فلکی و کرۂ زمین کی ساخت وغیرہ احوال نفس الامری کی معرفت ہے۔

تدوین | کہا جاتا ہے کہ اس فن کا موجد تھیلز ہے جسے عرب والے طالیس کہتے ہیں۔ یہ ۶۶۰ سال قبل مسیح گذرا ہے، اس نے زمین کو مرکز کائنات مانا اور حرکت کواکب کی معرفت کیلئے زیج بنائی اور خسوف کی پیشینگوئی کی۔ اس کے بعد فیثاغورس ۵۳۶ھ ق م اور افلاطون ۴۳۰ھ ق م نے اس فن کو بہت ترقی دی۔ فیثاغورس نے بجائے زمین کے آفتاب کو مرکز کائنات مانا مگر ان کی تصنیفات کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کے بعد ارسترخوس ۲۵۰ھ ق م، ابرخس ۱۴۰ھ ق م اور بطلیموس وغیرہ بڑے بڑے ہیئت داں ہوئے جنھوں نے اس فن کو باقاعدہ مدون کیا۔ ارسترخوس کی "الشمس والقمر" بطلیموس کی "مجسطی" وغیرہ اس فن کی اولین تصنیفات ہیں۔ عہد اسلام میں مسلمانوں نے ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ عربوں میں بعہد منصور، محمد نہاوندی بعہد مامون، یحیٰی بن منصور اور خالد بن عبدالملک وغیرہ مشہور ہیئت داں ہوئے جنھوں نے اعتدالین، گرہن، دم دار تاروں اور سیاروں کی گردش سے متعلق معلومات میں بہت نمایاں اضافہ کیا۔ ہارون رشید کے دور میں موسیٰ بن شاکر بہت بڑا انجینئر تھا اس کے بیٹوں نے مامون، معتصم اور واثق کے دور حکومت میں علم ہیئت میں بہت نام پیدا کیا، سیاروں کی گردش کے متعلق دریافتیں کیں۔ ابوالحسن علی بن ابی سعید منجم نے دوربین ایجاد کی۔ اس دور میں بتانی، الکوہی اور ابوالوفا عراقی مشہور و معروف ہیئت داں ہوئے جن کی راس السرطان، راس الجدی وغیرہ کی معلومات بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ابو یونس

حسن علاء الدین، ابن شاطر دمشقی اور عمر خیام وغیرہ نے بھی ہیئت وریاضیات میں نمایاں کام کیا۔ زیچ ابن شاطر مشہور ہے۔

علم اصطرلاب

لغوی تحقیق یونانی زبان میں اُصطر کا معنیٰ ترازو اور لاب کا معنیٰ آفتاب ہے، اُصطرلاب کا معنیٰ آفتاب کی ترازو۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ اَسطُر، سطر کی جمع ہے۔ اسطرلاب مرکب لفظ ہے بمعنیٰ آفتاب کی سطریں۔ فلاسفہ کے یہاں اصطرلاب پیتل کا بنا ہوا ایک مدور آلہ ہوتا ہے جس کے اندر پیتل کے بہت سے اوراق اور ان اوراق پر بکثرت سطور وخطوط ہوتے ہیں اس آلہ سے ہر شئی کی بلندی معلوم ہوتی ہے، اور جبکہ اس آلہ سے ستاروں اور آفتاب کے احکام معلوم ہوتے ہیں اور ستاروں اور دیگر اشیاء میں آفتاب سب سے بڑا ہے اس لئے اس کی نسبت آفتاب کی طرف کرکے اصطرلاب بمعنیٰ آفتاب کے سطور یا آفتاب کی ترازو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف اصطرلاب وہ علم ہے جس میں آفتاب وغیرہ ہر چیز کی بلندی معلوم کرنے کے قواعد واحکام بیان ہوں۔

موضوع بحیثیت مذکورہ آلۂ اصطرلاب اس علم کا موضوع ہے۔

غرض وغایت آفتاب وغیرہ کی بلندی یا اجرام فلکی کے احوال مذکور کو دریافت کرنا۔

تدوین اصطرلاب کی ایجاد حکیم ارسطو ۳۸۴ ق م اور حکیم بلیناس نے کی اور بقول بعض اس کا موجد ابرخس ۱۴۰ ق م ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں بطلیموس نے آلۂ اصطرلاب وآلات نجوم تیار کئے۔

اس کے زمانہ میں رصد خانہ (ستاروں کے احوال معلوم کرنیکی جگہ) بنا اور اجرام فلکی کے حالات تحقیق کئے گئے۔ اسکندریہ کے باشندہ حکیم تاؤن نے آلات رصدیہ میں سے ذات الحق اور اصطرلاب سے متعلق دو کتابیں لکھیں اور بطلیموس کی کتاب مجسطی کی ایک شرح لکھی اس کے علاوہ ایرن ۲۵۰ قم اور ابیون وغیرہ نے بھی اصطرلاب پر کتابیں لکھیں جن کا عربی میں مسلمانوں نے ترجمہ کیا۔

علم حساب

لغوی معنیٰ لغت میں حساب کا معنیٰ شمار، گنتی وغیرہ ہے۔

اصطلاحی تعریف حساب وہ علم ہے جس میں مختلف رقموں کو باہم جوڑنے، تقسیم کرنے کے مخصوص طریقے، گنتی کے مختلف قواعد اور اعداد کے اقسام و مراتب معلوم ہوں۔

موضوع اعداد و مقادیر اس علم کا موضوع ہیں۔

غرض و غایت مقادیر کے جمع و تقسیم اور اعداد کے میزان لگانے میں غلطی سے بچنا۔

تدوین فن حساب ریاضیات کی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد غالباً حکمائے یونان ہی کے ہاتھوں پڑی بعد میں دوسرے ملکوں میں اس کا رواج ہوا۔ حکیم فیثاغورس اور نیقوماخس یونانی اس فن میں مشہور ہیں۔ فیثاغورس کی "ارتماطیقی" اس فن کی قدیم ترین کتاب ہے۔ ارسطو کے والد نیقوماخس نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں۔ آغاز اسلام میں مسلمانوں نے یونانی تصانیف کے عربی میں تراجم کئے اور ان کو ترقی دی۔

⁂ ⁂ ⁂

لغوی معنی | قیاس، حد، رقم، عدد، شکل، اقلیدس، مقدار، جامیٹری وغیرہ معانی میں مستعمل ہے۔ اصل فارسی لفظ اندازہ کا معرب ہندسہ ہے۔ اندازہ کا شروع کا ہمزہ ہا سے اور زا سین سے بدل دیا اور الف کو حذف کردیا ہندسہ ہوگیا۔

اصطلاحی تعریف | ہندسہ وہ علم ہے جس سے اشکال و مقادیر اشیاء کی معرفت حاصل ہو۔

موضوع | مقادیر مطلقہ ہیں یعنی خط، سطح، جسم تعلیمی، اس کے لواحقات زاویہ نقطہ۔

غرض وغایت | مقادیر و کمیات کے احوال مذکورہ معلوم کرنا۔

تدوین | اس کا موجد اول تھیلز سنہ ۶۶۰ ق م ہے اس کے بعد حکیم انگزیگورس نے بھی کچھ مسائل کا اضافہ کیا مگر اقلیدس سنہ ۲۷۳ ق م ہی کی تصنیفات مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ ہندسہ میں اس کی کتاب کا جو اقلیدس ہی کے نام سے مشہور ہے حجاج بن یوسف نے پھر اسحاق بن حنین وغیرہ نے کیا۔ یونانی زبان میں اُقلی کا معنیٰ کنجی اور دس کا معنیٰ حساب، اقلیدس کا معنیٰ حساب کی کنجی۔ اقلیدس علم ہندسہ کا بڑا شوقین تھا اس مناسبت سے اس کا نام اقلیدس ہوگیا۔ اقلیدس کے بعد ارشمیدس سنہ ۲۵۰ ق م نے علم ہندسہ کو کمال تک پہونچایا اور بہت سے مفید آلات ایجاد کئے۔ اس کے علاوہ البونیوس نے بھی اس فن کو بہت زیادہ ترقی دی۔ انھیں حکمائے مہندسین کی اکثر تصانیف کا مسلمانوں نے ترجمہ کیا اور شرحیں لکھیں جو عربی زبان میں تاحال موجود ہیں۔

علم طب

لغوی معنی | طب (تینوں حرکات کیساتھ) بمعنی جسمانی و روحانی علاج، نرمی، جادو۔

ارادہ، خواہش، حال، شان، عادت۔ باب نصر وضرب سے علاج کرنا۔ نرمی کرنا۔

اصطلاحی تعریف طب وہ علم ہے جس میں امراضِ جسمانی کے علاج اور حفظانِ صحت کی تدابیر کا بیان ہو۔

موضوع طب کا موضوع بدنِ انسانی یا ابدانِ ذوی روح ہے۔

غرض وغایت حفظ صحت کے اصول اور امراض سے شفایابی کی تدابیر معلوم کرنا یا جسمانی امراض کی زد سے بچنا۔

طب یونانی یونانیوں کے یہاں ابوالطب اسقلیبوس ہے جس نے علم طب کی ابتدار کی جو اس پر منجانب اللہ یونانیوں کے خیال میں الہام ہوا تھا۔ اسقلیبوس نے اپنی اولاد کو یہ فن سکھایا، اس کے خاندان میں بڑے بڑے نامور حکمار و اطبار پیدا ہوئے۔ فیثاغورس ۵۳۶ھ ق م نے اس فن کو رواج دیا مگر باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی۔ فیثاغورس کی سولہویں نسل میں ۴۶۰ھ ق م بقراط پیدا ہوا جس نے دیگر علوم کیطرح فن طب کو باقاعدہ مرتب کیا، اس پر کتابیں لکھیں اور اس کی تعلیم کو عام کیا۔ اس کے بعد ارسطو حکیم نے اپنی تحقیقات اور کوششوں سے علم طب میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ ارسطو کے بعد حکیم جالینوس اور اسکندریہ کے بعض نامور اطبار نے علم طب پر کتابیں لکھیں۔ حکیم ثاؤفرسطس یونانی اور دیسقوریدوس یونانی نے علم الادویہ پر قابل قدر تصنیفات کیں۔ موخرالذکر تو ادویہ مفردہ کی تحقیقات کا موجد کہا جاتا ہے۔ یونانیوں کے یہاں فن طب کے آٹھ ارکان ہیں۔ اسقلیبوس، غورس، مینس، برمانیدس، افلاطون، اسقلیبوس دوم، بقراط، جالینوس۔ ان کے علاوہ بہت سے اطبار صاحب تصانیف ہوئے مگر وہ ارکان کے درجہ میں نہیں۔

طب اسلامی | مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں قدیم طبی سرمایہ کو عربی میں منتقل کیا نیز اس میں بہت کچھ اضافہ اور اصلاح و ترمیم بھی کی۔ دمشق میں علمائے یہود و نصاریٰ سے طب یونانی کی تعلیم میں مدد لی گئی۔ بغداد میں ہارون رشید اور اس کے جانشینوں کی زیر سرپرستی ایک بڑا دارالعلوم قائم ہوا وہاں طب یونانی کی اکثر کتب اور کچھ ہندی کتب کے عربی میں تراجم ہوئے۔ اموبیہ و عباسیہ دور میں بقراط و جالینوس کی بہت سی طبی کتابیں داخل درس تھیں۔ طب اسلامی کا عروج ابوبکر محمد بن زکریا رازی ۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے انھوں نے حکیم ابوالحسن بن زید طبری صاحب کتاب فردوس الحکمۃ سے علم طب حاصل کیا اور سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جن میں "حاوی کبیر" نہایت عمدہ کتاب تاہنوز مشہور ہے۔ رازی کے بعد شیخ ابوعلی سینا متوفی ۴۲۸ھ ہے اس نے تمام مروجہ علوم و فنون کی تحصیل سولہ برس کی عمر میں کر کے ایسا کمال پیدا کیا کہ اساتذۂ وقت اطباء اس کی شاگردی کا دم بھرنے لگے اور اس کی مجلس درس نے معاصر علماء و مشائخ کے حلقۂ درس کو ماند کر دیا۔ شائقین علم جوق در جوق آتے اور اس کے درس میں جو اطمینانِ قلب پاتے وہ دوسرے کے درس میں نہ ہوتا۔ ابن سینا کی تصنیفات سو سے زائد ہیں۔ فن طب میں "القانون" نہایت جامع کتاب ہے جو اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں اب تک بنیادی حیثیت رکھتی ہے درس نظامی میں بھی اس کا کچھ حصہ شامل نصاب ہے۔ ابوالقاسم زہراوی بھی مشہور طبیب گذرا ہے جس نے "التصریف" طبی قاموس لکھی جس کا لاطینی زبان میں بارہویں صدی عیسوی میں ترجمہ ہوا، اس کا ایک باب فن جراحی میں ہے جو مدت

ب یورپ میں بہت مقبول رہا۔ ابومروان عبدالملک ۱۱۱۳ء–۱۱۶۲ء نہایت مشہور حکیم ہوا
س کی سب سے بڑی کتاب "التیسیر" ہے۔ اس کا شاگرد ابوالولید محمد بن احمد بن رشد
۱۱۲ء–۱۱۹ بڑا نامور حکیم ہوا، اس نے فلسفہ و طب پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ
سیکڑوں نامور مسلم اطباء گذرے مثلاً ابن بیطار، داؤد انطاکی، ابوعلی بن عیسیٰ
یلاقی، علی بن عباس، قرشی، سمرقندی، ارزانی، مومن وغیرہ ——

علم عَروض

وی معنیٰ | لغت میں عروض کے معنیٰ: اشعار کا وزن، مصرعہ اولیٰ کا جزء اخیر، مکہ اور
ینہ اور ان کے مضافات، گوشہ، دامنِ کوہ میں راستہ وغیرہ۔ باب نصر سے: مکہ
ینہ یا اس کے اطراف میں جانا۔

صطلاحی تعریف | عروض وہ علم ہے جس سے شعر کے اوزان اور انکے تغیرات معلوم ہوں۔

ضوع | اس علم کا موضوع شعر ہے بحیثیت موزون۔

ض و غایت | شعر کے صحیح اور غلط اوزان میں تمیز حاصل ہونا۔

عر کی تعریف | وہ مقفیٰ موزون کلام ہے جو بالقصد موزون کیا گیا ہو۔ اگر کلام بلا
صد موزون ہو جائے وہ شعر نہیں ہے جیسے ثم اقررتم وانتم تشهدون.
م انتم هؤلاء تقتلون۔

م عروض کا موجد | خلیل بن احمد بصری نحو کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ بصرہ
ں غالباً ۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے خانۂ کعبہ
پردہ پکڑ کر دعا کی کہ خدایا مجھے ایسا علم عطا کر جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا ہو، دعا قبول

قبول ہوئی اور ان کو علم عروض کا الہام ہوا۔ انھوں نے اشعار عرب کا تتبع کر کے پندرہ وزن قرار دیا اور ہر وزن کا نام بحر رکھا پھر ابوالحسن اخفش متوفی ۲۱۵ھ نے سولہویں بحر متدارک کا پتہ لگایا بعد میں اور بحروں کا اضافہ ہوا۔

وجہ تسمیہ: مکہ کا ایک نام عروض بھی ہے چونکہ اس علم کا الہام اور اسکی تالیف مکہ میں ہوئی اس لئے تبرکاً اس کا نام عروض رکھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عروض بمعنیٰ معروض ہے یعنی اس علم پر شعر کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ موزون غیر موزون سے جدا ہو جائے۔ نیز مصرعہ اولیٰ کے جزء اخیر کو بھی عروض کہتے ہیں۔

وزن: اصطلاح عروض میں دو کلموں کے حرکات و سکنات کے برابر ہونے کا نام وزن ہے جیسے احصاف اور صندوق ہم وزن ہیں۔

بحر: جمع بحور۔ شعر کا معینہ وزن بحر ہے جس پر شعر کا وزن ٹھیک کیا جائے۔

ارکان بحر: بحر جن اجزاء سے بنتی ہے ان کو تفاعیل، افاعیل، ارکان اور اجزاء کہتے ہیں اور ہر ایک جزء کو رکن کہتے ہیں۔ تفاعیل دس ۱۰ ہیں۔ فعولن، مفاعیلن، مفاعلتن، فاعلاتن، فاعلن، مستفعلن، فاعلاتن، متفاعلن، مفعولاتُ، مستفع لن۔

تقطیع: لغوی معنیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اصطلاحی معنیٰ: بحر کے ارکان پر شعر کے اجزاء کو وزن کرنا اس طرح کہ متحرک کے مقابلہ میں متحرک اور ساکن کے مقابلہ میں ساکن ہو جیسے سَتُبْدِیْ فعولن۔ وَمَاظَهَرِیْ مَفَاعِیلُن

⁘

نمبر شمار	نام بحر	بحور	
۱	بحر طویل	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن
۲	بحر مدید	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن
۳	بسیط	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن
۴	وافر	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن
۵	کامل	متفاعلن متفاعلن متفاعلن	متفاعلن متفاعلن متفاعلن
۶	ہزج	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
۷	رجز	مستفعلن مستفعلن مستفعلن	مستفعلن مستفعلن مستفعلن
۸	رمل	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
۹	سریع	مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ	مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ
۱۰	منسرح	مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن	مستفعلن مفعولاتُ مستفعلن
۱۱	خفیف	فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن	فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن
۱۲	مضارع	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن	مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن
۱۳	مقتضب	مفعولاتُ مستفعلن مستفعلن	مفعولاتُ مستفعلن مستفعلن
۱۴	مجتث	مستفع لن فاعلاتن فاعلاتن	مستفع لن فاعلاتن فاعلاتن
۱۵	متقارب	فعولن فعولن فعولن فعولن	فعولن فعولن فعولن فعولن
۱۶	متدارک	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن
۱۷	قریب	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن
۱۸	مشاکل	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن
۱۹	جدید	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن

ارکان جن اجزاء سے بنتے ہیں وہ تین ہیں۔ سببٌ، وتدٌ، فاصلہ۔ اور ہر ایک
کی دو دو قسمیں ہیں۔ سبب خفیف۔ دو حرفی لفظ پہلا متحرک دوسرا ساکن جیسے
قَدْ۔ سبب ثقیل۔ دونوں متحرک ہوں جیسے بِكَ ___ وتد مجموع:۔ تین حرفی
لفظ پہلے دو متحرک تیسرا ساکن جیسے بِكُمْ۔ وتد مفروق:۔ دو متحرک کے
درمیان ساکن جیسے قَامَ ___ فاصلہ صغریٰ:۔ چار حرفی لفظ آخر کا ساکن ہو
جیسے فَعَلَتْ۔ فاصلہ کبریٰ:۔ پانچ حرفی آخری ساکن جیسے فَعَلَتُنْ۔ ہر ایک
کی یکجائی مثال لَمْ اَرَ عَلٰی ظَهْرِ جَبَلِنْ سَمَكَتُنْ ___

علم لغت

لغوی معنیٰ | لغت ہر قوم کے کلام مصطلح کو کہتے ہیں جس سے وہ اپنے مقاصد کو
ظاہر کرے، جمع لغات و لُغًی و لُغُون۔ نسبت کیلئے لُغَوِیّ بولا جاتا ہے ___
باب نصر سے لغا یلغو لغوا بکذا: بولنا۔ لغت اصل میں لُغْوٌ تھا۔ واو متحرک ماقبل
مفتوح اس لئے واو الف سے بدل گیا، الف اور تنوین کے درمیان اجتماع
ساکنین ہوا اس وجہ سے الف گر گیا اسکے بدلہ میں تا لائی گئی تو لُغَۃٌ ہوا۔
اصطلاحی تعریف | لغت اس علم کو کہتے ہیں جس سے مفردات کے اوضاع
کی معرفت حاصل ہو۔ ایسے الفاظ کو بھی لغت کہتے ہیں جن کے معانی شہرت
نہ رکھتے ہوں۔ کبھی علم اللغۃ کا اطلاق علوم عربیہ کے سارے اقسام پر ہوتا ہے۔
اہل اللغۃ: فن لغت کے ماہرین۔ کتب اللغۃ: لغت کی کتابیں۔
تدوین | عربی لغت کی پہلی کتاب کتاب العین ہے جس کو امام نحو خلیل بن احمد

وفی سنہ۱۷۰ھ نے تصنیف کیا یا ان کے کسی بڑے شاگرد کی تصنیف ہے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں سیبویہ۔ اصمعی۔ نضر بن شمیل ہیں۔

خلیل کے بعد معجمات مخصوصہ کا عام رواج ہوا اور ائمہ لغت نے اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھیں۔ امام لغت و ادب اصمعی بصری متوفی سنہ۲۱۳ھ نے کتاب خلق الانسان، کتاب الابل، کتاب السلاح، کتاب الخیل، کتاب الاضداد وغیرہ لکھی اس کے بعد معجمات جامعہ کی طرح پڑی۔ ابو منصور متوفی سنہ۳۷۰ھ نے التہذیب فی المہذب لکھی۔ ابو اسمٰعیل جوہری متوفی سنہ۳۹۵ھ/۱۰۰۵ء نے چالیس ہزار الفاظ پر مشتمل جامع و مستند کتاب الصحاح لکھی، اس کتاب میں جو خلل تھا اس کو ان کے شاگرد ابراہیم بن صالح الوراق نے دور کیا۔ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل ابن سیدہ متوفی سنہ۴۵۸ھ نے المحکم لکھی جو باریک بینی کے لحاظ سے امتیازی شان رکھتی ہے۔ انھوں نے اس سے پہلے المخصص تالیف کی جو مصر سے سترہ جلدوں میں طبع ہوئی۔ ابو الفضل ابن منظور جمال الدین متوفی سنہ۷۱۱ھ نے نہایت مبسوط کتاب لسان العرب لکھی جس میں مادوں کی ترتیب صحاح جوہری کے طرز پر ہے لیکن اگلی تمام کتابوں سے بہتر تسلیم کی گئی ہے۔ مجد الدین ابن یعقوب فیروز آبادی متوفی سنہ۸۱۷ھ نے نہایت مقبول اور جامع کتاب القاموس المحیط والقابوس الوسیط تصنیف کی جس سے قدیم اساتذہ عام طور سے مستفید ہوتے رہے۔ ابو الفیض محب الدین مرتضیٰ زبیدی متوفی سنہ۱۱۹۴ھ نے قاموس کی دس ضخیم جلدوں میں نہایت جامع شرح تاج العروس تالیف کی جو لغوی تحقیقات سے بھرپور ہے — شرتونی متوفی سنہ۱۹۱۳ء نے نہایت ہی جامع کتاب اقرب الموارد لکھی جو جدید

لغات میں سب سے بہتر اور لسان العرب اور تاج العروس جیسی اہم کتابو
بھی بڑی حد تک مستغنی کر دیتی ہے۔

علم تصوف

لغوی معنیٰ | تصوف، صُوف بضم صاد سے ماخوذ ہے، صوف کا معنیٰ اون، اد
تصوف کا معنیٰ اونی کپڑا پہننا، صوفی بننا۔

اصطلاحی معنیٰ | نفسانی خواہش سے پاک ہونا اور دنیا کی چیزوں کو حق کا مظ
جاننا۔ چونکہ پہلے زمانہ میں ایسی صفات کے لوگ صُوف پہنتے تھے اس لئے مجا
ان کے افعال واعمال کا نام تصوف ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تصوف صَوف
بفتح صاد سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ یکسو ہونا اور اعراض کرنا، صوفی چونکہ ماسو
اللہ سے یکسو ہوتا اور اعراض کرتا ہے اس لئے اس کے کام کو تصوف کہا جانے لگ
صوفی کا مشہور معنیٰ اون اور بال کا کپڑا پہننے والا۔ اور اصطلاح میں اس کو
کہتے ہیں جو اپنے دل کو غیر خدا کے خیال سے صاف اور محفوظ رکھے۔ اور بعض کتابو
میں لکھا ہے کہ صوفی صوفہ سے منسوب ہے جو اہل تجرد سے ایک قوم تھی زمانہ
جاہلیت میں جو خانۂ کعبہ کی خدمت اور مخلوق کی خدمت خدا کے واسطے کرتی تھی
پس اہل تصوف انھیں کے ساتھ منسوب ہو گئے۔ صوفی مخلص کے معنے میں بھی آیا ہے

سلوک | سلوک کا لغوی معنیٰ راستہ چلنا اور صوفیہ کی اصطلاح حق تعالیٰ کا تقرب طلب کر

طریقت | طریقت کا لغوی معنیٰ راستہ، مذہب اور سالکوں کی اصطلاح میں باطن
کا تزکیہ اور صفائی کرنا۔

سلوک طریقت سلوک طریقت سے مراد اخلاق کا مہذب کرنا یعنی تمام خسیس صفتیں بخل وحسد، کبر وریا وغیرہ دور کر کے جملہ صفات حسنہ سخاوت و اخلاص عجز و تواضع وغیرہ پیدا کرنا تاکہ وصول یعنی حقیقت و عرفان کی استعداد میسر جائے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں قطع منازل اور ترقی مقامات الی اللہ کو طریقت کہتے ہیں اور یہ شریعت کا پہلا باب ہے اور طریقت کی ابتداء یہ ہے کہ رخصت و تسہیل سے اجتناب کرے اور احکام شرعیہ میں احسن و مستحب کو اپنے اوپر لازم کر لے اور طریقت کی انتہا بدایت یعنی ذات حق تعالیٰ کیطرف راجع ہونا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شئی کی بدایت ہے اور وہی ہر شئی کا مرجع و منتہی ہے، پس سالک جب بدایت کیطرف رجوع کرتا ہے تو نہایت کو پہنچتا ہے۔

اصول طریقت بقول حضرت جنیدؒ بغدادی متوفی ۲۹۷ھ طریقت کے پانچ اصول ہیں۔ دن کا روزہ، شب میں قیام، اخلاص عمل، اعمال میں کامل رعایت اور ہر حالت میں خدا پر توکل۔ اور بقول حضرت سہیل تستریؒ سات اصول ہیں۔ تمسک بکتاب اللہ، اتباع سنت، اکل حلال، اجتناب از ایذا رسانی خلق، اجتناب معاصی، توبہ اور ادائے حقوق۔ اور ظاہر ہے کہ صوفیہ کے علوم حالات ہیں اور حالات اعمال کے نتائج ہیں لہٰذا بغیر اعمال کی تصحیح کے حالات پیدا نہیں ہو سکتے، اور عمل کی صحت کیلئے علم ضروری ہے خصوصاً علم فقہ تاکہ فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال، حرام، مکروہ وغیرہ کو جانے۔ صوفیہ نے طلب علم کو افضل اعمال قرار دیا ہے کیوں کہ عمل علم پر موقوف ہے اس لئے کہ جاہل کبھی بدعت و باطل کو سنت و حق سمجھ لیتا ہے۔

فوائد متفرقہ

خیر القرون ۱

قرن اول: بعثت رسول اکرم ﷺ سے ۱۱۰ھ تک، عہد رسالت و عہد صحابہ رض۔

قرن ثانی: ۱۱۰ھ سے ۱۷۰ھ تک، عہد تابعین رح۔

قرن ثالث: ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک، عہد تبع تابعین رح۔

عہد اختلافی: ۲۲۰ھ سے ۲۶۰ھ تک۔ قرن ثالث میں اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے اس کی مدت ۲۶۰ھ تک لکھی ہے۔

:- مدینہ کے فقہائے سبعہ ۲ :-

سعید۱ بن المسیب متوفی ۹۴ھ۔ عروہ۲ بن زبیر رض متوفی ۹۴ھ۔ عبید اللہ۳ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رض متوفی ۹۸ھ۔ خارجہ۴ بن زید بن ثابت رض متوفی ۹۹ھ۔ قاسم۵ بن محمد بن ابی بکر صدیق رض متوفی ۱۰۶ھ۔ سلیمان۶ بن یسار متوفی ۱۰۹ھ۔ ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن ہشام متوفی ۹۴ھ۔ ساتویں کی تعیین میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رض ہیں اور بعض کے نزدیک سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق رض ہیں۔

:- فائدہ ۳ :-

ہماری کتابوں میں جہاں امام یا امام اعظم کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد امام ابو حنیفہ رح ہوتے ہیں اور صاحب مذہب سے بھی یہی مراد ہوتے ہیں۔ شیخین سے امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح مراد ہوتے ہیں۔ طرفین سے امام ابو حنیفہ رح

وامام محمدؒ لئے جاتے ہیں۔ صاحبین سے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ بولے جاتے ہیں۔ امام ثانی سے امام ابویوسفؒ اور امام ربانی سے امام محمدؒ مراد ہوتے ہیں۔ ائمۂ ثلثہ سے امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ وامام محمدؒ بولے جاتے ہیں۔ ائمۂ اربعہ سے امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ مراد ہوتے ہیں جو اصحاب مذاہب مشہورہ ہیں۔ ھٰذا قول المشائخ میں وہ مشائخ مراد ہوتے ہیں جنھوں نے امام اعظمؒ کو نہیں پایا۔ فقہائے متقدمین سے مراد وہ فقہاء ہیں جنھوں نے ائمۂ ثلثہ کو پایا اور جنھوں نے نہیں پایا وہ متاخرین ہیں۔ مطلق حسن سے حسن بن زیاد تلمیذ امام اعظمؒ مراد ہوتے ہیں اور کتب تفسیر میں حسن سے حسن بصریؒ مراد ہوتے ہیں۔

:- ظاہر الروایۃ ۱۳ :-

یوں تو امام محمدؒ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار تک بتائی جاتی ہے ان میں سے مندرجہ ذیل چھ کتابوں کے مسائل کو اصطلاح میں ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور مسائل الاصول کہتے ہیں۔ مبسوط۱: اور اسی کو اصل بھی کہتے ہیں کیونکہ یہی امام محمدؒ کی پہلی تصنیف ہے اس میں آپ نے امام ابویوسفؒ کے جمع کردہ مسائل کو بحسن وخوبی جمع کیا ہے۔ جامع صغیر۲: اس میں آپ نے امام ابویوسفؒ کی روایت سے امام اعظمؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں، کل ۵۳۲ مسائل ہیں۔ متقدمین کے یہاں یہ کتاب داخلِ درس تھی۔ جامع کبیر۳: اس میں امام اعظمؒ کے اقوال کے ساتھ امام ابویوسفؒ وامام زفرؒ کے اقوال بھی لکھے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل بھی۔ سیر صغیر۴: اس کتاب کی امام اوزاعیؒ نے تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت؟ تو امام محمدؒ نے سیر کبیر لکھی۔

سِیَرِ کبیر: اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا۔ امام اوزاعیؒ نے دیکھ کر اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔ زیادات[۹]: جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے انھیں اس کتاب میں درج کیا اسی وجہ سے اس کو "زیادات" کہتے ہیں۔

:- غیر ظاہر الروایۃ[۵] :-

کتاب الحجج: امام اعظمؒ کی وفات کے بعد امام محمدؒ نے مدینہ طیبہ جاکر تین برس امام مالکؒ کی خدمت میں گذارا اور ان سے موطا امام مالک پڑھی۔ اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا اور امام اعظمؒ کے بہت سے مسائل میں ان کا اختلاف تھا، وہاں سے واپس آکر امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی، پہلے اہل مدینہ کا قول نقل کیا اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا اس کے بعد احادیث و آثار اور قیاس سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب راجح اور صحیح ہے۔ رقیات[۲]: رقہ کے قیام میں فقہ کا جو مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے اسی طرح کیسانیات[۳]، جرجانیات[۴]، ہارونیات[۵] وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں غیر ظاہر الروایۃ

:- فائدہ[۶] :-

متون ثلثہ سے مراد برہان الشریعہ کی وقایہ، حافظ الدین نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی کنز الدقائق اور احمد بن محمد متوفی ۴۲۸ھ کی مختصر القدوری ہوتی ہیں اور متون اربعہ سے مراد ان تین کتابوں کے علاوہ مجد الدین موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی المختار یا مظفر الدین بغدادی متوفی ۶۹۴ھ کی مجمع البحرین ہوتی ہے۔ ان کتابوں میں زیادہ مشہور اور معتمد علیہ وقایہ، کنز اور قدوری ہیں۔

:- فائدہ ۷ :-

علاماتِ افتاء میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔ علیہ الفتویٰ۔ وبہ یفتیٰ۔ وبہ نعتمد۔ وبہ ناخذ۔ وعلیہ الاعتماد۔ وعلیہ عمل الیوم۔ وہو الصحیح۔ وہو الاصح۔ وہو الظاہر وہو الاظہر۔ وہو المختار۔ وعلیہ فتویٰ مشائخنا۔ وہو الاشبہ۔ وہو الاوجہ۔ وبہ جری العرف۔ وہو المتعارف۔ وبہ اخذ علمائنا وغیرہا۔ فتویٰ کا لفظ زیادہ موکد ہوتا ہے۔ صحیح، اصح اور اشبہ کے الفاظ سے۔ وبہ یفتی زیادہ موکد ہے الفتویٰ علیہ سے۔ لفظِ اصح زیادہ موکد ہے لفظ صحیح سے اور احوط زیادہ موکد ہے لفظ احتیاط سے۔ یجوز کا لفظ کبھی یصح کے معنی میں بولا جاتا ہے اور کبھی یحل کے معنی میں۔ جواز کا لفظ کبھی ایسے امور پر بولا جاتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہوں اور مباح، مکروہ، مندوب اور واجب کو شامل ہوتا ہے۔ لاباس بہ، کا کلمہ زیادہ تر مباح میں استعمال ہوتا ہے اور ان امور میں جن کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے اور کبھی مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ینبغی کا لفظ متاخرین کے عرف میں زیادہ تر مندوبات میں مستعمل ہے لیکن قدماء کے عرف میں اس کا استعمال عام ہے یعنی مندوب اور واجب دونوں کو شامل ہوتا ہے۔

:- فائدہ ۸ :-

زوال :- آفتاب کے ڈھلنے یا دوپہر کے ڈھلنے کو کہتے ہیں۔ اِستواء :- ٹھیک دوپہر کو کہتے ہیں۔ سایہ اصلی :- وہ سایہ ہے جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے اور یہ سایہ کسی شہر میں بڑا اور کسی میں چھوٹا ہوتا ہے اور کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ اور مدینہ۔ ایک مثل :- سایہ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا

سایہ اس کے برابر ہو جائے۔ دو مثل :۔ سایہ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔

:- فائدہ ۹ :-

مُدرِک :۔ وہ شخص ہے جس کو امام کے پیچھے پوری نماز جماعت ملے اس کو مقتدی اور مؤتم بھی کہتے ہیں۔ مَسبوق :۔ وہ ہے جو نماز جماعت میں ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو۔ لاحق :۔ وہ ہے جو امام کے پیچھے نماز جماعت میں شریک ہوا اور حدث وغیرہ کیوجہ سے بعد میں ایک یا ایک سے زائد رکعتیں امام کے پیچھے نہ پڑھ سکا۔

:- فائدہ ۱۰ :-

وطن :۔ رہنے کی جگہ۔ وطن کی دو قسمیں ہیں۔ وطن اصلی۔ وطن اقامت۔ وطن اصلی :۔ وہ مقام ہے جہاں انسان ہمیشہ رہنے کے قصد سے بود و باش کرے۔ اگر اسی قصد سے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں سکونت اختیار کر لے تو دوسرا مقام وطن اصلی ہو جاتا ہے اور پہلا باطل ہو جاتا ہے ــ

وطن اقامت :۔ وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے قصد سے قیام کرے خواہ پندرہ دن سے کم یا زیادہ رہنے کا اتفاق ہو۔ مقیم :۔ وہ ہے جو وطن اصلی یا وطن میں ہو یا ایسے مقام پر ہو جو اس کے وطن سے ۴۸ میل سے کم فاصلہ پر ہو۔ مسافر :۔ وہ ہے جو اپنے وطن اصلی یا وطن اقامت سے ایسے مقام کے ارادہ سے نکلے جو وطن سے اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کی مسافت پر ہو، جب اپنے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو مسافر ہو جاتا ہے۔

اصطلاحات ضروریہ :-

بندوں سے متعلق احکام کی آٹھ قسمیں ہیں - فرض[۱]، واجب[۲]، سنت[۳]، مستحب[۴]،
حرام[۵]، مکروہ تحریمی[۶]، مکروہ تنزیہی[۷]، مباح[۸] -

فرض :- فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا ترک کرنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے - فرض کی دو قسمیں ہیں - فرض عین، فرض کفایہ - فرض عین :- وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہوتا ہے جیسے نماز پنجگانہ، روزۂ رمضان وغیرہ - فرض کفایہ :- وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں ہوتا بلکہ بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے جیسے نماز جنازہ وغیرہ اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب لوگ گنہگار ہوں گے -

واجب :- وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا ترک کرنے والا بھی فاسق و مستحق عذاب ہوتا ہے اور اس کا منکر بھی فاسق ہی کافر نہیں -

سنت :- وہ فعل ہے جس کو آنحضورؐ یا صحابہؓ نے کیا ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں - سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ - سنت مؤکدہ :- وہ ہے جس کو آنحضورؐ یا صحابہؓ نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو لیکن ترک کرنے والے پر زجر نہ کیا ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے یعنی بلا عذر ترک کرنے والا اور اسکی عادت کرنے والا فاسق و گنہگار ہے اور آنحضورؐ کی شفاعت خاص سے محروم - اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے گناہ زیادہ ہے - سنت غیر مؤکدہ :- وہ فعل ہے جس کو آنحضورؐ یا صحابہؓ نے کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک بھی کیا ہو، اس کا ترک

کرنے والا مستحق عذاب نہیں اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔
اس کو سنت زائدہ اور سنت عادیہ بھی کہا جاتا ہے۔ مستحب:۔ وہ فعل ہے
جس کو آنحضور صلعم یا صحابہ رض نے کبھی کبھی کیا ہو اس کا کرنے والا بھی ثواب کا مستحق ہوتا
ہے اور نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ اس کو اصطلاح فقہا رمیں نفل، مندوب
اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ حرام:۔ وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر
کافر اور بلا عذر کرنے والا فاسق و مستحق عذاب ہوتا ہے۔ مکروہ تحریمی:۔ وہ ہے
جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، اس کا منکر بھی واجب کے منکر کی طرح فاسق اور بلا عذر
کرنے والا گنہگار و مستحق عذاب ہے۔ مکروہ تنزیہی:۔ وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے
میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔ مباح:۔ وہ فعل ہے جس کے کرنے
میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

:- فائدہ ۱۲ :-

نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں۔ غلیظہ، اور خفیفہ۔ پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔
نجاست غلیظہ:۔ امام اعظم رح کے یہاں وہ چیز ہے جس کا ناپاک ہونا دلائل سے
ثابت ہو اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ نہ ہو جیسے آدمی کا پاخانہ،
پیشاب، شراب وغیرہ۔ نجاست خفیفہ:۔ وہ چیز جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو،
کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے
کا شبہ ہو جیسے حلال جانوروں کا پیشاب۔ نجاست مرئیہ:۔ وہ ہے جو خشک
ہونے کے بعد نظر آئے جیسے پاخانہ، خون۔ نجاست غیر مرئیہ:۔ جو خشک
ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے نجس پانی۔

:- فائدہ ۱۴۶ :-

مامون رشید متوفی ۳۲۸ھ / ۹۳۹ء نے بغداد میں پہلا عظیم الشان کتب خانہ بیت الحکمۃ کے نام سے قائم کیا، اس میں مختلف زبانوں کی دس لاکھ کتابیں تھیں۔ اس کا فیض ہلاکو کے حملۂ بغداد تک جاری رہا۔ صرف بغداد کے اندر کل چھتیس (۳۶) کتب خانے تھے۔ ۶۵۶ھ یعنی تیرہویں صدی عیسوی میں جب ہلاکو نے یہ کتابیں دریائے دجلہ میں ڈالیں تو ان سے دریا پر ایک پل بندھ گیا اور سات دن تک اس کا پانی سیاہ رہا۔

:- فائدہ ۱۴۷ :-

ملا قطب الدین سہالوی کے لڑکے ملا نظام الدین فرنگی محلی متوفی ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء تلمیذ شیخ غلام نقشبند گھوسوی متوفی ۱۱۲۶ھ وہ نامور عالم تھے جنھوں نے عربی مدارس کا نصاب درس نظامیہ مرتب کیا۔ ملا نظام الدین کے صاحبزادوں میں ملا عبد العلی بحر العلوم متوفی ۱۲۲۵ھ بڑے مشہور عالم ہوئے۔ رسائل الارکان آپ ہی کی تصنیف ہے۔

باطل فرقے

شیعہ انکی بائیس (۲۲) شاخیں ہیں۔ حضرت علیؓ کی امامت کے نصاً اور وصیۃً قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت حضرت علیؓ کی اولاد میں رہے گی اور اگر نکلی تو کسی کے ظلم سے نکلے گی۔ اپنے امام کو صغیرہ و کبیرہ سے معصوم مانتے ہیں انکے ایک فرقہ غالیہ کا عقیدہ ہے کہ حقیقۃً نبوت حضرت علیؓ کے لئے تھی، حضرت جبرئیل نے

غلطی سے وحی آنحضورؐ پر اتار دی - انکے بعض حضرت علیؓ کو خدا مانتے ہیں - انمیں دو فرقے بڑے ہیں - اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ -

خوارج | انکی سات شاخیں ہیں یہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں - حضرت علیؓ ، حضرت عثمانؓ اور اکثر صحابہؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور جو ان پر طعن کرے انھیں اپنی جماعت میں داخل کر لیتے ہیں -- ان کا عقیدہ ہے کہ جب امام سنت کے خلاف کرے تو اس پر خروج واجب ہے -

مُرجیہ | ان میں پانچ فرقے ہیں - یہ فرقہ حضرت عثمانؓ کے آخری دور خلافت میں پیدا ہوا - ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان اقرار و تصدیق اور معرفت و اعتقاد کا نام ہے - ان کے نزدیک ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ساتھ طاعت مفید نہیں - ان کے بعض کا کہنا ہے کہ مرتکب کبیرہ کو نہ دوزخی کہا جا سکتا ہے نہ جنتی -- یہ لوگ عمل کو ایمان سے جدا مانتے ہیں اگر کسی کے دل میں ایمان ہے تو اس کے لئے بتوں کی پوجا اور عملاً یہودی یا نصرانی ہو جانا مضر نہیں ہے -

جبریہ | ان کی چار شاخیں ہیں - ان کا مسلک یہ ہے کہ بندہ مجبور محض ہے جمادات کیطرح کسی نے حرکت دیدی تو متحرک ہو گئے ورنہ نہیں - مورخین کا بیان ہے کہ یہ عقیدہ پہلے یہود میں پیدا ہوا انھیں سے ان لوگوں نے حاصل کیا -

جھمیہ | یہ فرقہ جبریہ خالصہ کی ایک شاخ ہے جو جہم بن صفوان خراسانی کیطرف منسوب ہے یہ فرقہ عقیدۃً معتزلہ کے بہت قریب ہے - اس کا کہنا ہے کہ صفات ازلی نہیں ہیں اس لئے اللہ کو حی ، عالم کہنا جائز نہیں ، یہ لوگ خلق قرآن کے بھی قائل ہیں - ان کے یہاں دوزخ و جنت دوزخیوں اور جنتیوں

کے داخلہ کے بعد فنا ہو جائیں گی ۔ خلود فی النار یا خلود فی الجنۃ سے مراد مکث طویل ہے۔ ایمان معرفت کا نام اور کفر جہل کو کہتے ہیں ۔ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے اللہ کا علم و کلام حادث ہے ۔

کرامیہ: یہ اللہ کیلئے ایسی صفات ثابت کرتے ہیں جیسی انسانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے جسم مانتے ہیں جو تحول و نزول سے متصف ہوتا ہے ۔ ان کا معبود عرش پر مستقر ہے ۔

(ذاتِ باری کا انکار کرتے ہیں)

مُعتزلہ: یہ فرقہ خلافت بنی امیہ میں پیدا ہوا ۔ یہ لوگ مرتکب کبیرہ کو ایمان سے خارج مانتے ہیں اور قرآن پاک کو مخلوق کہتے ہیں ، اللہ کی آیات متشابہات کی تاویل کرنا واجب سمجھتے ہیں اور انسان کو اپنے تمام افعال کا خالق مانتے ہیں ۔ امام محمدؒ انکی اقتداء میں نماز کو واجب الاعادہ کہتے ہیں ۔ امام ابو یوسفؒ انکو زندیق کہتے ہیں ، اور امام صاحبؒ ان کو مردود الشہادہ کہتے ہیں ۔۔۔
(منقول از امام اعظم ابو حنیفہ رح مولفہ مفتی عزیز الرحمن بجنوری)

معتزلہ کہتے ہیں کہ نیکی خدا کیطرف سے اور بدی نفس کیطرف سے ، مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر ، یہ عقیدہ ایک روز واصل بن عطا شاگرد حسن بصری مسجد میں اپنے شاگردوں سے بیان کرتا تھا کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہیں نہ کافر ، اس پر شیخ نے فرمایا "اِعتَزَلَ مِنّی" اس بات سے اس فرقہ کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

(غیاث اللغات)

ہندوستان میں کتابوں کی نشرو اشاعت

کتابوں کی اشاعت میں ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا ساتواں ملک مانا گیا ہے اور انگریزی زبان کی اشاعت میں اس کا تیسرا درجہ ہے یعنی امریکہ اور برطانیہ کے بعد اس کا تیسرا نمبر آتا ہے۔ کینیڈا اور آسٹریلیا اس سے پیچھے ہیں جبکہ انکی ملکی زبان انگریزی ہے۔ ہندوستانی ناشرین یہ کتابیں ملک سے باہر ایشیا، افریقہ اور یورپین ملکوں کو بھی بھیجتے ہیں — ۸۰-۱۹۷۹ کے اعداد و شمار کے مطابق بھارت میں کل ۱۶۴۶۶ کتابیں شائع ہوئیں جن میں ۷۵۰۰ انگریزی۔ ۲۲۰۰ ہندی۔ ۱۰۰۰ بنگالی اور ہزار سے کچھ زائد مراٹھی، ۹۰۰ تامل ۵۰۰ گجراتی اور ۲۰۰ اردو زبان کی کتابیں تھیں بقیہ کتابیں علاقائی زبانوں میں شائع ہوئیں — ۱۹۸۰ء میں ۱۳۰۸۸ کتابوں میں زیادہ تعداد ادبی کتابوں کی تھی یعنی ۴۳۰۰، اس کے بعد سماجی، عمرانی، سیاسی و اقتصادی موضوعات پر مشتمل کتابوں کی تعداد ۲۲۷۰ تھی، تعلیم و تربیت سے متعلق ۱۴۳۰ کتابیں شائع ہوئیں۔ فلسفہ، نفسیات و مذہبی کتابوں کی تعداد ۱۲۰۰ تھی، ٹیکنالوجی و انجینیرنگ کی ۱۱۸۰، ریاضی، سائنس و میڈیسن کی ۹۴۰، موسیقی و فنون لطیفہ کی ۲۷۰ - ان کے علاوہ باقی تعداد متفرق موضوعات کی تھیں۔

ہندوستان میں چھوٹے بڑے ۱۲۰۰۰ ناشر ہیں جو ہر قسم کی کتابیں چھاپتے ہیں۔ ابتدائی و متوسط درجوں کی درسی کتب حکومت کی نگرانی میں شائع ہوتی ہیں۔ انگریزی کتابوں کے ناشر دہلی، کلکتہ، بمبئی اور مقامی زبانوں کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (بحث ثیات کلکتہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۲ء)

کتب مؤلف

حیات طاہر :- مولانا محمد طاہر معروفی کے مفصل حالات زندگی .00

ایک عالمی تاریخ :- دنیا بھر کی تاریخی معلومات کا مجموعہ .00

تذکرۃ الفنون :- مدارس اسلامیہ میں مروجہ علوم کی یکجا تاریخ .00

حالات المصنفین :- تمام نصابوں کے مصنفینِ کتب کا مکمل تذکرہ .00

تاریخ وقائع الاماني :- تاریخ اسلام کا ترجمہ برائے امتحان مولوی .00

مشاہیر پورہ معروف :- بزرگانِ پورہ معروف کا مستند تذکرہ 50

مشاہیر کوپا گنج :- اکابر کوپاگنج کا مستند تذکرہ .00

گلدستۂ فاخرہ :- منتخب نعتوں اور نظموں کا مجموعہ 50

ملنے کے پتے

عظیم بکڈپو دیوبند (یوپی) - و - مکتبہ نعمانیہ دیوبند یوپی

دار الاشاعت اسلامیہ ۸/ کولوٹولہ کلکتہ ۳۷

نعیم بکسیلر، مئو اعظم گڑھ - و - مکتبہ صداقت مبارکپور اعظم گڑھ

صغیر بکڈپو سرائے میر اعظم گڑھ - و - اشرفی کتب خانہ ۱۷۱ بخشی بازار الٰہ آباد

مولانا محمد عثمان معروفی محلہ بانسہ پورہ معروف، پوسٹ گرتھی جعفرپور اعظم گڑھ